منافقوں کی ذلت، ان کے مذموم اوصاف کے حامل لوگوں سے نفرت اور ستّر سے زائد علاماتِ نفاق پر مشتمل گراں قدر کتاب

بنام

منافقوں کی پہچان (۱)

تالیف

محمد نیر رضا مصباحی

(کٹیہار، بہار) خطیب وامام جامع مسجد کسم کھور ضلع قنوج (یوپی)

ناشر

تحریکِ فلاحِ ملت فاؤنڈیشن

شرفِ انتساب

اپنے مرشد، شیخ الکل، مرجع العلماء والفضلاء، جامع العلوم والفنون، شیخ المحدثین، سراج المفسرین، استاذ الفقہاء، سند المتقین، جامع شریعت و طریقت، عارف حقیقت و معرفت، الشیخ الامام العلامہ المفتی الحافظ القاری الشاہ محمد اسمٰعیل رضا المعروف بالشیخ اختر رضا القادری رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ عنا کے نام جن کے علمی فیضان سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں طلبہ و علما فیضیاب ہوئے اور کروڑوں مسلمانان عالم جن کے مواعظہ حسنہ اور روحانی نور سے منور ہوئے۔

گدائے سیدی تاج الشریعہ:

محمد نیر رضا مصباحی

کٹیہار، بہار

ہدیۂ تشکر

گل گلزار سیادت، شیخ طریقت الشاہ میر سید حسین احمد المعروف حسین میاں صاحب قبلہ واحدی مد ظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ واحدیہ زاھدیہ وبانی جامعہ میر عبد الواحد بلگرام شریف کے ہم دل کی گہرائیوں سے ممنون کرم ہیں کہ آپ نے اس کتاب کو ملاحظہ فرماکرانتہائی مسرت کااظہار فرمایااور دعائیہ کلمات سے نوازا۔

نیز ہم شکر گزار ہیں سیدی آقائے نعمت استاذ محترم حضرت علامہ مولانا محمد ناظم علی مصباحی صاحب قبلہ مد ظلہ العالی والنورانی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی کے کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود وقت نکال کراس ناچیز کم علم کی حقیر سی کاوش کو ملاحظہ کیااور اس کے لیے ایک تصدیق جمیل وتقریظ جلیل تحریر فرماکر ہمت افزائی فرمائی۔اور ہم حضرت مولانا محمد سلیم مصباحی صاحب قبلہ ڈنڈوہ بزرگ ،گرسہائے گنج ضلع قنوج یوپی کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کے لیے اپنا قیمتی وقت دیا۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کے فیوض وبرکات کو ہمیشہ جاری رکھے۔(آمین)

نوٹ:کتاب کی تصحیح وغیرہ کا خوب خیال رکھا گیا ہے،پھر بھی اس کتاب کی کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں توبرائے کرم ہمارے پتے پر مطلع کریں تاکہ اس غلطی کو صحیح کرلیاجائے۔(شکریہ)

فہرست

تقریظ جلیل

از قلم:۔ حضرت علامہ مولانا محمد ناظم علی مصباحی

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ وصحبہ

اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:﴿اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ﴾ (المنافقون/۱،پ۲۸)

ترجمہ کنزالایمان: جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (البقرۃ/۱۴،پ۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں۔

نیز رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نےارشاد فرمایا:
((مثلالمنافق کالشاۃ العائرۃ بین الغنیمین تعیر الی ھذہ مرۃ والی ھذہ مرۃ)) (مشکواۃ، کتاب الایمان/باب الکبائر)

ترجمہ: منافق کی مثال دو بکروں کے درمیان چکر لگانے والی اس بکری کی طرح ہے جو کبھی ادھر منہ مارے اور کبھی ادھر منہ مارے۔

اس طرح کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں جن کا احاطہ اس مختصر سی تحریر میں ممکن نہیں ہے۔ مگر ان آیتوں اور حدیثوں سے روز روشن کی طرح یہ حقیقت عیاں و آشکارا ہے کہ عہد رسالت میں کچھ منافقین تھے جن کے متعلق اللہ عزوجل نے اپنے نبی پاک سید عالم ﷺ سے وہ ارشاد فرمایا جو اوپر گزرا اور نبی دو جہاں رحمت عالمیاں ﷺ نے اپنے جوامع الکلم میں ان کی وہ مثال ارشاد فرمائی جو گزری۔ ہر دور میں منافقین تھے جنہوں نے مذہب اسلام کو سخت نقصان پہنچایا۔ جب وحی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اعظم سید عالم ﷺ کو وحی کے ذریعہ ان کی اطلاع فرماتا، نیز نبی دو جہاں ﷺ اللہ عزوجل کی عطا فرمودہ اپنی غیب بیں نگاہوں سے ان منافقوں کو اچھی طرح جان لیتے تھے اور ان کی نشاندہی فرماتے تھے۔ حدیث پاک کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے ان منافقوں کی علامتیں اور صفتیں روز روش کی طرح عیاں وآشکارا ہیں۔

مفسرین کرام، وشارحین احادیث اور علمائے ملت نے ان نشانیوں کی روشنی میں منافقوں کی علامتیں مقرر فرمائیں اور ان نشانیوں کی روشنی میں قرآن وحدیث کے مطابق ان کے ساتھ معاملات فرمائے۔ آج بھی وہ نشانیاں جس شخص کے اندر واضح طور پر متحقق ہوں گی قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق ان کے ساتھ وہی معاملہ ہو گا۔

نفاق دو طرح کا ہے: ایک عمل اور دوسرے اعتقاد کا۔ اعتقاد کا نفاق حد درجہ ضرر رساں ہوتا ہے۔ یہ اعتقاد ہی کا نفاق ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ رہیں توان سے کہیں ہم آپ کے ساتھ اور آپ کے دینی وایمانی بھائی ہیں اور جب باطل کے پاس جائیں توانہیں اپنا بھائی اوراپنا ہم مذہب ظاہر کریں۔ قرآن کریم کا ارشاد پاک ہے:﴿ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ-فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى-لَا انْفِصَامَ لَهَاؕ-وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۙ-یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ-وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُۙ-یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِؕ-اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (البقرۃ/۲۵۶۔۲۵۷،پ۳)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیریوں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

ایمان و اسلام اور کفر و شرک کی راہ الگ الگ ہے، ایک مومن صادق اور مسلمان مخلص کی شان یہ ہے کہ ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے اور ایمان و اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہے اور حق اور باطل کو ایک کرنے کی ناپاک کوشش نہ کرے۔ حق کی راہ الگ ہے اور ناحق کی راہ الگ ہے۔رب العالمین نے ارشاد فرمایا:﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُؕ-اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (بنی اسرائیل/۸۱،پ۱۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

امام اہل سنت، مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تونے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

ایمان اور کفر کی راہ واضح ہو جانے کے بعد کفر کو ایمان و اسلام قرار دینا یہ کفر خالص ہے۔ یاد رکھیں ضروریات دین کا کھلے طور پر انکار کرنے والا کافر اور ایمان و اسلام سے خارج ہے، ایمان و اسلام سے اس کا رشتہ قائم نہیں رہتا بلکہ یکسر منقطع ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ دین کی تمام ضروری باتوں کو دل سے مان لینے، قبول کر لینے، تسلیم کر لینے اور تصدیق کر لینے کا نام ایمان ہے۔ تو جب دین اور اسلام کی تمام ضروری باتوں میں سے کسی

ایک بات کا روشن انکار کر دیا تو وہ دین کی تمام ضروری باتوں کا معتقد کہاں رہا اور ایمان و اسلام سے اس کا رشتہ کیسے محکم رہا؟

مجھے حیرت ہے ان لوگوں پر جو ایمان و اسلام اور کفر و ناحق کو ایک ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں اور ضروریات دین کا روشن انکار کرنے والوں کو اپنا دینی و ایمانی بھائی ثابت کرنے کے لیے سعی لا حاصل کر رہے ہیں۔ آج فتنہ کا دور ہے، ایک دو فتنے نہیں گونا گوں فتنے سر اٹھا رہے ہیں اور ایمان و اسلام کا لبادہ اوڑھ کر بھولی بھالی قوم کو گم گشتہ راہ کرنے کی ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں۔ ہمارے اسلاف امت اور اکابر ملت کی گراں قدر تحقیقات ہمارے لیے بس ہیں، انہوں نے کامل تحقیق کے بعد حکم شرع ارقام فرمایا۔ ہمیں ان ناحق پرستوں کی ریشہ دوانی میں نہیں آنا ہے۔ امام اہل سنت مجدد دین و ملت اور علمائے عرب و عجم اور علمائے حل و حرم نے جو حکم صادر فرمایا اس کے سامنے ہمارا سر تسلیم خم ہے۔ اس کے خلاف ہمارے کان بہرے ہیں فأذني عند صمّاء۔

جو شخص کفر متعین کے مرتکب کو مومن مخلص اور سچا مسلمان کہے وہ کوئی بھی ہو کیا وہ اپنے اس قول و عمل میں صادق ہے؟ ہر گز نہیں؛ اس لیے امت مسلمہ اس فتنہ کے زمانہ میں ایسے رہزنوں سے ہوشیار رہے! وہ خود بھی راہ راست سے برگشتہ و منحرف ہیں اور دوسروں کو برگشتہ کرنے کی ناپاک کوششیں کر رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے لوگوں کی ریشہ دوانیاں بے نقاب کی جائیں اور ایمان و اسلام کا روشن چہرہ امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا جائے۔

آج کے پر آشوب دور میں داعیان اسلام کی یہ اہم ذمہ داری بنتی ہے کہ ایسے فتنوں کا سر قلم کریں اور دین اسلام کے خلاف عام کیے جانے والے ناپاک جرثومے کا خاتمہ اور سد باب کریں۔ ہمارے داعیان اسلام کی دور رس اور حقیقت بیں روشن نگاہیں

ایسے ناپاک فتنوں کا سختی سے محاسبہ کریں اور ایمان واسلام کو کفر وضلال سے واضح وممتاز فرمائیں۔

نہایت ہی خوشی ومسرت کا مقام ہے کہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے گراں قدر لائق وفائق فرزند حضرت مولانا محمد نیر رضا مصباحی خطیب وامام جامع مسجد کسم کھور قنوج (یوپی) نے ایک کتاب بنام "منافقوں کی پہچان" قلم بند فرمایا ہے اور حالات کے تقاضوں کے مطابق قرآن کریم کی روشن آیتوں اور گراں قدر حدیثوں کا انتخاب فرما کر علمائے امت کے مستند اقوال وارشادات وتوضیحات کی روشنی میں منافقوں کی نشانیوں کو واضح فرمایا ہے اور نفاق کے اقسام واحکام پر خاصہ روشنی ڈالی ہے، تاکہ امت مسلمہ نفاق کے سخت ترین فتنہ سے محفوظ رہے اور اپنا ایمان واعتقاد نفاق سے آلودہ وپراگندہ کرنے سے دور رہے اور ان علامتوں اور اوصاف کے حامل افراد سے سخت احتراز واجتناب کرے۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک سید عالم ﷺ کے صدقہ وطفیل ان کی اس گراں قدر علمی وقلمی کاوش اور مخلصانہ دینی خدمت کو مقبول انام اور مقبول خاص وعام فرمائے، امت مسلمہ کو نفاق کے فتنہ وضرر سے اپنی پناہ خاص عطا فرمائے اور نفاق کے حامل لوگوں سے محفوظ ومامون فرمائے اور مذہب حق پر استقامت عطا فرمائے۔آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی الہ و اصحابہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات الی یوم الدین۔

محمد ناظم علی رضوی مصباحی
خادم جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی
۱۴۴۶/۸/۱۷
۲۰۲۵/۲/۱۶ بروز یک شنبہ مبارکہ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امابعد!

یہ کتاب ایک مقدمہ اور ایک باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں ہم نفاق کے لغوی و شرعی معنی، اس کی وجہ تسمیہ، قبل اسلام و اسلام میں اس کی تاریخ، نفاق کے اقسام، ان کے احکام اور دیگر کچھ بنیادی باتیں ذکر کریں گے۔ اور باب میں نفاق کی علامتیں اور خاتمہ میں نفاق سے برائت کی علامت اور نفاق سے توبہ کرنے کا طریقہ بیان کیا جائے گا۔

نوٹ: یہ اس کتاب کی پہلی قسط ہے۔ اس کی دوسری قسط بنام "مومنوں کی نشانیاں" جو ایک باب اور کچھ اہم فائدوں پر مشتمل ہو گی، اس کو ہم انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ سال جاری کریں گے۔

مقدمہ

-: نفاق سے متعلق کچھ بنیادی باتوں کے بیان میں :-

نفاق کے معنٰی لغت میں خلافِ باطن کے اظہار کو نفاق و منافقت کہتے ہیں۔ یہ منافق کا فعل اور نَافَقَ کے مصدر ہیں۔ اور شریعت میں منافق اس انسان کو کہتے ہیں جو دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان ظاہر کرے، یا جو دل میں عداوت چھپا کر زبان سے دوستی کا اظہار کرے، یا جو زبان سے تو اسلام کی تعریف کرے مگر اس پر عمل نہ ہو۔ (۱)

حدیث شریف میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ منافق کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ((الذی یصف الاسلام ولا یعمل بہ،(ش))) (۲) ترجمہ: جو اسلام کی تعریف کرے اور اس پر عمل نہ کرے۔

وجہ تسمیہ بعض جانور مثلا چوہا خرگوش وغیرہ زمین کو کھود کر اپنے ٹھکانے کچھ اس طرح بناتے ہیں کہ ان کے دو یا دو سے زیادہ سوراخ ہوتے ہیں، جب ان کا دشمن انہیں اپنا لقمہ بنانے کے لئے ان پر حملہ کرتا ہے تو وہ ان میں چھپ جاتے ہیں، جب ایک سوراخ میں تلاش کیا جائے تو دوسرے سے نکل جاتے ہیں۔ اب نفاق کو نفاق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ یا تو نَفَقَ الیربوع سے بنا ہے بمعنی جنگلی چوہا سوراخ میں داخل ہوا۔ منافق کو سوراخ میں داخل ہونے والے چوہے سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح وہ بل میں چھپ کر اپنا بچاؤ کرتا ہے

(۱).[الف]۔۔۔ (نافق) نفاقا، و منافقۃ: فلان: اظہر خلاف مایبطن۔ (المنافق): من یخفی الکفر و یظہر الایمان۔ و ۔من یضمر العداوۃ ویظہر الصداقۃ۔ و.من یظہر خلاف مایبطن۔ مختصرا۔ (المعجم الاوسیط،ص:۹۴۲)

[ب]۔۔۔ نافق: منافقۃ و نفاقا الیربوع: دخل فی نافقائہ۔ و۔فی دینہ: ستر کفرہ بقلبہ و اظہر ایمانہ بلسانہ فہو منافق۔ (المنجد، جزء۲، ص:۸۲۸) [ج]۔۔۔ النفاق: اظہار الایمان باللسان و کتمان الکفر بالقلب۔ (معجم التعریفات للجرجانی،ص:۲۰۶)

(۲).(کنز العمال، کتاب الایمان،صفات المنافقین، رقم ۱۶۱۴، جزء ۱/۳۷۶)

اسی طرح منافق بھی اپنے کفر و فجور کو چھپا کر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے۔

یا نَافِقَاءُ الیربوع سے بنا ہے بمعنی جنگلی چوہے کے پوشیدہ سوراخوں میں سے ایک داخل ہونے والا سوراخ اور دوسرا سوراخ جس سے وہ نکلتا ہے اس کو قاصعاء کہتے ہیں۔ یہی حال منافق کا ہے کہ وہ دو رخ اپنا لیتا ہے اور موقع محل کے لحاظ سے ایک چہرے کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ (۱)

نفاق کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے جو نفاق کے ساتھ مشہور ہوا اور منافق کہلایا وہ کنعان بن نوح ہے۔ (۲) اس میں وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ اس کی قوم بھی شریک تھی۔ چنانچہ حضرت عبد بن حمید بن ہلال رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایک شخص کو اس بات پر مزدور مقرر کیا کہ وہ کشتی کے کام میں آپ کا ہاتھ بٹائے گا، اس کے بعد اس نے آپ کے ساتھ ملکر کام کیا، جب کشتی کے عمل سے فارغ ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے فرمایا: دو باتوں میں سے جو چاہے تو اپنے لئے پسند کرلے یا تو میں تجھے تیری پوری اجرت دے دیتا ہوں یا پھر اس پر راضی ہو جا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ظالم قوم سے نجات دے۔ وہ بولا میں اپنی قوم سے مشورہ کرکے بتاتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے اپنی قوم سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا:

---

(۱)۔۔۔ سمی المنافق منافقا، لانه یستر کفره، و یغیّبه، فشبّه بالذی یدخل النفق، وهو السرب، فیستتربه۔ وقیل: سمی به من نافقاء الیربوع، فان الیربوع له جحر یقال له: النافقاء، وآخر، یقال له: القاصعاء، فاذا طُلِبَ من القاصعاء قصع، فخرج من النافقاء، کذا المنافق یخرج من الایمان من غیر الوجه الذی یدخل فیه۔

(شرح السنة للبغوی، کتاب الایمان، باب علامات النفاق، جزء ۱/۷۱-۷۲)

(۲)۔(حسن التنبه للعلامة نجم الدین الغزی، باب النهی عن التشبه بالمنافقین، جلد۹/۱۴۷)

جاکر اپنی مختنانہ لے، اس نے آکر بتایا مجھے اپنی مزدوری چاہئے۔ آپ نے اسے پوری مزدوری دے دی۔ اس کے بعد وہ شخص جہاں بھی جاتا آپ اس پر نظر رکھتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا جو حکم دیا، تو وہ پانی میں ڈوبنے لگا اور بولا یہ وہی کشتی ہے جو میں نے اپنے لئے بنائی تھی۔ آپ نے فرمایا: تیرے لئے وہ ہے جس پر تو راضی ہوا تھا۔ پھر وہ غرق ہونے والوں کے ساتھ غرق ہوگیا۔ (۱)

اور اس امت میں سب سے پہلا منافق عبداللہ بن اُبَیّ ابن سَلُول ہے۔ یہ مدینے کا سربراہ تھا۔ اس کا تعلق خزرج قبیلے سے تھا۔ یہ زمانۂ جاہلیت میں اوس و خزرج دونوں قبیلوں کا سردار تھا۔ واقعۂ ہجرت سے پہلے تمام مدینہ والوں نے اس کو اپنا بادشاہ مان کر اس کی تاج پوشی کی تیاری کرلی تھی۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ شریف تشریف لانے کے بعد وہ سب مسلمان ہوگئے اور یہ پروگرام ختم ہوگیا۔ چنانچہ اس غم و غصہ میں عبداللہ بن اُبی عمر بھر منافقوں کا سردار بن کر اسلام کی بیخ کنی کرتا رہا او اسلام و مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مصروف رہا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے پہلے نفاق کا نام و نشان نہ تھا۔ اور ہجرت کے بعد بھی واقعۂ بدر عظمیٰ تک اس کا وجود نہ تھا۔ جب بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور مسلمانوں کو عزت بخشی تو عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ اس واقعہ میں تو میں شکست کھا گیا۔ پھر اس نے مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچایا۔ اس مذموم حرکت میں کافروں کے کئی گروہ اور چند یہودی اس کے پیروکار بنے۔ اور وہیں سے اہل مدینہ اور آس پاس کے عربوں میں نفاق کی بنیاد پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کی صفات خبیثہ کا تذکرہ صرف انہیں سورتوں میں ملتا ہے جو کہ مدنی سورتیں کہلاتی ہیں۔ اور منافقین کے بارے میں جو بھی آیت اتری ہے وہ غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے۔ (۲)

(۱). (حسن التنبه، باب النهى عن التشبيه بكنعان بن نوح، جلد ۶/۴۵۳-۴۵۴)

(۲). [الف] السيرة النبوية لابن هشام، نبذ من ذكر المنافقين، القسم الاول، جزء ۲، ص: ۵۸۴ [ب] حسن التنبه، باب النهى عن التشبه بالمنافقين، ۹/۱۴۸]

منافقین کی صحیح تعداد تو اللہ و رسول (عز وجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جانیں۔ البتہ احادیث میں ان کی تعداد سے متعلق اجمالاً کچھ تذکرہ ملتاہے۔ اور کچھ کے نام کے ساتھ ساتھ ان کے مخصوص اوصاف کا بھی بیان ہوا ہے۔ چنانچہ،

صِلَہ بن زُفَر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے منافقین کا معاملہ کیونکر پہچانا؟ جب کہ اس کو کوئی صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر بھی نہ جان پائے؟ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہا تھا اور آپ اپنی سواری پر سو رہے تھے، کہ اتنے میں، میں نے لوگوں کی آوازیں سنیں، ان میں سے کچھ کہہ رہے تھے: اگر ہم حضور کو ان کی سواری سے نیچے گرادیں تو (معاذ اللہ) آپ کی گردن ٹوٹ جائے گی پھر ہمیں ہمیشہ کے لئے ان سے راحت مل جائے گی۔ تو میں ان کے اور حضور کے درمیان چلا اور زور زور سے چلانے لگا، اتنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوگئے اور پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: حذیفہ۔ پھر پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ میں نے عرض کی: فلاں، فلاں یہاں تک کہ میں نے ان سب کو گنادیئے۔ حضور نے پوچھا: جو انہوں نے کہا تو نے سنا؟ میں نے عرض کی: جی حضور! اسی وجہ سے تو میں ان کے اور آپ کے درمیان میں ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام لیکر فرمایا کہ یہ فلاں، فلاں منافق ہیں، تم کسی کو بالکل مت بتانا۔ (۱)

اور حضرت حذیفہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وادی کے اندرونی حصے کا راستہ اختیار فرمایا جبکہ لوگوں نے پہاڑ کی اونچائی کا راستہ لیا۔ اتنے میں سات نقاب پوش آگئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو

(۱).(المعجم الکبیر للطبرانی، محمد بن حمزۃ عمرو الاسلمی عن ابیہ، رقم ۳۰۱۴، جزء ۳/ ۱۸۲-۱۸۳)

حضرت حذیفہ جو آگے سے سواری کو کھینچ رہے تھے اور حضرت عمار جو پیچھے سے ہانک رہے تھے، ان دونوں سے فرمایا: سواری کو باندھ دو، انہوں نے کچھ نہ کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نقاب پوشوں کو دیکھ کر فرمایا: اے حذیفہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: میں ان میں کے صرف سرخ اونٹ والے کو ہی پہچانتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ فلاں شخص ہے۔ (۱)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر اور وَدیعہ بن ثابت میں کچھ کہاسنی ہوگئی، ودیعہ نے حضرت عمار سے کہا: تو تو بس ابو حذیفہ بن مغیرہ کا ایک ادنیٰ سا غلام ہے جس کو کہ انہوں نے بعد میں آزاد کر دیا تھا۔ حضرت عمار نے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ گھاٹی والے کتنے تھے؟ وہ بولا: خدا بہتر جانے! آپ نے فرمایا: اپنی جانکاری بتاؤ، تو ودیعہ خاموش ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: میں بتاؤں کہ وہاں کون کون موجود تھا؟ حضرت عمار اسے یہ بتانے ہی والے تھے کہ وہ بھی ان میں موجود تھا، اتنے میں ودیعہ بول پڑا کہ ہم لوگ آپس میں یہ باتیں کرتے تھے کہ وہ (نقاب پوش) چودہ افراد تھے۔ حضرت عمار نے فرمایا: اگر تو بھی ان میں شامل تھا تو پھر وہ پندرہ تھے۔ ودیعہ بولا: اے ابوالیقظان! توقف کرو مہلت دو تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آج مجھے رسوا نہ کرو۔ تو حضرت عمار نے فرمایا: میں نے کسی کا نام نہیں لیا ہے اور نہ کبھی کسی کا نام بتاؤنگا، ہاں! اتنی گواہی دیتا ہوں کہ وہ نقاب پوش پندرہ آدمی تھے، ان میں سے بارہ دنیا و آخرت میں اللہ و رسول سے لڑنے والے تھے۔ (۲)

اور حضرت ابوالطفیل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے نکلے اور ایک گھاٹی کے پاس پہنچ کر اپنے منادی کو حکم فرمایا کہ وہ یہ

---

(۱).(معجم الزوائد، کتاب الایمان، باب منه: فی المنافقین، رقم ۴۳۰، جلد ۱/۵۳۳)
(۲).(المعجم الکبیر، تسمیة اصحاب العقبة، رقم ۳۰۱۵، جزء ۳/۱۸۳)

اعلان کردے: خبردار کوئی پہاڑی راستہ ہر گز اختیار نہ کرے کیونکہ اس اونچے پہاڑی دشوار راستہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے۔ اور حضور سواری پر چل رہے تھے، حضرت حذیفہ اس کو آگے سے کھینچ رہے تھے اور حضرت عمار پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ اتنے میں اونٹوں پر سوار نقاب پوشوں کا ایک جتھہ ہماری جانب متوجہ ہوا یہاں تک کہ وہ جتھہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آگیا۔ حضرت عمار پلٹ کر ان اونٹوں کے چہروں پر مارنے لگے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ سے فرمایا: آگے کھینچو آگے کھینچو۔ اتنے میں حضرت عمار بھی حضور سے آملے، تو ان سے فرمایا: پیچھے سے ہانکو پیچھے سے ہانکو، یہاں تک کہ حضور نے اونٹ کو بٹھایا اور حضرت عمار سے فرمایا: کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: نہ! وہ تو ڈھاٹا باندھے ہوئے تھے، لیکن میں نے سارے کے سارے اونٹوں کو پہچان لیا ہے۔ حضور نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ وہ کیا کرنا چاہتے تھے؟ انہوں نے عرض کی: اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ان کا ارادہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غالب آکر حضور کو پہاڑ کی اونچائی سے نیچے گرادیں (معاذ اللہ رب العالمین)۔ پھر جب اس واقعہ کے بعد حضرت عمار اور انہیں میں کے ایک شخص کے بیچ کچھ کہا سنی ہوگئی تو آپ نے اس سے کہا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ گھاٹی والے جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دھوکا دینا چاہا تھا وہ کتنے آدمی تھے؟ وہ بولا: ہمارا خیال ہے کہ وہ چودہ افراد تھے۔ آپ نے فرمایا: اگر تو ان میں شامل تھا تو پھر وہ پندرہ تھے۔ اور عمار یہ گواہی دیتا ہے کہ بارہ افراد دنیا و آخرت میں اللہ و رسول سے جنگ کرنے والے تھے۔ (۱)

حضرت زبیر بن بکّار فرماتے ہیں کہ عقبہ یعنی گھاٹی والوں کے نام یہ ہے:

(۱).(مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب منہ: فی المنافقین، رقم ۴۳۲۔ جلد ۱/۵۳۴-۵۳۵)

(۱)معتّب بن قُشیر بن مُلَیل، اس کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا، یہ جنگ بدر میں موجود تھا، اسی نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانے کی بات کرتے ہیں جبکہ زیر آسمان ہم میں سے کسی کی جان بھی محفوظ نہیں ہے۔ اور اسی نے بکا تھا: {لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا-}(۱) ترجمہ کنزالایمان: ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔

حضرت زبیر فرماتے ہیں: اور اسی شخص کے خلاف زبیر نے مذکورہ کلام کی گواہی دی تھی۔

(۲) وَدِیعہ بن ثابت بن عمرو بن عوف، یہی وہ شخص ہے جس نے کہا تھا: {اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُؕ}(۲) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ (شان نزول: غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمسخراً کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے کتنا بعید خیال ہے۔ اور ایک نفر بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سنکر ہنستا تھا۔ حضور نے ان کو طلب فرماکر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کا یہ عذر و حیلہ قبول نہ کیا گیا اور ان کے لئے یہ فرمایا گیا جو آگے ارشاد ہوتا ہے: یعنی تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔)

(۱).(آل عمران/۱۵۴،پ۴)
(۲).(التوبة/٦٥،پ١٠)

اور اسی نے کہا تھا: مجھے کیا ہو گیا کہ میں اپنے ان قاریوں کو دیکھ رہا ہوں جنہوں نے ہمارے پیٹ میں خواہشات بھر دیئے اور دشمن سے لڑتے وقت ہمیں بزدل بنادیا۔

(۳) جَدّ بن عبداللہ بن نَبْتَل بن حارث، اس کا تعلق بھی بنی عمرو بن عوف سے تھا۔ اسی کے متعلق حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا تھا: اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون ہے کالا کلوٹا، گھنے بال والا، اس کی دونوں آنکھیں گویا پیتل کی دو ہانڈیاں ہیں، یہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اس کا جگر گدھے کا جگر ہے، یہی آپ کی خبر منافقوں کو پہونچاتا ہے، یہی آپ کی مخبری کرتا ہے۔

(۴) حَارِث بن یزید طائی، یہ بنی عمرو بن عوف کا حلیف تھا۔ اسی نے اس کنوئے تک جانے میں پہل کی تھی جس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان جاری کر رکھا تھا کہ کوئی بھی وہاں پہنچنے میں مجھ پر سبقت نہ کرے۔ مگر اس نے سب سے پہلے اس کا پانی پیا۔ (یہ حدیث آگے آرہی ہے)

(۵) اَوْس بن قَیْظِیّ، یہ بنی حارثہ قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اسی نے یہ بکواس کی تھی: {إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ}[1] ترجمہ کنزالایمان: کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں۔

(۶) جُلاّس بن سُوید بن صامت، یہ بھی قبیلہ بنی عمرو بن عوف سے تھا۔ ہم تک خبر پہونچی کہ اس نے اس واقعہ کے بعد توبہ کرلی تھی۔

(۷) سَعْد بن زُراہ، یہ بنی مالک بن نجّار قبیلے سے تھا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دھواں چھوڑنے والا شخص یہی تھا۔ یہ سب سے کم عمر لیکن سب میں خبیث تر تھا۔

(۱) (الاحزاب/۱۳، پ۲۱)

(۸) سُوَید (۹) رَاعِش، یہ دونوں بَلحُبلٰی قبیلے سے تھے۔ یہ دونوں ان منافقین میں سے تھے جنہیں منافقوں کے سردار ابن اُبی نے غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کو رسوا کرنے کے لئے تیار کر رکھا تھا۔

(۱۰) قَیس بن عمرو بن فَھد

(۱۱) زَید بن نُصَیب، یہ قبیلۂ بنی قَینُقاع کے یہودیوں میں سے تھا۔ اس نے زبان سے اسلام کو ظاہر کیا جبکہ اس اظہار میں یہودی کا دھوکا اور منافق کا نفاق شامل تھا۔

(۱۲) سُلاَلہ بن حِمَام، یہ بھی بنی قینقاع سے تھا اور اسلام کا اظہار کیا تھا۔[۱]

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فی اصحابی اثنا عشر منافقا منهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يَلِجَ الجملُ فی سَمّ الخِيَاطِ))[۲] ترجمہ: میرے ساتھیوں میں بارہ منافقین ہیں، ان میں سے آٹھ جنت میں داخل نہیں ہونگے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔ (یعنی جیسے یہ ناممکن ہے ایسے ہی ان کا جنت میں جانا ناممکن ہے۔)

حضرت ابو الطفیل بیان فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ تبوک ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا: پانی کم ہے لہذا مجھ سے پہلے کوئی نہ پیئے، پھر حضور پانی کے پاس تشریف لائے تو کیا دیکھا کہ کچھ لوگ تو پہلے پانی پی چکے ہیں، اس پر آپ نے ان پر لعنت بھیجی۔[۳]

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ دیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا: بے شک تم میں سے کچھ

(۱). (المعجم الكبير، تسميه اصحاب العقبة، رقم ۳۰۱۶، جزء ۳/ ۱۸۴-۱۸۵)

(۲). (مسند امام احمد، رقم ۲۳۳۱۹' جزء ۳۸/ ۳۴۵۔ السنن الكبرىٰ للبيهقی، كتاب المرتد، باب ما يحرم به الدم الخ، رقم ۱۶۸۳۶، جزء ۸/ ۳۴۴ بروايت مسلم فی الصحيح)

(۳). (مجمع الزوائد، كتاب الايمان، باب منه: فی المنافقين، رقم ۴۳۴، جلد ۱/ ۵۳۷)

لوگ منافق ہیں، تو میں جس کے نام لوں وہ کھڑا ہو جائے۔ پھر فرمایا: ((قم یافلاں، قم یا فلاں، قم یا فلاں،)) اے فلاں! کھڑا ہو جا، اے فلاں! کھڑا ہو جا، اے فلاں! کھڑا ہو جا، یہاں تک کہ چھتیس لوگوں کے نام لے دیئے۔ پھر فرمایا: بے شک یہ لوگ تمھارے ہی بیچ رہتے ہیں یا فرمایا تمہیں میں سے کچھ لوگ ہیں، لہذا اللہ سے ڈرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: اس واقعے کے بعد حضور نے جن کے نام لئے تھے ان میں سے ایک شخص کے پاس سے حضرت عمر فاروق اعظم کی گزر ہوئی، اس نے کپڑے سے اپنا منہ چھپا رکھا تھا، آپ اس کو پہچانتے تھے، فرمایا: تجھے کیا ہوا کپڑے سے منہ کیوں ڈھک رکھا ہے؟ بولا: حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسا ایسا فرمایا۔ تو آپ نے بد دعا دیتے ہوئے فرمایا: تیرے لئے ہلاکت آج کے بعد ہمیشہ کے لئے اللہ تجھے خیر سے محروم کرے!۔ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ((انزل الله تعالىٰ ذكر سبعين رجلا من المنافقين باسمائهم واسماء آبائهم ثم نسخ ذكر الاسماء رحمة للمؤمنين لئلا يعير بعضهم بعضا لان اولادهم كانوا مؤمنين)) (۲) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی ستّر منافقوں کے نام مع ولدیت بتائے، پھر مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے ان ناموں کو مٹا دیئے، تاکہ ایک دوسرے کو عیب نہ لگائے، کیونکہ ان کے اولاد ایمان والے تھے۔

منافقین کی ذلت بچے کی ذلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے باپ کا ہی پتہ نہ ہو۔ منافق کا حال بالکل ولد نا معلوم کی طرح ہے جو ہمیشہ تردد کا شکار رہتا ہے۔ منافقین کو شیطان اور خواہشات نفسانیہ نے اپنے درمیان ایسا حیران و سرگرداں کر رکھا ہے کہ کبھی ایک حال پر ٹکتے ہی نہیں۔

(۱). (مسند امام احمد، ابی مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری، رقم ۲۲۳۴۸، جزء ۳۶/۳۷)
(۲). (تفسیر البغوی' سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۶۴' جلد ۴/۶۸)

اللہ عزوجل فرماتا ہے: {مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ} (۱) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے (نہ خالص مؤمن نہ کھلے کافر)

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافر و مؤمن و منافق کی ایک نہر کی مثال دی کہ یہ تینوں ایک نہر پر پہنچیں تو مؤمن نہر کے پار چلا جائے، لیکن کافر ڈر کے مارے کھڑا ہو جائے اور منافق نہر میں چھلانگ لگادے لیکن نہر کے درمیان جاکر ڈبکیاں کھانے لگے، تو مؤمن کہے آجا کامیاب ہو جائے گا، اُدھر کافر کہے کہ واپس آجا ورنہ تباہ وبرباد ہو جائے گا۔ وہ منافق دونوں کی بات سن کر حیرانی و پریشانی میں پڑ جائے کہ اب کیا کروں، نہ آگے جاتا ہے نہ پیچھے، اِدھر پانی کا زور پڑا تو وہ پانی میں غوطے کھانے لگے، بالآخر پانی کی موجوں میں مرجائے۔

اے کہ داری نفاق اندر دل　　　　خار بادت خلیدہ اندر حلق

ترجمہ: اے فلاں! تو دل میں منافقت رکھتا ہے خدا کرے تیرے حلق میں کانٹا چبھے۔

ہر کہ سازد نفاق پیشہ وخویش　　　　خوار گردو بنزد خالق و مخلوق

ترجمہ: جو منافقت کا طریقہ رکھتا ہے وہ خالق و مخلوق دونوں کے نزدیک ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ (۲)

صحیح مسلم کی حدیث ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مثل المنافق کالشاۃ العائرۃ بین

(۱).(النساء/۱۴۳،پ۵)
(۲).(تفسیر روح البیان مترجم۳/۳۲۳)

الغنمین تعیر الیٰ ھذہ مرۃ و الیٰ ھذہ مرۃ))[1] ترجمہ: منافق اس بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان گھومے اور چکر لگائے کبھی اِس بکرے کے پاس پہنچ جائے کبھی اس بکرے کے پاس۔

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کافر و مؤمن سب کو راضی کرنے کی کوشش میں رہنا خطرناک بیماری ہے جس سے اس کا خود اپنا کوئی دین نہیں رہتا۔ اسی لئے یہاں ایسی گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو۔ اس بیماری نفاق میں آج کل بہت سے صلح کلی مسلمان مبتلا ہیں بعض عقلمندوں کے ہاں تقیہ کرکے کافر و مومن سب کو خوش کر دینا اور ہر ایک سے نفع حاصل کر لینا عبادت ہے۔ خدا ایسی شیطانی عبادت سے بچائے۔[2]

اور یہ بھی منافقین کی ذلت و رسوائی کے سلسلے کی ایک کڑی ہی تھی کہ بظاہر مسلمان ہو کر بھی تخصیص و تعیین کے ساتھ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی لعنت کے مستحق بنے حالانکہ مسلمانوں پر ایسی لعنت کہیں نہیں آئی۔ اور ان کی اسی مذموم حرکت کی بنا پر خود بیٹا اپنے ہی باپ کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ چنانچہ،

حضرت ابوہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گزر عبداللہ بن اُبی بن سَلُول منافق کے پاس سے ہوئی، وہ اس وقت سائے میں آرام کر رہا تھا، اس نے گستاخی کرتے ہوئے کہا: ابن ابی کبشہ (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں گرد آلود کر دیا! اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی اور

(۱). (مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الکبائر الخ، رقم۵۷، ۹۷/۱ بروایت مسلم)
(۲). (مرأۃ المناجیح، ۸۲/۱)

جس نے آپ پر قرآن اتارا! ((لئن شئت لآتينك برأسه)) یعنی اگر حضور کا حکم ہو تو میں ابھی اس کا سر کاٹ کر لاتا ہوں، الحدیث۔ (۱)

حضرت سفینہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام تشریف فرما تھے اتنے میں اونٹ پر سوار ایک شخص کی گزر ہوئی جسے ایک شخص آگے سے کھینچ رہا تھا اور ایک پیچھے سے ہانک رہا تھا، یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لعن الله القائد والسائق و الراكب)) (۲) ترجمہ: آگے سے کھینچنے والے، پیچھے سے ہانکنے والے اور سوار ہونے والے تینوں پر اللہ کی لعنت ہو!

حضرت مہاجر بن قُنفُذ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کو اونٹ پر سوار دیکھ کر فرمایا: تیسرا ملعون ہے۔ (۳)

حضرت ابن الزبیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جو اس دروازے سے آتا دکھائی دیگا وہ جہنمی ہے۔ اس کے بعد فلاں شخص اس سے داخل ہوا۔ (٤)

حضرت حسن بن علی نے ابواعور سُلَمی سے فرمایا: تجھ پر تعجب ہے! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ رِعْل و ذکوان کے لوگوں پر اور عمرو بن سفیان پر لعنت نہیں فرمائی؟ (٥)

یہ وہ منافقین تھے جنہوں نے حضور کی بارگاہ میں آکر بظاہر کلمہ پڑھ کر اسلام کا اظہار کیا تھا اور پھر حضور سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ ہمارے ساتھ کچھ صحابہ کو بھیج دیں

---

(۱). (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب منه: فی المنافقین، رقم ۴۲۷، جلد ۱/۵۳۰)
(۲). (ایضا، رقم ۴۴۴، ص: ۵۴۳)
(۳). (ایضا، رقم ۴۴۵، ص: ۵۴۴)
(٤). (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب منه: فی المنافقین، رقم ۱۴۱، جلد ۱/۵۴۲)
(٥). (ایضا، رقم ۴۴۳، ص: ۵۴۳)

تاکہ وہ اور لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کریں۔ ان کے اس مطالبہ پر حضور نے ایک دستہ روانہ فرمایا جن کا امیر حضرت عاصم بن ثابت کو مقرر فرمایا۔ ان منافقین نے بئر معونہ کے پاس لیجاکر بے دردی کے ساتھ سب کو شہید کر دیا۔ اس واقعہ کو غزوۂ رجیع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نفاق کو لیکر اسلاف کا خوف منافقین کے معاملے کے سب سے زیادہ جانکار حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگر کسی کی نماز جنازہ میں شامل ہونا ہوتا تھا تو ان کی گواہی طلب فرماتے تھے۔ آپ نفاق کے معاملے میں اس قدر خوف زدہ تھے کہ ایک دن اپنے بارے میں ہی پوچھ لیا کہ کیا میں بھی منافقین میں سے ہوں؟ چنانچہ،

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے جبکہ میں بیٹھا ہوا تھا، مجھ سے فرمانے لگے: اے حذیفہ! فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے تم اس کے تعلق سے گواہی دو! پھر آپ چل پڑے حتی کہ جب مسجد سے نکلنے کے قریب ہوئے تو میری جانب متوجہ ہوئے، مجھے مسجد میں بیٹھا ہوا ہی دیکھ کر سمجھ گئے (کہ وہ شخص منافق ہے)، اب دوبارہ میرے پاس آئے اور پوچھا: ((یا حذیفه أُنشدك الله أمن القوم انا؟ قلت: اللهم لاولن ابرئ احدا بعدك)) [1] ترجمہ: اے حذیفہ! میں تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، کیا منافقین کی لسٹ میں میرا بھی نام ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہ! اور (ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ) آپ کے بعد میں ہرگز کسی کو اس فہرست سے باہر نہ کرونگا!

اور ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: میرے کچھ ساتھی وہ ہیں کہ نہ تو میں کبھی بھی انہیں دیکھوں اور نہ وہ مجھے میرے وفات کے بعد

(۱). (کنز العمال، کتاب الایمان، صفات المنافقین، رقم ۱۶۲۲، جزء ۱/۳۶۹)

دیکھیں۔ اس کی یہ خبر حضرت عمر فاروق اعظم تک پہنچی تو وہ بھاگے بھاگے حضرت ام سلمہ کے پاس پہنچے اور عرض کی: میں آپ کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، کیا میں ان میں سے ہوں ؟ آپ نے فرمایا: نہ! اور (ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ) میں ہر گز کبھی بھی آپ کے بعد کسی کو بری نہ کرونگی! (۱)

ابو ہلال راسبی بصری کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابو الحسن بصری سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو نفاق سے ڈر لگتا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اس سے کیسے مطمئن ہو سکتا ہوں جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے خوف زدہ تھے؟ (۲)

عون بن موسی بصری کا بیان ہے کہ میں نے معاویہ بن قرۃ کو فرماتے سنا: میرے اندر نفاق نہ ہو یہ بات مجھے دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے ان سب سے عزیز ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے ڈرتے تھے میں بھلا کیونکر بے خوف ہو سکتا ہوں؟ (۳)

ابو عثمان کا بیان ہے کہ میں نے ابو رجاء عطاردی سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایسے صحابہ کا دور پایا جو نفاق سے ڈرتے تھے؟ اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مبارک زمانہ پایا تھا، جواب میں فرمایا: ہاں! بحمد اللہ تعالیٰ میں نے ان کا ابتدائی بہترین دور پایا، ہاں! وہ نفاق سے حد درجہ ڈرتے تھے، ہاں! وہ نفاق سے سخت خوف کھاتے تھے۔ (٤)

(۱).(مسند امام احمد، حدیث ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم، رقم ۲۶۵۴۹، جزء ۴۴/ ۱۷۲)
(۲).(صفة النفاق و ذم المنافقین للامام المحدث ابی بکر الفریابی، باب ما روی فیمن کان یخاف النفاق، ص۷۳)
(۳).(ایضاً/۷۴)
(٤).(صفة النفاق، باب ماروی فیمن کان یخاف النفاق، ص۷۲)

جبیر بن نفیر بن عامر حضرمی کا بیان ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تشہد پڑھ کر نماز کے آخری حصے میں داخل ہوتے تو کثرت کے ساتھ نفاق سے اللہ کی پناہ مانگتے، راوی کا بیان ہے کہ حضرت جبیر نے عرض کی: اے ابو الدرداء! آپ اتنے کیوں پریشان ہیں، انت والنفاق؟ آپ کا نفاق سے کیا تعلق؟ تو آپ نے فرمایا: ((دعنا عنك دعنا عنك فو اللہ ان الرجل لیقلب عن دینه فی الساعة الواحدة فیخلع منه وفی روایة بلفظ۔ اللهم غفراً ثلاثاً۔ لا یأمن البلاء من یأمن البلاء واللہ ان الرجل لیفتن فی ساعة واحدة و ینقلب عن دینه)) [1] ترجمہ: ہمیں ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دے! خدا کی قسم! آدمی ایک لمحے میں اپنے دین سے پلٹ جاتا ہے اور اس کی بندش سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ تین بار فرمایا: یا اللہ! بخشش فرمانا! وہ آدمی بلاء سے محفوظ نہیں ہوتا جو اس سے بے خوف ہو جائے، خدا کی قسم! آدمی ایک لمحے میں فتنے میں پڑ جاتا ہے اور اپنے دین سے پھر جاتا ہے۔

یزید بن مرشد بیان فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں دجال کا تذکرہ چھڑ گیا، اس میں حضرت ابو الدرداء بھی موجود تھے، نوف بکالی نے کہا: میں دجال سے زیادہ غیر دجال سے ڈرتا ہوں، ابو الدرداء نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ نوف نے کہا: مجھے خوف ہے کہ میرا ایمان چھن جائے اور مجھے اس کا احساس تک نہ ہو۔ حضرت ابو الدرداء نے فرمایا: اے ابن کندیہ! تیری ماں تجھ پر روئے! کیا زمین پر سو آدمی بھی ایسے ہیں جو اس بات سے ڈرتے ہوں جس سے تو ڈرتا ہے؟ اے ابن کندیہ! تیری ماں تجھ پر روئے، کیا زمین پر ایسے پچاس آدمی بھی ہیں جو اس چیز سے ڈرتے ہوں جس سے تو ڈرتا ہے؟ پھر فرمایا: یہ بھی رہنے دو کیا تیس، نہیں بلکہ بیس، نہیں بلکہ دس، نہیں بلکہ پانچ، نہیں بلکہ تین آدمی بھی ایسے دکھا سکتے ہو جو اس چیز سے خوف

(۱). (ایضاً/٦٧-٦٨)

کھاتے ہوں جس سے تو خوف و دہشت میں مبتلا ہے؟ اور ہر بار یہی فرماتے کہ تیری ماں تجھ پر روئے۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ واختیار میں میری جان ہے! جو بندہ بھی اپنے ایمان پر مطمئن ہوجاتا ہے اس کا ایمان چھن جاتا ہے، یا اس سے ایمان کھینچ لیا جاتا ہے، پھر وہ ویمان کھو بیٹھتا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ایمان نہیں ہے مگر کرتے کی مانند جسے انسان کبھی پہنتا ہے اور کبھی اتارتا ہے۔ (١)

اسلم ابو عمران کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: یقیناً آدمی پر ضرور ایسے اوقات بھی آتے ہیں کہ اس کے جسم میں سوئی کے برابر بھی کوئی جگہ نفاق سے خالی نہیں ہوتی ہے، اور یقیناً انسان پر ضرور ایسے اوقات بھی آتے ہیں کہ اس کے دل میں کوئی جگہ سوئی کے برابر بھی ایمان سے خالی نہیں ہوتی ہے۔ (٢)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((انکم لتکلمون کلاما ان کنا لنعدہ علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم النفاق)) (٣) ترجمہ: بے شک تم لوگ دوران گفتگو ایسی بات بھی بول جاتے ہو جس کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفاق شمار کرتے تھے۔

نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((ان کان الرجل لیتکلم بالکلمة علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم فیصیر بها منافقا و انی لاسمعها من احدکم فی الیوم فی المجلس عشر مرات)) (٤) ترجمہ: ایک ایسی بات کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں کوئی شخص اسے اپنی زبان پر

(١).(صفة النفاق، باب ما روی فیمن کان یخاف النفاق، ص٦٩)
(٢).(ایضا/٦٩-٧٠)
(٣).(مسند امام احمد، رقم ٢٣٢٦٢' جزء ٢٩٨/٣٨)
(٤).(ایضا' رقم ٢٣٢٧٨' جزء ٣١٢/٣٨-و رقم ٢٣٣١٢، جزء ٣٣٩/٣٨)

لاتا تو اس کی وجہ سے وہ منافق ہو جاتا تھا' اور بے شک میں وہی بات تم میں سے کسی سے دن میں ایک ہی مجلس میں دس بار سن لیتا ہوں۔

جعفر بن حیان کہتے ہیں کہ حضرت حسن سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اب کوئی نفاق نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میں نفاق سے بری ہوں تو یہ چیز مجھے زمین بھر کر سونا سے زیادہ محبوب اور پسند ہے۔ (١)

ابو ادریس خولانی فرماتے ہیں: روئے زمین پر جس بشر کو اپنے ایمان جانے کا خوف نہ ہو اس کا ایمان چلا گیا۔ (٢)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: جب یہ ذکر کیا گیا کہ نفاق ایمان ہلاک و برباد کر دیتا ہے تو لوگ نفاق سے زیادہ اور کسی چیز سے خائف نہ تھے۔ (٣)

نیز حضرت حسن بصری فرماتے تھے: ((**من لم يخف النفاق فهو منافق**)) (٤) ترجمہ: جو نفاق سے خوف زدہ نہیں وہ منافق ہے۔

حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں: قرآن کی ہر وہ آیت جس میں نفاق کا ذکر ہے میں اسے اپنے اوپر لیتا ہوں اور اس سے خوف کھاتا ہوں۔ (٥)

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: ہمارے اور مُرجئہ (ایک گمراہ فرقہ) کے درمیان تین باتوں میں اختلاف ہے: ہم کہتے ہیں کہ ایمان (کامل) قول و عمل دونوں کے مجموعے کا نام ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف قول کا نام ہے، عمل کا کچھ دخل نہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ

---

(١). (ایضاً/٦٦-٧٣)
(٢). (صفة النفاق، باب ماروى فيمن كان يخاف النفاق، ص٧١)
(٣). (ایضاً/٧٢)
(٤). (ایضاً/٧٤)
(٥). (ایضاً/٧٧)

ایمان (کامل) گھٹتا اور بڑھتا ہے، جبکہ ان کہنا یہ ہے کہ ایمان نہ توگھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں نفاق کا وجود آج بھی ہے، جبکہ وہ کہتے ہیں کہ آج کوئی نفاق نہیں۔ (۱)

ابن شوذب کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری سے پوچھا گیا: ((یاابا سعید! الیوم نفاق؟قال: لو خرجوا من ازقة البصرة لاستو حشهم فیها)) (۲)

ترجمہ: اے ابوسعید! کیاآج بھی نفاق کا وجود ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر سارے منافقین بصرہ جیسی تنگ جگہ سے نکل کر باہر ہو جائیں توحسن اس بصرہ میں وحشت اور اکیلا پن محسوس کرے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((المنافقون الذین فیکم الیوم شر من المنافقین الذین کانوا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ان أولئك كانوا یسرون نفاقهم و ان هولاء أعلنوه۔ (ش))) (۳)

ترجمہ: آج جو تمھارے اندر منافقین ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین سے کہیں بدتر ہیں کہ وہ اپنے نفاق کو چھپاتے تھے اور یہ اس کا اعلان کرتے ہیں۔

حضرت ابوالبنختری کا بیان ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ! منافقین کو ہلاک و برباد کر دے! حضرت حذیفہ نے فرمایا: اگر وہ ہلاک ہوگئے تو پھر تم اپنے دشمن کی پوری جگہ سنبھال لوگے۔ (٤)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا توآپ نے اس شخص سے پوچھا: تم اور ابوأنیس کیسے ہو؟ عرض کی: جب ہم اس

---

(۱).(ایضا/۷۸)
(۲).(ایضا/۹۰)
(۳).(کنزالعمال، کتاب الایمان، صفات المنافقین، رقم ۱۶۱۵، جزء ۱/۳۷۶)
(٤).(ایضا/۳٦۸، رقم ۱٦۱٦)

سے ملتے ہیں تو خوش کن باتیں کرتے ہیں، اور جب اس سے الگ ہوتے ہیں تو دوسری باتیں کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کو بھی نفاق میں شمار کرتے تھے۔ (۱)

حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں: خطرات سے بچو! کیونکہ کبھی آدمی کا ہاتھ بھی اس کے بقیہ جسم سے منافقت کرتا ہے۔ (۲)

حضرت عمرو بن اسود عنسی جب مسجد کی طرف روانہ ہوتے تو اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے، جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: میں ایسا اس ڈر سے کر رہا ہوں کہ کہیں میرے ہاتھ نہ منافقت کریں۔ (۳)

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال بن سعد کو فرماتے سنا: تو ظاہر میں اللہ کا دوست اور دل و باطن میں اس کا دشمن مت ہونا۔ (٤)

حضرت ابو ملیکہ ذماری فرماتے ہیں: بے شک آدمی امیر و خلیفہ (یعنی حکمران) کے پاس جاکر دو ہی صورت میں واپس آتا ہے، یا تو مشرک ہوتا ہے یا منافق، کہ اگر امیر نے اسے کچھ دیا تو حقیقی دینے والے خدا کو بھول کر اس کی چاپلوسی کرنے لگتا ہے، اور اگر کچھ دینے سے منع کر دیا تو باہر آکر اس کی مذمت اور عیب جوئی کرنے لگتا ہے۔ اور جس کسی نے اپنے امام کے ساتھ یہ کام کیا اس نے یا تو منافقت کی چال چلی یا شرک کی راہ لی کیونکہ دینے والی اور روکنے والی ذات صرف خدا کی ہے۔ (٥)

---

(۱). (ایضاً/رقم ۱٦۱٤)
(۲). (صفة النفاق، باب ماروی فیمن کان یخاف النفاق، ص ۸۹)
(۳). (صفة النفاق، باب ماروی فیمن کان یخاف النفاق، ص ٧٦)
(٤). (ایضاً)
(٥). (ایضاً/۸۸)

حضرت ابراہیم تیمی نے فرمایا: میں نے جب اپنے قول کا عمل سے موازنہ کیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں جھوٹا تو نہیں۔ (۱)

اللہ اکبر! یہ ان کا حال ہے جو نہ صرف تابعی بلکہ تابعین کے فقہاء میں سے تھے، لوگوں کو عمدہ وعظ کہنے والے بہترین خطیب تھے، زہد و تقوی کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مہینے تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ حد تو تب ہوگئی کہ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے جب حضرت ابراہیم نخعی کی گرفتاری کا حکم جاری کیا تو سپاہی ہم نام ہونے کی وجہ غلطی سے انہیں پکڑ لے گئے اور جیل میں بند کر دیا۔ کچھ لوگوں نے کہا آپ کو غلطی سے پکڑا گیا ہے آپ اسے ظاہر کر دیں۔ فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے کو بچالوں اور ایک بے گناہ سزا پائے۔ اور پھر اسی قید کی حالت میں ۹۲ھ میں وصال فرمایا۔ (۲)

نیز امام بخاری نے تعلیقا ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن ملیکہ نے کہا: میں نے تیس صحابہ سے ملاقات کی وہ سب کے سب اپنے اوپر نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو یہ کہتا کہ میں جبرئیل و میکائیل کے ایمان پر ہوں۔ (۳)

اس کی تشریح میں فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یہ حضرات ایمان کی قیمت جانتے تھے۔ اور کوئی بھی قیمتی چیز رکھتا ہے اس کی کما حقہ حفاظت اسی وقت کر سکتا ہے جب ہر وقت اِس سے ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ وہ ہوشیار تھیلی میں اپنی موتی محفوظ رکھتا ہے جو ہر شخص کو جیب تراش گمان کرے۔ اسی کے مطابق صحابہ کرام ہر وقت اس سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ہمارا ایمان سلب نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ معصوم نہ تھے جیسے فرشتے معصوم ہیں۔ اسی لئے وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارا ایمان

(۱) (بخاری بشرح الکرمانی، کتاب الایمان، باب خوف المومن من ان یحبط عملہ وھو لا یشعر، جزء ۱/ ۱۸۷)

(۲) (عمدۃ القاری، جزء ۱/ ۲۷۵)

(۳) (بخاری بشرح الکرمانی، کتاب الایمان، باب خوف المومن من ان یحبط عملہ وھو لا یشعر، جزء ۱/ ۱۸۷)

جبرئیل و میکائیکل کے ایمان کے مثل ہے۔ کہ جیسے انہیں سلب ایمان کا اندیشہ نہیں ہمیں نہ ہو۔ وہ فرشتے ہیں اور معصوم ہیں۔ ان کو زوال ایمان کا کوئی خطرہ نہیں۔ یہ ان حضرات کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ اھ۔[1]

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کی: مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں منافق تو نہیں۔ آپ نے فرمایا: ((لو كنت منافقا ما خفت ذلك))[2] ترجمہ: اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہیں ڈرتا۔

کیونکہ حضرت حسن بصری نے فرمایا: اللہ سے مومن ہی ڈرتا ہے اور اللہ سے منافق ہی نڈر ہوتا ہے۔[3]

توان روایات کو پڑھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نفاق کے تعلق سے صحابہ و تابعین کسی قدر ڈر اور خوف کے عالم میں رہتے تھے۔ یہ ان کا حال ہے جنہیں ایمانی طمانیت قویہ حاصل تھی اور جن کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور مشاہدے سے بالکل قریب تھا۔ تو برسہا برس گزر جانے کے بعد دلوں کا جو حال ہوگا اس کو محسوس کر کے انسان اگر کسی طرح کی گھبراہٹ کا شکار نہ ہو تو یقیناً اس پر نفاق واقعی و حقیقی کا قوی اندیشہ ہے۔

آخری دور میں منافقین کی کثرت احادیث و آثار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرب قیامت مومن مخلص نایاب ہو جائیں گے۔ لوگ اپنے ایمان و عمل میں نفاق کی آمیزش کر لیں گے۔ منافقین کے کرتوت عام ہو جائیں گے۔ اونچے اونچے عہدوں اور منصبوں پر منافقین کا قبضہ ہوگا۔ حتی کہ ممبر و محراب اور مساجد مدارس میں بھی منافقین کی بھرمار ہوگی، چنانچہ،

(۱). (نزهة القاری، ت: ۱۰، ۳۰۹/۱)
(۲). (المعجم الکبیر، رقم ۸۸۹۱، جزء ۲۰۱/۹)
(۳). (بخاری بشرح الکرمانی، کتاب الایمان، باب خوف المومن الخ، جزء ۱۸۷/۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((لیأتینّ علی الناس زمان لو وقعَ حجر من السماء الی الارض ما وقع، الاعلی امرأۃ فاجرۃ او رجل منافق۔ (کر فی تاریخہ-عن انس))) [(۱)] ترجمہ: ضرور بالضرور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ اگر آسمان سے زمین کی طرف کوئی پتھر گرے تو وہ نہیں گرے گا مگر کسی زانیہ وفاحشہ عورت کے اوپر یا کسی منافق شخص کے اوپر۔ اس کی روایت ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں: **((یؤذن المؤذن و یقیم الصلاۃ قوم وماھم بمؤمنین))** [(۲)] ترجمہ: موذن اذان کہے گا اور لوگ نماز ادا کریں گے جبکہ ان میں کوئی ایمان والا نہ ہوگا۔

یہی اثر ایک صحیح سند کے ساتھ ان الفاظ میں مروی ہے: **((لیأتین علی الناس زمان یجتمعون فی مساجد ھم لیس فیھم مؤمن))** [(۳)] ترجمہ: ضرور بالضرور لوگوں پر ایک ایسا دور بھی آئے گا کہ وہ مساجد میں جمع ہونگے اور ان میں کوئی بھی ایمان والا نہ ہوگا۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: **((لاتقوم الساعۃ حتی یسود کل قوم منافقوھا))** [(٤)] ترجمہ: قیامت تب تک نہیں آئے گی جب تک کہ ہر قوم کے سردار ان کے منافق لوگ نہ ہوجائیں۔

---

(۱).(کنزالعمال، کتاب الفتن، رقم ۳۱۱۴۹' جزء ۱۱/۱۸۶)
(۲).(مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب منہ: فی المنافقین، رقم ۴۴۷، ۱/۵۴۴)
(۳).(صفۃ النفاق، باب ماروی فیمن کان یخاف النفاق، ص ۸۷)
(٤).(ایضاً/۹۱)

حضرت عبداللہ اشعری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرور کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد کفر کریں گے۔ یہ فرمان حضرت ابوالدرداء تک پہنچا تو انہوں نے حضور کی بارگاہ اقدس میں آکر عرض کی: مجھے خبر پہونچی کہ حضور نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد ضرور کافر ہو جائیں گے؟ فرمایا: ہاں! لیکن تو ان میں سے نہیں ہے۔ (۱)

حضرت ابوالدرداء کی ماں کا بیان ہے کہ ابوالدرداء جب کسی میت کو دیکھتے تھے کہ اسے اچھی حالت پر موت آئی ہے، تو فرماتے: اسے مبارک ہو، کاش مجھے بھی ایسی موت آتی! تو ان کی ماں ان سے کہتیں: تم یہ کیوں کہتے ہو؟ اس پر اپنی ماں کو جواب دیتے: ((هل تعلمين يا حمقاء ان الرجل يصبح مؤمنا و يمسى منافقا؟)) ترجمہ: اے میری بھول بھالی ماں! کیا آپ جانتی ہیں کہ (ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ) آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو منافق؟ ماں پوچھتیں: وہ کیسے؟ جواب دیتے: اس کا ایمان چھن جائے گا اور اس کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے میں نماز روزے کی حالت میں زندہ رہنے کی نسبت اپنے لئے ایسی موت کی تمنا کرتا ہوں۔ (۲)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فتنوں سے پہلے اعمال کرلو جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے، کہ انسان سویرا پائے گا مومن ہوکر شام کرے گا کافر ہوکر، اور شام کرے گا مومن ہوکر سویرا پائے گا کافر ہوکر، دنیاوی سامان کے بدلے اپنا دین فروخت کردے گا۔ (۳)

(۱). (صفة النفاق/۸۵)
(۲). (ایضاً/۸۹)
(۳). (صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادۃ بالاعمال، جزء ۱/۱۳۳)

نفاق کی دو قسمیں علامہ قرطبی نے فرمایا کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک نفاق فی الاعتقاد کہ جو زبان سے اپنے کو مسلمان کہے اور دل میں کفر رکھے، اس کو نفاق شرعی و تکذیبی بھی کہتے ہیں۔ دوسرے نفاق فی العمل اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرے جو مسلمانوں کے شایان شان نہ ہو منافقین کے کرتوت ہوں جیسے جھوٹ خیانت و غیرھما خبیث عادتیں اور بری خصلتیں، اس کو نفاق عرفی بھی کہتے ہیں۔ [1]

حضرت حسن بصری نے فرمایا: **((النفاق نفاقان نفاق العمل و نفاق التکذیب))** [2] ترجمہ: نفاق دو قسم کا ہے: ایک نفاق عملی دوسرے نفاق تکذیبی و اعتقادی۔

حکم: نفاق اعتقادی کفر کی بدترین قسم ہے، اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہے گا۔ نیز وہ بھی حقیقی منافق و کافر اور ابدی جہنمی ہے جو اعتقاد میں منافقین کے مشابہ ہو مثلا ضروریات دین میں سے کسی بات میں شک یا انکار کرے، اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو اور مسلمانوں کے سے کام کرتا ہو، بشرطیکہ اسی حالت میں اسے موت بھی آجائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اسلام کو ظاہر کرنے کا صرف یہ مقصد ہے تاکہ مسلمان کے ہاتھ سے جان و مال محفوظ رہ سکیں۔

اللہ عز وجل فرماتا ہے: **{اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِی الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ}** [3] ترجمہ: کنزالایمان مع خزائن العرفان: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں (منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں اظہارِ اسلام کرکے

---

(۱).(نزھۃ القاری، حدیث ۳۱،۱/۳۹۳)
(۲).(جامع ترمذی، تحت حدیث ۲۶۳۲، جزء ۴/۳۵۷، ابواب الایمان، باب ما جاء فی علامۃ المنافق)
(۳).(النساء/۱۴۵، پ۵)

مجاہدین کے ہاتھوں سے بچتا رہا ہے اور کفر کے باوجود مسلمانوں کے مغالطہ دینا اسلام کے ساتھ استہزاء (مذاق) کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔)

لیکن جو دل سے تمام ضروریات دین کی تصدیق اور زبان سے اقرار کرتے ہوئے منافقوں کے سے کرتوت کا مرتکب ہو یعنی صحت اعتقاد کے ساتھ صرف اخلاق و اعمال و احوال میں ان کے مشابہ ہو تو اگرچہ یہ سخت گناہ کبیرہ اور بسا اوقات ان کے اعتقاد یعنی حقیقی نفاق تک پہونچانے والا جرم ہے، ایسا آدمی ان کی صف میں اپنا حشر چاہتا ہے، مگر اس کا یہ حکم نہیں کہ وہ کافر ہے اور ہمیشہ جہنم کے نچلے طبقے میں رہے گا۔ [1]

ایمان و کفر میں واسطہ نہیں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اب اس زمانہ میں آدمی یا تو مسلمان ہو گا یا کافر، تیسری کوئی صورت نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔ لہذا نفاق حقیقی خالص کفر ہے۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں: ((انما النفاق كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاما اليوم فانما هو الكفر او الايمان (رواه البخاري)) [2] ترجمہ: نفاق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا، لیکن آج یہ کفر ہے یا ایمان۔ (بخاری)

یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں کچھ مصلحتیں ایسی تھیں جن کی بنا پر منافقین پر مسلمانوں کے احکام جاری کئے گئے اور انہیں قتل نہ کیا گیا اور تین قسم کے لوگ

---

(۱)....اعلم ان من تشبه بالمنافقين في الاعتقاد كان شك في شئ مما جاء به محمد صلى الله عليه وسلم او انكر شيئا منه و تلبس باقوال الاسلام و اعماله ظاهر اتقية و خوفا على دمه او ماله فهذا منافق حقيقة وهو كافر مخلد في الدرك الاسفل من النار اذا مات۔ و العياذ بالله على ذالك۔ و اما من تشبه بالمنافقين في الاخلاق و الاعمال و الاحوال مع صحة الاعتقاد و التصديق فهذا لا نحكم عليه بالكفر ولا يستوجب الخلود في النار لكنه عرض نفسه لان يحشر معهم و يكون في زمرتهم و ربما كان هذا مستبحر الهم الى اعتقادهم۔ (حسن التنبه، باب النهي عن التشبه بالمنافقين، ۹/۱۴۸-۱۴۹)

(۲).(مشكوة المصابيح، كتاب الايمان، باب الكبائر و علامات النفاق، رقم ۶۲، ۱/۱۰۲)

مانے گئے کافر، مومن، منافق۔ تاکہ کافر، منافقین کو جماعت مسلمین سے سمجھ کر ان کی کثرت سے ڈریں، ان کی خانہ جنگی سے فائدہ نہ اٹھائیں، اپنے ساتھیوں کے قتل کو سن کر ان سے نفرت نہ کریں اور اپنے مخالفین کے ساتھ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے حسن اخلاق کو دیکھ کر دوسرے منافقین آپ کی جانب مائل ہوں اور دین اسلام میں پورے طور سے داخل ہو جائیں، جیسا کہ مرقاۃ ولمعات ومرأۃ المناجیح وغیرہ میں اسی حدیث کی تشریح میں شارحین نے تحریر فرمایا ہے۔

معجم اوسط للطبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابو حذیفہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجاہدین کو بھیج کر سارے منافقین کا قتل کیوں نہیں کرادیتے؟ فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ لوگ میرے بارے میں یہ باتیں کریں کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔ (۱)

ورنہ ایسا نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کے کفریات کی خبر نہ تھی، آپ اپنے خداداد وسیع علم اور وحی ربانی سے ایک ایک منافق کو پہچانتے تھے اور ان کے کرتوت سے واقف تھے، جیسا کہ گزشتہ اوراق میں احادیث گزر چکیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: {وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ} (۲) ترجمہ: کنزالایمان: اور تمھارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے ان کی خو (عادت) ہوگئی ہے نفاق تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں (اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہو وہ ہمارا جاننا ہے کہ ہم انہیں عذاب کریں گے، یا حضور سے منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ما

(۱). (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب منه: فی المنافقین، رقم ۴۲۹، ۱/ ۵۳۲)
(۲). (التوبه/ ۱۰۱، پ ۱۱)

سبق ہے اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: {وَ لَتَعۡرِفَنَّہُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ} (اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لو گے ـــــ چنانچہ اس کے بعد جو منافق لب ہلاتا تھا حضور اس کے نفاق کو اس کی بات سے اور اس کے انداز گفتگو سے پہچان لیتے تھے۔ کنز مع خزائن) جمل و خزائن) جلد ہم انہیں دو بار عذاب کریں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

مگر ہمیں کسی خاص شخص کے بارے میں قطع و یقین کے ساتھ یہ کہنے کی اجازت نہیں کہ وہ منافق ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اقول: و باللہ التوفیق اس دلیل کی علی حسب مرامھم (ان کے مقاصد کے مطابق۔ ت) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں، نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں ـــــ کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا وہ شاکر ہو گا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ (ت) ـــــ اب جو یہ شخص مثلاً زید مومن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متّصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعا کافر۔"(۱)

اور بہار شریعت میں ہے: "اب اس زمانہ میں کسی خاص شخص کی نسبت قطع کے ساتھ منافق نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے سامنے جو دعوی اسلام کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے، جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو مُنافیِ ایمان ہے، نہ صادر ہو، البتہ نفاق کی

(۱) (فتاوی رضویہ مترجم، ۶/۱۲)

ایک شاخ اِس زمانہ میں پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے تو دعوی اسلام کے ساتھ ضروریات دین کا انکار بھی ہے۔"[1]

کفر کی قسمیں اور یہ جو آپ نے ابھی بہار شریعت کے حوالہ سے پڑھا کہ نفاق کی ایک شاخ اس زمانہ میں بھی پائی جاتی ہے، تو در حقیقت یہ بھی ایک نوع کفر بلکہ اس کی بدترین قسم ہے، کیونکہ کفر کے درجات و مراتب مختلف ہیں، بعض کفار بعض سے خبیث تر ہیں، چنانچہ یہود و ہنود نصاریٰ سے بدتر کافر ہیں، اور ان سب میں بدتر از بول و خبیث تر وہابی و دیوبندی اور دوسرے بدمذہبیان ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاکر ضروریات دین میں سے کسی شئی کے منکر ہیں، کیونکہ وہ مرتد منافق ہیں۔ یہی وہ ہیں کہ جن کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ خطرناک ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل ہر قسم کفر و کفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر و منافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔ کافر مجاہر چار قسم ہے: اول دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔ دوم مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے، جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں، اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحّد سمجھنا سخت باطل ہے۔ سوم مجوسی آتش پرست۔ چہارم کتابی یہود و نصاری کہ دہریہ نہ ہوں، ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔

(۱).(بہار شریعت، حصہ اول، ایمان و کفر کا بیان، جلد ۱/۱۸۲)

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہوکر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: مجاہر و منافق۔ مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شئ کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سے سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے، خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے رہو "فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" (تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱)

تنبیہ: یہ تو ممکن نہیں کہ آدمی بالکلیہ دین سے خالی ہو یا ایک وقت میں دو دین والا ہو، بلکہ یا تو مومن ہوگا یا کافر جیسا کہ معلوم ہو چکا، مگر یہ ممکن ہے کہ ہم بوجہ شبہ کے کسی کو نہ مسلمان کہیں نہ کافر جیسے یزید پلید اور اسمٰعیل دہلوی جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔

(۱) (فتاوی رضویہ مترجم، ۱۴/۳۲۸ تا ۳۳۰)

-:باب اول:-

تنبیہات ہم نمبر وار طریقے سے منافق کی نشانیوں کو قلم بند کرنے سے پہلے کچھ اہم اور ضروری باتیں تنبیہات کی صورت میں ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ بعد کی گفتگو معنی خیز ثابت ہو۔

تنبیہ اول جو آدمی مومن کے اوصاف جمیلہ واخلاق حمیدہ کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو اس کے ایمان کی تو ہم گواہی دیں گے، مگر اس کے برعکس جو منافقین کے اخلاق و عادات اختیار کئے ہوئے ہو یعنی نفاق عملی کا مرتکب ہو اس کے نفاق کی ہم گواہی نہیں دیں گے، کہ نفاق ایک پوشیدہ اور باطنی امر ہے جس پر ہمیں اطلاع نہیں، جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہوا۔

تنبیہ دوم ہاں ہم یہ کہیں گے کہ جب کوئی شخص کلمہ طیبہ کا اقرار کرتے ہوئے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے یا صغیرہ پر اصرار کرے یعنی اسے بار بار انجام دے، تو وہ فاسق ہے نہ کہ منافق۔ (عامہ کتب کلام وفقہ)

تنبیہ سوم کیونکہ قرآن و حدیث میں جو منافقین کے کرتوت اور ان کے اعمال قبیحہ و اخلاق رذیلہ کا بیان ہوا ہے وہ نفاق کی علامات ہیں، اور بہر حال علامت کبھی شئ کے لوازم سے ہوتی ہے، اور لوازم کبھی ملزوم سے اعم ہوتے ہیں۔ لازم اعم کا وجود ملزوم کے وجود کو مستلزم نہیں، جیسے ماشی (یعنی جس کے اندر اپنی مرضی سے چلنے پھرنے کی قوت وصلاحیت ہو) انسان کے لوازم سے ہے، مگر چونکہ یہ لازم اعم ہے اس لئے مشی یعنی چلنے پھرنے کے پائے جانے سے انسان کا پایا جانا لازم نہیں، دیکھو گائے بیل و دیگر چوپائے بھی چلتے ہیں مگر وہ انسان نہیں۔ ٹھیک اسی طرح قرآن و حدیث میں ذکر کردہ علامتیں اور نشانیاں منافقین کے لوازم عامہ سے ہیں کہ جو بھی منافق ہو گا اس میں یہ باتیں ضرور ہونگی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس آدمی میں بھی یہ عیوب پائے جائیں وہ منافق بھی ضرور ہو، جیسے کفار و مشرکین۔ لہذا اگر کسی مسلمان میں یہ باتیں پائی جائیں تو اسے منافق کہنا جائز نہیں، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں نفاق کی علامت ہے۔

تنبیہ چہارم مگر ان بری خصلتوں کے عادی و خوگر اتنا دھیان رکھیں کہ دوسروں کو انہیں منافق کہنے سے روکا گیا ہے۔ خود ان پر یہ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ منافقوں کے سے کرتوت حقیقی نفاق تک نہ پہنچا دیں۔ یہ اندیشہ یوں اور بھی قوی ہو جاتا ہے کہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہاں علامت نفاق کے باب میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حدیث عام ہو تا کہ ان بری عادتوں سے سب لوگ بدرجۂ اتم رک جائیں۔ کیونکہ حدیث میں اس بات کا کھلم کھلا اعلان ہے کہ یہ عیوب اس نفاق کے ابتدائی حصے ہیں جو بدترین برائی یعنی کفر ہے۔

علاوہ بریں منافقین نے رب الارباب و مسبب الاسباب کے ساتھ استہزاء و دھوکہ کو مزید شامل کرلیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عیوب حال مسلمین کے سخت منافی و مخالف ہیں۔ **"فینبغی للمسلم ان لا یرتع حولها فان (من رتع حول الحمی یوشك ان یقع فیه)"** (۱) ترجمہ: تو مسلمان پر لازم ہے کہ ان کے آس پاس بھی نہ پھٹکیں کیونکہ "جو شاہی چراگاہ کے ارد گرد اپنے جانور چرائے اس کا خطرہ قوی ہے کہ یہ جانور شاہی چراگاہ میں گھس جائیں۔" (حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: ایمان شروع میں دل کے اندر ایک سفید چمکدار نقطہ کی صورت میں ہوتا ہے، جیسے جیسے ایمان (کامل) بڑھتا ہے اس سفیدی اور چمک میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ سارا دل سفید اور چمکدار ہو جاتا ہے۔ اور نفاق شروع شروع دل میں ایک کالا دھبا کی شکل میں ہوتا ہے، پھر جیسے جیسے نفاق بڑھتا جاتا ہے اس کی سیاہی میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ایک دن پورا دل کالا پڑ جاتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم کسی مومن کا دل چیر کر دیکھو تو اسے سفید اور چمکدار پاؤ گے، اور اگر کسی منافق کا دل پھاڑ کر دیکھو تو اسے سیاہ اور کالا پاؤ گے۔ (۲)

اور اس آیت کریمہ میں غور کیجئے اللہ عزوجل فرماتا ہے: {وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ} (۱) ترجمہ کنزالایمان مع

(۱). (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الکبائر الخ، رقم ۵۵، جزء ۱/ ۲۱۲)
(۲). (المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الایمان، ما قالوا فی صفۃ الایمان، رقم ۳۲۳۳۳، ۱۳/ ۱۷)

خزائن العرفان: اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دیگا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہوجائیں گے (شان نزول: ثعلبہ بن حاطب نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اس کے لئے مالدار ہونے کی دعافرمائیں۔ حضور نے فرمایا: اے ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کرسکے۔ دوبارہ پھر ثعلبہ نے حاضر ہوکر یہی درخواست کی اور کہا: اسی کی قسم! جس نے آپ کو سچا نبی بناکر بھیجا کہ اگر وہ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا۔ حضور نے دعافرمائی اللہ تعالیٰ نے اس کی بکریوں میں برکت فرمائی اور اتنی بڑھیں کہ مدینہ میں ان کی گنجائش نہ ہوئی تو ثعلبہ ان کو لیکر جنگل میں چلا گیا اور جمعہ و جماعت کی حاضری سے بھی محروم ہوگیا۔ حضور نے اس کا حال دریافت فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ اس کا مال بہت کثیر ہوگیا ہے اور اب جنگل میں بھی اس کے مال کی گنجائش نہ رہی۔ حضور نے فرمایا کہ ثعلبہ پر افسوس! پھر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے تحصیل (حاصل) کرنے والے بھیجے لوگوں نے انہیں اپنے اپنے صدقات دیئے جب ثعلبہ سے جاکر انہوں نے صدقہ مانگا اس نے کہا کہ یہ تو ٹیکس ہوگیا، جاؤ میں سوچ لوں۔ جب یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے تو حضور نے ان کے کچھ عرض کرنے سے قبل دو مرتبہ فرمایا: ثعلبہ پر افسوس! تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر ثعلبہ صدقہ لیکر حاضر ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے قبول فرمانے کی ممانعت فرمادی وہ اپنے سر پر خاک ڈالکر واپس ہوا، پھر اس صدقہ کو خلافت صدیقی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا۔ انہوں نے بھی اسے قبول نہ فرمایا۔ پھر خلافت فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا، انہوں نے بھی قبول نہ فرمایا اور خلافت عثمانی میں یہ شخص ہلاک ہوگیا۔ (مدارک) [اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق اس منافق کا درست نام "ثعلبہ ابن

ابی حاطب" تھا۔ فتاوی رضویہ مترجم، ۲۶/ ۴۵۳]) تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے تو اس کے پیچھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔ (امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے نفاق پیدا ہوتا ہے تو مسلمان پر لازم ہے کہ ان باتوں سے احتراز کرے اور عہد پورا کرنے اور وعدہ وفا کرنے میں پوری کوشش کرے۔)۔

یقینا دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ ان لوگوں کی بھی ذلت کی اصل وجہ یہی حب دنیا تھی۔ کیا آپ غور نہیں کرتے کہ ان کی یہ مال کی طلب ہوس اور نفسانیت کی بنا پر تھی، نہ کہ ضرورت و حاجت کی بنا پر؟ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مال عطا فرمایا تو ان کی محبتیں اس سے ایسی وابستہ ہوئیں کہ آزمائش کے وقت فیل ہو گئے کہ اس میں بخل کرنے لگے اور بالآخر اس بخل نے انہیں نفاق حقیقی کی دہلیز تک پہونچا دیا۔

بس یہی وجہ تھی کہ ہمارے اسلاف اپنے اوپر نفاق کے خوف سے بہت زیادہ لرزاں رہتے تھے اور اس خوف کو وہ نفاق سے برائت کی علامت سمجھتے تھے کما تقدم۔ کیوں کہ کوئی بھی غیر نبی بالکلیہ معصیت و خطا سے معصوم نہیں اور معصیت کبھی نفاق حقیقی تک پہونچا دیتی ہے جیسا کہ مذکورہ آیت اور اس کی شان نزول سے معلوم ہوا۔ بلکہ کبھی کھلم کھلا کافر بنا دیتی ہے؛ والعیاذ باللہ۔

اس پر دلیل یہ آیت کریمہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے حق میں اتاری:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا

يَعْتَدُونَ ﴾ [1] ترجمہ کنزالایمان: اور ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں لوٹے یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے (جیسا کہ انہوں نے حضرت زکریا ویحیٰ و شعیا علیہم السلام کو شہید کیا اور یہ قتل ایسے ناحق تھے جن کی وجہ خود یہ قاتل بھی نہیں بتا سکتے۔ خزائن ـــــ اور تفسیر بغوی میں ہے کہ ستر نبیوں کو توانہوں نے صرف دن کے ابتدائی حصے میں قتل کر دیئے۔(۱/ ۱۰۱) یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔

پہلے {ذلک} سے مراد ذلت و مسکنت اور غضب الٰہی میں لوٹنا ہے۔ اس سزا کے مستحق یہودی اپنے ان ناپاک حرکتوں کی وجہ سے ٹھہرے، آیتوں کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کا قتل ناحق۔

اور دوسرے {ذالک} سے مراد کفر اور انبیاء علیہم السلام کا قتل ناحق ہے۔ اس کی علت و سبب ان کے نہایت کالے کارنامے، بڑے بڑے گناہ اور غیر انبیاء پر ڈھائے گئے مظالم کے پہاڑ ہیں۔

یعنی یہ یہودی پہلے حقوق اللہ و حقوق العباد سے متعلق معصیت و گناہ کو ہلکا اور معمولی سمجھ کر کرتے تھے، حتی کہ جب یہ ان کی عادت و فطرت بن گئی تو ان کے عصیان و عدوان کا دائرہ تھوڑا اور بڑھا، پھر نوبت یہاں تک آن پہونچی کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ان کی نظر میں ایک ہلکی اور معمولی بات رہ گئی، اس وجہ سے وہ ان کے منکر ہو گئے۔ پھر یہ انکار اس بات کا باعث بنا کہ نبیوں پر ظلم ڈھانا ان کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں رہ گئی، چنانچہ انہوں نے اس پر جرئت دکھائی اور بہت سے نبیوں کو قتل کر ڈالا۔ [2]

(۱).(البقرة/٦١،پ۱)

(۲).... (ذلك) اشارة الى ماسبق من ضرب الذلة و المسكنة و البوء بالغضب۔ (بأنهم كانوا يكفرون بآيات الله و يقتلون النبيين بغير الحق) بسبب كفرهم بالمعجزات او بالكتب المنزلة و قتلهم

خلاصہ یہ کہ بندہ جب مکروہ و ناپسندیدہ کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے اور یہ اس سے بار بار صادر ہوتے ہیں تو یہ تکرار اسے صغیرہ گناہوں تک پہونچا دیتی ہے، اور صغائر میں تکرار دیگر گناہوں کا باعث بنتی ہے، پھر ان کے سبب کبائر میں پھنس جاتا ہے، پھر کبائر کفر و نفاق کا سبب بنتے ہیں نعوذ باللہ منھا۔ اس کا سبب نفس کے فریب سے بندے کی غفلت، اپنے اوپر نفاق سے بیخوفی، چھوٹے چھوٹے گناہوں میں لاپروائی اور توبہ و استغفار کے ذریعہ ان کا تدارک نہ کرنا ہے۔

آسانی کے ساتھ یوں سمجھئے کہ ایک مسلمان کی روحانی زندگی گویا ایک عمارت ہے، جس کی بنیاد ایمان ہے، عبادات یعنی بلاواسطہ رب کی رضا کے لئے کئے جانے والے کام اس کی دیواریں ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا کہ اسلام کے ستون نمازیں ہیں، اور معاملات یعنی بالواسطہ رضائے الٰہی کے لئے کئے جانے والے کام اس کی چھت ہیں۔ ان میں اصل پونجی دولت ایمان ہے، جس کا کھلا دشمن شیطان ہے، وہ ہر وقت اس کی تاک میں ہے۔ چونکہ یہی اس کا اصل ہدف ہے اس لئے متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالتے وقت شیطان پہلے سنت و مستحب کی دیوار توڑتا ہے، پھر واجبات کی، پھر فرائض کی، پھر عقائد کی۔ لہذا پہلی دیوار کو مضبوط کرو اور تھوڑی سی غفلت سے بھی پرہیز کرو کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے جدھر چاہے پھیر دے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

الانبیاء و انما حملهم علی ذلك اتباع الهوی و حب الدنیا كما اشار الیه بقوله: (ذلك بما عصوا و كانوا یعتدون) ای: جرهم العصیان و التمادی و الاعتداء فیه الی الكفر بالآیات و قتل النبیین فان صغار الذنوب سبب یؤدی الی ارتكاب كبارها كما ان صغار الطاعات اسباب مؤدیة الی تجری كبارها۔ وقیل كرر الاشارة للدلالة علی ان ما لحقهه كما هو بسبب الكفر و القتل فهو بسبب ارتكابهم المعاصی و اعتدائهم حدود الله تعالیٰ۔ مختصرا۔ (تفسیر بیضاوی، جزء۱/۷۱)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ شیطان کے چھ فریب ہیں: پہلا یہ کہ ایمان سے ہٹا کر کفر میں پھنسائے، اگر یہاں اس کا داؤ چل گیا تو پھر انسان کے پیچھے نہیں پڑتا۔ دوسرے یہ کہ مسلمان کو گمراہی اور بدعات میں مبتلا کردے کہ فساد عقیدہ گناہوں سے بدتر ہے۔ تیسرے یہ کہ صحیح العقیدہ مسلمان کو کبیرہ گناہوں میں پھانسی دے۔ چوتھے یہ کہ پرہیز گار مسلمان سے معمولی گناہ کرادے کہ کبھی معمولی باتیں بھی گناہ کبیرہ بن جاتی ہیں، چھوٹی چنگاری سے بھی گھر جل جاتا ہے۔ پانچویں یہ کہ نہایت متقی پرہیز گار مسلمان کو بیکار باتوں میں لگا دے تاکہ وہ ثواب نہ کما سکے۔ اگر کہیں بھی داؤ نہ چلا تو چھٹا فریب یہ ہے کہ افضل کام سے روکنے کے لئے مفضول کام میں لگادے تاکہ آدمی زیادہ ثواب سے محروم رہے، جیسے کہ مفتی اور عالم کو خدمت دین سے روک کر نفل نماز میں مشغول کردے۔ غرضیکہ اس کے شر سے بچنا بہت مشکل ہے۔ [1]

بہرحال دوزخ کی سردی گرمی سے بچنے کے لئے عمارت اسلام کی بنیاد یعنی ایمان، دیواریں یعنی عبادات، چھت یعنی معاملات اگرچہ سبھی کچھ ضروری ہیں، مگر بنیاد کے بغیر دیواریں اور چھت ایسے ہی ہیں جیسے جڑوں کے بغیر خشک شاخیں اور سوکھی لکڑیاں، اور دیوار و چھت کے بغیر ہمیشہ مکان میں شیطان چور کی چوری کا خطرہ۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کی تعلیم کے لئے کفر و نفاق سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور یوں دعا فرماتے تھے: **((اللھم انی اعوذ بك من الشقاق و النفاق و سوء الاخلاق))** [2] ترجمہ: اے اللہ! میں باہمی جھگڑے اختلاف اور نفاق و برے اخلاق سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

---

(۱). (تفسیر نعیمی، ۱۴۷/۲، تحت الآیة ۱۶۹ من البقرة)
(۲). (سنن ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب فی الاستعاذة، رقم ۱۵۳۹، ۳۹۱/۳)

اور حضرت ام معبد خذاعیہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں دعا فرماتے سنا: ((اللھم طھر قلبی من النفاق و عملی من الریاء و لسانی من الکذب و عینی من الخیانۃ فانك تعلم خانتۃ الاعین وما تخفی الصدور)) [1] ترجمہ: اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، عمل کو ریا کاری سے، زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرمادے! بے شک تو جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

تنبیہ پنجم امام احمد و طبرانی و ھیثمی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((القلوب اربعۃ قلب اجرد و فیہ سراج یزھر فذالك قلب المومن و قلب اسود منکوس فذالك قلب الکافر و قلب اغلف مربوط علی غلافہ فذالك قلب المنافق و قلب مصفح فیہ ایمان و نفاق فثمل الایمان فیہ کمثل البقلۃ یمدھا الماء الطیب و مثل النفاق فیہ کمثل القرحۃ یمدھا القبح و الصدید فأی المادتین غلبت علیہ ذھبت بہ)) [2] ترجمہ: دل چار قسم کے ہیں: پہلا نہایت صاف شفاف دل، مانو اس میں ایک چراغ ہے جو اسے روشن کر رہا اور چمکا رہا ہے، یہ مومن کا دل ہے۔ دوسرا نہایت سیاہ اوندھا دل، یہ کافر کا دل ہے۔ تیسرا غلاف میں لپٹا ہوا دل جو محفوظ رکھے نہ سمجھے، یہ منافق کا

(۱).(نوادر الاصول، الاصل الثانی و الستون و المئۃ، رقم ۸۹۲' جلد ۴/۱۳۵- تخریج احادیث الاحیاء، کتاب الطھارۃ، رقم ۲۹۰-و کتاب اللسان، رقم ۲٦۷۵)

(۲).(مسند امام احمد، مسند ابي سعید الخدری رضی اللہ عنہ، رقم ۱۱۱۲۹، جزء ۱۷/ ۲۰۸۔ تخریج احادیث الاحیاء، کتاب عجائب القلب، رقم ۲۳٦۵-و کتاب قواعد العقائد، رقم ۲٦۵)

دل ہے۔ چوتھا الٹا جھکا ہوا دل جس میں ایمان و نفاق دونوں ہیں، اس میں ایمان کی مثال سبزی کی طرح ہے کہ ستھرا پانی اس کی ہریالی کو مزید بڑھا دیتا ہے، اور اس میں نفاق کی مثال پھوڑے کی مانند ہے جو اس کے خون سے ملی ہوئی پیپ اور مواد میں اضافے کا ہی باعث بنتا ہے۔ تو انجام کار یہ ہے کہ دونوں مادوں میں سے جو جس پر غالب آگیا وہ اس کو لے اڑا یعنی اپنے مرتبے سے ہٹا دیا۔

اس حدیث پاک سے خاص طور پر جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ نفاق عملی ایمان سے نہیں نکلتا اور ایمان اس سے خالی نہیں ہوتا ہے بلکہ ایمان کے ساتھ اس کی آمیزش رہتی ہے۔ اگر بروقت رحمت الٰہیہ نے دستگیری نہیں کی یعنی قلب کی اصلاح کرنے والا کوئی واعظ اور ایمان کو تقویت پہونچانے والا کوئی ممد و مددگار نصیب نہ ہوا تو عین ممکن ہے کہ نفاق اس پر غالب آجائے اور دل کو لے اڑے، یعنی حقیقی منافق اور کافر ہو جائے۔ (۱)

اسی بنا پر منافقین کے سے کام کرکے ان کی مشابہت اختیار کرنا سخت گناہ اور اس میں عظیم خطرہ ہے۔ اور اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے خاص طور پر منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَ اللّٰهُ یُحْیٖ

(۱)۔۔۔ هذا الحديث يدل على ان من النفاق مالا يخرج من الايمان و هو مالا يكون فى الاعتقاد و التصديق ولكن مهما لم يكن واعظ القلب مساعد للايمان فربما غلبه النفاق فذهب بالقلب. (حسن التنبه، باب النهى عن التشبه بالمنافقين، ۱۵۰/۹)

وَ يُمِيْتُ ۚ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ }[1] ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والوں کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے اس لئے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے اور اللہ جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تمھارے کام دیکھ رہا ہے۔

آیت کریمہ میں کافروں سے مراد ابن اُبی اور اس کے دیگر ساتھی منافقین ہیں۔ اور بھائیوں کے معنی ہیں کفر و نفاق میں بھائی۔[2] تقریبا سارے ہی مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ آیت عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کے حق میں اتری ہے۔[3] آیت میں اس بات کا احتمال ہے۔ کہ صرف ایسی بات بولنے اور ایسا اعتقاد رکھنے میں (کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے، جہاد کے لئے گئے اس لئے مارے گئے) ان منافقین کی مشابہت اختیار کرنے سے ممانعت ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سارے ہی معاملات میں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے ممانعت ہو۔[4] لیکن تحقیق سے قریب تر دوسرا احتمال ہے۔[5] بہر حال اس آیت میں ان مسلمانوں کو ڈرایا دھمکایا گیا ہے جو ان کے سے کام کرکے نفاق عملی کے مرتکب ہوں اور ان کی خصلتوں کو اپنانے سے باز نہ آئیں۔[6]

جب ان تنبیہات سے آپ متنبہ ہو چکے تو اب نفاق کی علامات کو نمبر وار طریقے سے ملاحظہ کیجئے اور مجھ سمیت تمام مسلمانوں کے لئے ان سے بچنے کی اللہ پاک سے دعا کیجئے، وما التوفیق الا باللہ۔

---

(١).(آل عمران/١٥٦،پ٤)
(٢).(تفسیر بغوی، ١٢٣/٢)
(٣).(حسن التنبه،١٥١/٩)
(٤).۔۔۔ فذالك اشارة الى مادل عليه قولهم من الاعتقاد و قيل الى ما دل عليه النهى اى لاتكونوا مثلهم ليجعل الله انتفاء كونكم مثلهم حسرة فى قلوبهم فان مخالفتهم و مضادتهم مما يغمهم۔ (تفسیر بیضاوی، جزء١٩١/١)
(٥).(حسن التنبه، باب١٤، ١٥١/٩)
(٦).۔۔۔(والله بما تعملون بصير) تهديد للمومنين على ان يماثلوهم۔ (تفسیر بیضاوی، جزء١٩١/١)

علامت نفاق (نمبر ۱)

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا قضا و قدر کا انکار کرنا یا چیزوں کے مشیت الٰہی سے جڑے ہونے کا انکار کرنا یا رسولوں کی زبانی جن چیزوں کی خبر دی گئی مثلا حشر و نشر و دیگر امور قیامت سے کسی کا انکار کرنا

منافقین کا کفر بد ترین کفر ہے، اسی لئے وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے۔ یہ ان کی قبیح ترین خصلت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن اُبی منافق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا، اس کے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی تھی، اس کے اس نے اپنے ہاتھ سے ٹکڑے کرکے بولا: **یا محمد کیف یبعث اللہ ھذا وھو رمیم**؟ اے محمد مصطفیٰ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس گلی ہوئی اور ریزہ ریزہ ہڈی کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور تجھے مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: {قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ} ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔ (یٰسین/۷۹)[1]

علامت نفاق (نمبر ۲)

دین اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑانا اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا

(۱) (تفسیر الطبری، رقم ۲۹۳۱۱، ۹/۴۵۳)

نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُوۡنَ اَللّٰهُ یَسۡتَهۡزِءُ بِهِمۡ وَ یَمُدُّهُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ}[1]
ترجمہ کنز الایمان: اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں (یعنی ور غلانے والے کفار کے سردار–خازن وبیضاوی) کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں (یعنی اظہارِ ایمان تمسخر کے طور پر کیا۔ یہ اسلام کا انکار ہوا۔ مسئلہ: انبیاء علیہم السلام اور دین کے ساتھ استہزاء و تمسخر کفر ہے۔ خزائن) اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

یہ آیت عبداللہ بن اُبی وغیرہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک روز انہوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو آتے دیکھا تو ابن اُبی نے اپنے یاروں سے کہا دیکھو تو میں انہیں کیسا بناتا ہوں؟ جب وہ حضرات قریب پہنچے تو ابن اُبی نے پہلے حضرت صدیق اکبر کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیکر آپ کی تعریف کی، پھر اسی طرح حضرت عمر اور حضرت علی کی تعریف کی (رضی اللہ عنھم)۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن اُبی! خدا سے ڈر اور نفاق سے باز آ! کیونکہ منافقین بدترین مخلوق ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ یہ باتیں نفاق سے نہیں کی گئیں، بخدا! ہم آپ کی طرح سچے مومن ہیں۔ جب یہ حضرات تشریف لے گئے تو آپ اپنے یاروں میں اپنی چالبازی پر فخر کرنے لگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ منافقین ایمان والوں سے ملتے وقت ایمان و اخلاص کا اظہار کرتے ہیں اور ان سے الگ ہوکر اپنی خاص مجلسوں میں ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔[2]

اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور دینی پیشواؤں کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ [3]

(۱).(البقرۃ۱۴-۱۵،پ۱)
(۲).(تفسیر بیضاوی، جزء۱/۳۳-خزائن العرفان)
(۳).(خزائن العرفان)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان منافقین کا مذاق آخرت میں یوں اڑایا جائے گا کہ ان کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا، جب وہ اس تک پہونچیں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا اور انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (۱)

ایک قول یہ ہے اس آیت میں منافقین سے جس استہزاء کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ مومنین کے لئے ایک نور نمودار ہوگا جس کے سہارے وہ پلصراط پر چلیں گے، جب منافقین اس نور کے پاس پہونچیں گے تو اچانک ان کے اور ایمان والوں کے بیچ ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی، اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا: { وَ حِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ} ترجمہ کنزالایمان: اور روک کردی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں۔ (سبا/۵۴))اور فرمایا:{فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ}(ترجمہ کنزالایمان:جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے۔(الحدید/۱۳)) (۲)

ابوصالح کہتے ہیں کہ آخرت میں کافروں کے لئے جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے، ان سے کہا جائے گا کہ جہنم سے نکل جاؤ، جب وہ اس کے دروازے کھلے ہوئے دیکھ کر نکلنے کے لئے ان کی طرف بڑھیں گے اور مومنین اس نظارے کو دیکھ رہے ہوں گے، جیسے ہی وہ دروازے تک پہونچیں گے دروازے ان کے سامنے بند کردیئے جائیں گے، یہ عمل ان کے ساتھ بار بار ہوگا، اور مومنین اسے دیکھ کر ہنسیں گے۔ اس کو اللہ عزوجل نے فرمایا: {فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ}(ترجمہ کنزالایمان: تو آج ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں۔(المطففین/۳۴))(۳)

---

(۱).(تفسیر البغوی،۶۸/۱)

(۲).(ایضاً)

(۳).(تفسیر البغوی، المطففین، الآیۃ رقم ۳۴، جزء ۳۶۹/۸)

اور حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان کچھ کھڑکیاں ہونگی، جب جب مسلمان اپنے دنیا کے دشمن کو دیکھنا چاہیں گے ان کھڑکیوں سے ان کے حال پر مطلع ہو جائیں گے، توجب وہ جنت سے ان کے حال پر مطلع ہوں گے کہ جہنم میں ان پر عذاب کیا جارہا ہے تووہ ان سے ہنسی کریں گے، مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی چیز کو بتایا ہے۔ (۱)

حضرت حسن بصری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کا تمسخر اور مذاق اڑانے والوں کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا: آؤ آؤ!! تو آدمی اپنے درد والم کے ساتھ آنے لگے گا، جب دروازے تک آجائے گا تو وہ اس کے سامنے بند کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا: آؤ آؤ!! تو وہ درد و کرب کے ساتھ آنے لگے گا، جب دروازے تک پہنچ جائے گا تو دروازہ آگے سے بند ہو جائے گا، یہی سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ اس کے لئے دروازہ کھول کر کہا جائے: آؤ آؤ!! تو وہ نہ آئے گا۔ (۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم اور چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے۔ (۳)

حضر ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق: ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔ دوسرے عالم دین۔ تیسرے عادل بادشاہ اسلام۔ (٤)

(۱). (ایضا)
(۲). (کتاب الصمت لابن ابی الدنیا، باب ما نہی عنه العباد ان یسخر بعضهم من بعض، رقم ۲۸۵، ص ۱۶۹)
(۳). (کنز العمال، الرحمة بالضعفاء الخ، رقم ۵۹۸۰ جزء، ۳/۱۶۵)
(٤). (جامع الاحادیث، کتاب الادب، رقم ۲۱۵۳، ۳/۹۴ بحواله جامع صغیر للسیوطی وغیرہ)

علامت نفاق (نمبر۳)

زبان سے ایمان، زہدو تقویٰ و طہارت کا اظہار کرنا اور دل میں ان کے برعکس ہونا

اصلی نفاق یہی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّاۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ}[١] ترجمہ کنزالایمان: اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: {وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ}[٢] ترجمہ کنزالایمان: اور بعض آدمی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔

یہ اور اس سے اگلی آیت بنی زہرہ کے حلیف اخنس بن شریق ثقفی منافق کے متعلق نازل ہوئیں، جو بڑا فصیح و بلیغ اور ماہر زبان تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت لجالت خوشامد سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا، اپنے اسلام کے لمبے چوڑے دعوے کرتا تھا، حضور کی محبت کا دم بھرتے نہیں تھکتا تھا، اور قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی کا یقین دلاتا تھا۔ اور در پردہ فساد انگیزی میں مصروف رہتا تھا۔ مسلمانوں کے مویشی کو اس نے ہلاک کیا اور ان کی کھیتیاں جلاڈالیں۔[٣]

اس آیت سے حاصل ہونے والے کچھ اہم فائدے تفسیر نعیمی سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ کریں:

---

(١). (البقرۃ/١۴،پ١)

(٢). (البقرۃ/٢٠۴،پ٢)

(٣). (تفسیر البغوی،٢٣۵/١-تفسیر بیضاوی،١١٩/١-خزائن العرفان)

پہلا فائدہ: دنیوی مقصد سے دینی کام کرنا بھی دنیا ہی میں داخل ہے۔ دیکھو اخنس کا کلمہ پڑھنا، چاپلوسی سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی تعریف کرنا، ان سب کو رب نے حیٰوۃ دنیا یعنی دنیاوی کاروبار فرمایا۔ اعمال کا مغز اچھی نیت ہے۔

تیسرا فائدہ: قول کی سچائی عمل سے ظاہر ہوتی ہے نہ کہ صرف جھوٹی قسموں سے۔ رب نے اخنس کے قول کو اس کے عمل سے جھوٹا ثابت کیا۔ تو اپنے اعمال قول کے مطابق رکھو۔

چھٹا فائدہ: ہر چمکدار چیز سونا نہیں اور ہر میٹھی باتیں کرنے والا دوست نہیں۔

ساتواں فائدہ: افسوس ہے کہ جو چیزیں اسلام میں نفاق تھیں ان کا نام آج پالیسی ہو گیا۔ عیب ہنر بن گئے۔ آج مہذب قومیں زبانی دعوے خوب کرتی ہیں اور اپنے کونسل انسانی کا سچا خیر خواہ ظاہر کرتی ہیں مگر موقعہ پاکر کمزوروں پر ظلم کرنے اور دوسروں کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتیں۔ موجودہ مسلمان بھی قرآنی راستہ چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ مسلمانوں میں بہت سی تحریکیں اسی قسم کی ہیں جن کے دعوے لمبے چوڑے مگر مقصود عیّاشی، خود غرضی، قوم فروشی۔ غرضکہ ہم میں منافقوں کے صفات آ گئے۔ خدمت قوم کا دعوی کرنے والے در حقیقت قوم کے سخت دشمن ہیں، کہ موقعہ پاکر، کسی عُہدہ پر پہنچ کر اپنی ہی قوم کی جڑیں کاٹتے ہیں۔

نواں فائدہ: الحمدللہ سچے مومن کو قسمیں کھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ منافق لوگ قسمیں کھا کر اپنا ایمان وعشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثابت کرتے ہیں۔ اصلی سونے والا قسمیں نہیں کھاتا، نقلی سونے والا ہر طرح خریدار کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے۔

دسواں فائدہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی منافقوں سے دھوکا نہ ہوا اور نہ آپ نے کسی منافق کو کبھی مسلمان یا متقی جانا جیسا کہ "قولہ" سے معلوم ہوا، یعنی آپ کو ان کا صرف قول پسند ہے۔ نہ خود وہ پسند ہیں، نہ ان کے اعمال، نہ ان کا دلی حال۔ دیکھو حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے مخلص صحابہ کی تعریفیں فرمائیں کہ صدیق جنتی ہیں، حسین جنتیوں کے سردار۔ کبھی کسی منافق کی تعریف نہ کی جیسے رب نے کبھی شیطان کے اعمال عبادات کی تعریف نہ کی تھی۔[1]

اگر مسلمان ان اہم نکات کو سمجھ کر خوب ذہن نشین کرلیں تو نام نہاد جمہوریت پسندوں کے دلفریب اور کھوکھلے نعروں سے کیوں دھوکا کھائیں، اور سکولرازم کے ان جھوٹے علمبردار اور سیاسی بہروپیے کے پیچھے لگ کر کیوں ذلیل و خوار پھریں، بلاد اسلام میں موجودہ سڑے گلے مغربی نظام کے ہاتھوں اپنا گلا کیوں گھونٹنے دیں ۔

تونے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام   چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر

اور ۔

فروغ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے   تری نظر کا نگہباں ہو صاحب مازاغ
وہ بزم عیش ہے مہمان یک نفس دو نفس   چمک رہے مثل ستارہ جس کے ایاغ

سعید بن منصور، ابن جریر طبری اور امام بیہقی نے "الشعب" میں روایت کی ہے کہ حضرت محمد بن کعب قُرظی نے فرمایا کہ: بعض آسمانی کتابوں میں یہ بات لکھی تھی کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں اور دل ایلوا سے زیادہ کڑوے ہیں، انہوں نے (دھوکا دینے کو درویشوں کا) اونی لباس پہن رکھا ہے (جسے بزرگوں کا خرقہ کہتے ہیں)، یہ لوگ دین بیچ کر دنیا بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا یہ لوگ مجھ پر جرأت دکھاتے ہیں اور مجھ سے دھوکا کھاتے ہیں؟؟ میری عزت کی قسم! میں ان پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جوان کے بردبار لوگوں کو حیران کر چھوڑے گا۔[2]

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ربیع بن انس سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ایک نبی علیہ السلام کو وحی بھیجی: تیری قوم کا کیا حال ہے؟ کیوں یہ لوگ اونی

(۱).(تفسیر نعیمی، ۳۵۸/۲-۳۵۹)
(۲).(الدر المنثور لجلال الدین السیوطی، جزء ۴۷۷/۲، سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۲۰۴)

لباس پہن کر تارک الدنیا لوگوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں؟ ان کی باتیں تو شہد سے زیادہ شیریں ہیں لیکن دل ایلوے سے زیادہ کڑوے۔ کیا یہ لوگ مجھ سے (یعنی میری رحیمی، کریمی و حلیمی سے) دھوکا کھا رہے ہیں، یا مجھے دھوکا دیا چاہتے ہیں؟؟ میری عزت کی قسم! میں (انہیں ڈھیل دیکر) ان کے عالم کو ضرور حیرانی میں مبتلا کر دوں گا۔ الحدیث۔ (۱)

اور تیسری حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں: ((**فبعزتی حلفت لاضربنکم بفتنة یضل فیها رأیُ ذی الرأی و حکمة الحکیم**)) (۲) ترجمہ: تو میری عزت کی قسم! (اے علمائے بنی اسرائیل!) میں ضرور تمہیں ایسے فتنے سے دو چار کر دوں گا کہ جس کے اندر صاحب رای کی رای اور حکمت داں کی حکمت بھی درستگی سے ہٹ جائے گی۔

حضرت محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ اسلاف اس آیت سے خوف کھاتے تھے۔ (۳)

حضرت ابن المنذر نے انہیں سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسلاف کے نزدیک اس آیت سے زیادہ خوف میں مبتلا کرنے والی کوئی چیز نہ تھی۔ (٤)

تنبیہ: یہاں اخنس بن شریق منافق کی پانچ بری خصلتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یعجبک قوله فی الحیٰوة الدنیا، سے، دوسری **و یشهد الله علی مافی قلبه**، سے، تیسری **وهو الد الخصام**، سے، چوتھی **و اذا تولّی سعی فی الارض لیفسدوا فیها**، سے اور پانچویں **و اذا قیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم**، سے۔

یہ آیات اگر چہ ایک خاص شخص کے متعلق نازل ہوئی ہیں مگر محقق مفسرین کی اکثریت کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ یہ ہر اس شخص کو عام ہیں جو مذکورہ صفات مذمومہ کے ساتھ

(۱). (الدر المنثور، جزء ۲/۴۷۷)
(۲). (ایضا/۴۷۸)
(۳). (حسن التنبه، باب النهی عن التشبه بالمنافقین، ۹/۱۵۵)
(٤). (ایضا)

موصوف ہو جیسا کہ حضرت سعید مَقْبُری کے ساتھ اس معاملہ میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت محمد بن کعب قرضی نے فرمایا۔[1] اور امام رازی نے فرمایا کہ یہی الفاظ قرآنی کے مناسب ہے، یہی تحقیق سے قریب ہے اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔[2]

اب سوال یہ کہ کیا اس آیت کے مطابق جو بھی ان صفات مذمومہ وعادات خبیثہ کا مرتکب ہو وہ اخنس کی طرح منافق ہو جائے گا؟ تو اس کا جواب ہم تنبیہ سوم میں دے چکے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ جس میں یہ عیوب پائے جائیں وہ منافق بھی ضرور ہو، ہاں اخنس اور جو بھی اس جیسا منافق ہو گا اس میں یہ باتیں ضرور پائی جائیں گی۔ جیسا کہ یہی امام رازی علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے۔[3]

علامت نفاق (نمبر۴)

زمین میں فساد ڈالتے پھرنا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر ارشاد فرمایا: {وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ}[4] ترجمہ کنزالایمان: اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

---

(۱).(تفسیر الطبری، رقم، ۳۹۵۵، ۲/ ۳۴۲)

(۲).۔۔۔بل نقول فیها ما یدل علی العموم وهو من وجوه (احدها) ان ترتب الحکم علی الوصف المناسب مشعر بالعلیة فلما ذم الله تعالیٰ قوما و وصفهم بصفات توجب استحقاق الذم علمنا ان الموجب لتلك المذمة هو تلك الصفات، فیلزم ان کل من کان موصوفا بتلك الصفات ان یکون مستوجبا للذم (وثانیها) ان الحمل علی العموم اکثر فائدة و ذالك لانه یکون زجرا لکل المکلفین عن تلك الطریقة المذمومة (وثالثها) ان هذا اقرب الی الاحتیاط لانا اذا حملنا الآیة علی العموم دخل فیه ذالك الشخص۔ اھ۔ (تفسیر کبیر، جزء ۵/ ۲۱۴، الآیة رقم ۲۰۴ من البقرة۔))

(۳).۔۔۔ و الصحیح انها لا تدل علی ذالك لان کل هذه الصفات المذکورة فی الآیة کما یمکن ثبوتها فی المنافق یمکن ثبوتها فی المرائی فاذن لیس فی الآیة دلالة علی ان هذا المذکور یجب ان یکون منافقا الا ان المنافق داخل فی الآیة و ذالك لان کل منافق فانه یکون موصوفا بهذه الصفات الخمسة بل قد یکون الموصوف بهذه الصفات الخمسة غیر منافق فثبت انامتی حملنا الآیة علی الموصوف بهذه الصفات الخمسة داخل فیها المنافق و المرائی۔ ملتقطا۔ (تفسیر کبیر، جزء ۵/ ۲۱۵)

(٤).(البقرة/ ۲۰۵، پ۲)

تولّٰی یا تو ولیٌّ سے بنا ہے بمعنی پیٹھ پھیرنا اور چلا جانا۔ یا ولایتٌ سے بنا ہے بمعنی غالب ہونا اور حاکم بن جانا۔ اس دوسرے معنی پر گفتگو ہم اگلی علامت میں کریں گے۔ اور پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ جب وہ آپ کی مجلس سے پیٹھ پھیرتا ہے تو ساری زمین میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا پھرتا ہے۔

پھر اس فساد میں دو احتمال ہیں۔ ایک تخریب کاری، آگ زنی اور ڈاکہ زنی کر کے لوگوں کے اموال کو برباد کرنا، اس احتمال پر علماء نے دو روایتیں ذکر کی ہیں، ایک تو میں اس کی شان نزول میں بتا چکا، دوسری یہ ہے کہ جب اخنس بدر سے لوٹا تو اس کا گزر بنی زھرہ کے پاس سے ہوا، ان میں اور بنی ثقیف میں لڑائی تھی، اس نے وہاں رات گزاری اور بنی زھرہ کے مویشیوں کو ہلاک کر دیا اور کھیتیاں جلا ڈالیں۔

دوسرا احتمال ہے مسلمانوں کے دلوں میں شبہات ڈالنا، انہیں کفار سے ڈرانا، اور کفار کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کی رغبت دینا اور انہیں طریقۂ جنگ سکھانا یعنی ہر طرح سے مسلمان کے خلاف انہیں تقویت پہونچانا۔ لفظ فساد ان معنوں میں قرآن پاک میں بکثرت واقع ہے جیسا کہ امام رازی نے شواہد کے طور پر اسی مقام میں کچھ آیات نقل کی ہیں۔[1] یعنی اخنس آپ کی بارگاہ سے جانے کے بعد ان گھٹیا حرکتوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ فساد، اِہلاکِ حرث ونسل اور اس کے غیر دونوں کو شامل ہے، اور یہ عطف، عام پر خاص کے عطف کے قبیل سے ہے، اور فساد، صلاح بمعنی ٹھیک و درستگی کی ضد ہے، اللہ عز وجل فرماتا ہے: {وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا}[2] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ (کفر و

(۱). (تفسیر کبیر، جزء ۵/۲۱۷)
(۲). (الاعراف/۵۶، پ۸)

معصیت وظلم کر کے)اس کے سنورنے کے بعد (یعنی انبیاء کے تشریف لانے، حق کی دعوت فرمانے، احکام بیان کرنے، عدل قائم فرمانے کے بعد)۔

اور یہاں فساد کی ایک اور تفسیر ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ فساد بمعنی ظلما مال لینا ہو جیسا کہ مشہور لغت کی کتاب "المنجد" میں ہے۔ (۱) اور آیت میں واو عاطفہ بہر حال مغایرت کے لئے ہے۔ (۲) لہذا یہ فساد بھی دو وصفوں کے ساتھ موصوف ہوگا۔ ایک مال والے سے اپنے لئے ظلما مال لینا۔ دوسرے اسے صاحب مال پر ہی ضائع اور برباد کر دینا۔ یہ دونوں بھی منافقین کے اعمال اور خصلتیں ہیں۔ (۳)

علامت نفاق (نمبر ۵)

لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا خصوصا حکومت پاکر حضرت ابن جریر طبری اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کی ہے کہ ان سے فرمان باری تعالیٰ: {وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلْأَرْضِ} کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں: اگر یہ حاکم بن جائے تو روئے زمین پر ظلم و زیادتی کرتا پھرے تاکہ اس کی شامت سے بارش رک جائے، جس سے کھیتیاں اور جانور ہلاک و برباد ہو جائیں۔ اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: {ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ} (ترجمہ کنزالایمان: چمکی خرابی خشکی اور تری میں اُن برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں ـــ الروم/۴۱) (٤)

سورۂ بقرہ کی آیت {واذا تولّٰی} الآیۃ کے مذکورہ معنی پر حضرت مجاہد علیہ الرحمہ نے سورۂ روم کی جس آیت سے استدلال کیا ہے اس کی وضاحت سے پہلے آیت کا مفہوم سمجھ

(۱)۔۔۔ الفساد: (مص) اللهو واللعب || اخذ الامال ظلما۔ (المنجد، جزء ۲/۵۸۳، مادہ: فسد))

(۲)۔(تفسیر کبیر، جزء ۵/۲۱۷)

(۳)۔۔۔ فیکون وصفه بوصفین اخذ المال لنفسه من صاحبه و اتلافه علی صاحبه وهما من اعمال المنافقین۔ (حسن التنبه، باب النهی عن التشبه بالمنافقین، ۹/۱۵۶)

(٤)۔(الدر المنثور، جزء ۲/۴۸۱، سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۲۰۴)

لیجئے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ قحط پڑنا، بارش رک جانا، پیداوار کی کمی، کھیتوں کی خرابی، تجارتوں کے نقصانات، آدمیوں اور جانوروں میں موت اور آتش زدگی کی کثرت اور غرق اور ہر چیز میں بے برکتی ان سب کی وجہ اور سبب شرک ہے، اور شرک کبھی محض فعل میں بھی ہوتا ہے جیسے فسق وعصیان وگناہ کہتے ہیں کیونکہ معصیت وگناہ اللہ کے لئے نہیں بلکہ نفس کی خاطر ہوتا ہے، لہذا فاسق اپنے فعل سے اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے۔ عرض کہ لوگوں کے شرک و معاصی کی شامت ونحوسیت کے سبب مذکورہ تباہ کاریاں جنم لیتی ہیں۔ (۱) خلاصہ یہ کہ اس آیت میں فساد کی نسبت لوگوں کے غلط کرتوت کی طرف کی گئی ہے یعنی ان کے معاصی کو فساد کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

اب یہاں ایک دوسری آیت بھی ملاحظہ کریں اللہ عزوجل فرماتا ہے: {وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ} (۲) ترجمہ کنزالایمان: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں بدلہ ان کے کئے کا۔

ابوالشیخ نے روایت کی ہے کہ حضرت اعمش نے فرمایا: میں نے علمائے کرام کو فرماتے سنا کہ اس آیت کے معنی ہیں: ((اذا فسد الناس اُمّر علیهم شرارهم)) (۳)
ترجمہ: جب لوگ بگڑ جاتے ہیں تو ان کے برے ان پر مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم وابوالشیخ نے روایت کی ہے کہ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا: میں نے زبور شریف میں پڑھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں منافق کے ذریعہ منافق سے انتقام لوں گا، پھر سارے ہی منافقین سے انتقام لوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں اسی چیز کا تذکرہ ہے۔ (٤)

(۱).(تفسیر بیضاوی، جزء ۲/۸۱۲-تفسیر کبیر، جزء ۱۲۹/۲۵، سورۃ الروم: الآیۃ ۴۱)
(۲).(الانعام/۱۲۹، پ۸)
(۳).(الدر المنثور، جزء ۲۰۳/۶، سورۃ الانعام: الآیۃ ۱۲۹)
(٤).(الدر المنثور، جزء ۲۰۳/۶)

حاکم نے "تاریخ" میں اور بیہقی نے "شعب" میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((کما تکونوا کذالك یؤمّر علیکم)) (۱)
ترجمہ: جیسے تم ہوگے ویسا ہی تم پر حکمران مسلط کیا جائے گا۔

بیہقی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے عرض کی: آپ اپنے رب سے پوچھیں کہ ہم سے اس کی رضامندی اور ناراضگی کی نشانی کیا ہے؟ تو حضرت موسی علیہ السلام کے عرض گزار ہونے پر رب تعالیٰ نے فرمایا: اے موسی! انہیں بتادو کہ میری ان سے رضامندی کی علامت یہ ہے کہ میں ان پر ان کے اچھے لوگوں کو حاکم بناؤں، اور میری ان پر ناراضگی کی علامت یہ ہے کہ ان کے شریر لوگوں کو ان پر حاکم بنادوں۔ (۲)

اور تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت کی تفسیر میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا کہ اللہ جب کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو اچھوں کو ان پر مسلّط کرتا ہے، برائی چاہتا ہے تو بروں کو۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا کہ جو قوم ظالم ہوتی ہے اس پر ظالم بادشاہ مسلّط کیا جاتا ہے، تو جو اس ظالم کے پنجۂ ظلم سے رہائی چاہیں انہیں چاہئے کہ ظلم ترک کریں۔ (۳)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں لوگوں کی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کو سبب قرار دیا گیا ہے ان پر ظالم حکمران مسلط کئے جانے کا (٤) اور جب وہ ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہوکر فساد برپا کرے گا اور رعایہ پر ظلم و بربریت کے پہاڑ گرائے گا تو اس کی شامت سے قحط سالی آئے گی، بارش رک جائے گی، پھر یہ چیز سبب اور وجہ بنے گی کھیتیوں اور جانوں کی ہلاکت و

(۱).(ایضاً/۲۰۴)
(۲).(ایضاً)
(۳).(خزائن العرفان/ص۲۷۵)
(٤).(تفسیر کبیر، جزء ۱۳/۲۰۴، سورۃ الانعام: الآیۃ ۱۲۹)

بربادی کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فساد کی نسبت ظالم کے ظلم کی طرف کرنا بھی صحیح ہے، یعنی اس آیت میں ظالم کے ظلم کو فساد کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

اب آیتِ روم سے حضرت مجاہد کے استدلال کی وجہ واضح ہو گئی، وہ یہ فرمانا چاہ رہے ہیں کہ فساد کا سبب ظالم کے ظلم اور لوگوں کے معاصی دونوں کو بنانا صحیح ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ہمارے گناہوں اور آپسی ظلم و زیادتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم پر منافق حکمرانوں کو مسلط کر کے ان کے ذریعہ ہماری نافرمانیوں اور کمزوروں پر ڈھائے گئے مظالم کا انتقام لیتا ہے۔

آج کے اس پُر فریب دور میں ہر کوئی ایسے حکمرانوں کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ کس طرح کرسیِ وزارت و صدارت پر قابض ہونے کے لئے دوران الیکشن (Election) میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں، اور اپنے منشور (manifesto) میں کیسے کیسے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہم عدل و انصاف کے نظام کو قائم کریں گے، ظالم سے مظلوم کو انصاف دلائیں گے، امن وامان کو بحال رکھیں گے، چور، ڈاکو، زانی، شرابی، خائن ہر ایک کا کڑا احتساب ہو گا، عوام کی فلاح و بہبود کے لئے لائحہ عمل تیار کیا جائے گا اور ہر مناسب قدم اٹھایا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جیسے ہی حکومت ہتھیائی نفاق کا ڈھاٹا چہرے سے الگ ہٹا اب جو اصلی روپ دھاری دل کی ساری خباثت باہر آئی۔ پھر کیا ہونا تھا لوگوں کے جسم تختۂ مشقِ ظلم بنے، کہاں انصاف اور کہاں امن وامان کی بحالی سب قصۂ پارینہ ہو گئے۔ اسی کو عربی شاعر نے اپنے انداز میں ڈھالا ہے:

لِلّٰہِ کَمْ مِنْ رَجُلٍ مُعْجَبٍ ... لِلنَّاسِ مَا قَدْ قَالَہُ وَادَّعَی

قَدْ وَعَدَ الْاِصْلَاحَ فِیْ قَوْلِہٖ ... وَفِعْلِہٖ اِنْ فِی الرِّعَایَا رَعَی

تَحْسَبُہٗ مِمَّا تَرَیٰ صَالِحاً ... لٰکِنَّہٗ اِذَا تَوَلّٰی سَعَی

ترجمہ: (۱) خدا کی قسم! بارہا ایسا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی باتیں اور اس کے لمبے چوڑے دعوے لوگوں کو بھلے لگتے ہیں۔ (۲) وہ رعایا کے منتظم اور امیر ہونے پر اپنے قول و فعل میں بھلائی کرنے کا لوگوں کو یقین دلاتا ہے۔ (۳) جس سے تو اسے ایک نیک آدمی سمجھ بیٹھتا ہے، مگر جب وہ حاکم بنتا ہے تو روئے زمین پر ظلم و زیادتی کرتا پھرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے ۔۔۔ یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا

صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے ۔۔۔ دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرّافہ

اس مُردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے۔ ۔۔۔ شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کُش

علامت نفاق (نمبر۶)

اپنی تخریب کاری کو اصلاح، ظلم کو انصاف، برائی کو بھلائی اور بدی کو نیکی بتانا

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ} (۱) ترجمہ کنزالایمان: اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔

تفسیر جلالین، صاوی، بیضاوی، کبیر، بغوی، طبری وغیرہ میں اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہر اس شخص کو عام ہے جو ان منافقین کے سے کام کرے۔ یعنی یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ اس قسم کے لوگ پہلے ہی تھے، اب نہیں ہیں۔ بلکہ اب ہیں اور آئندہ بھی ہونگے۔

(۱).(البقرۃ/۱۱،پ۱)

آیت میں قیل کے قائل اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عام مسلمان سبھی ہو سکتے ہیں۔ اور فساد کے معنی ہیں بگڑنا یعنی کسی چیز کا اعتدال سے نکل جانا اور نفع کے قابل نہ رہنا، اس کی ضد صلاح ہے جس کے معنی ہیں سنورنا اور نفع کے قابل ہونا۔ اس میں فساد فی الارض کو منافق کا وصف مذموم و عیب مکروہ بتایا گیا ہے جو فساد کے اس معنی کے علاوہ مزید کچھ باتوں کا افادہ کرتا ہے یعنی آخری اور عظیم فساد۔ اب یہاں فساد سے کیا مراد ہے؟ تو علماء فرماتے ہیں کہ اس میں تین اقوال ہیں۔

پہلا قول: حضرت ابن عباس و حسن بصری و قتادہ و سدی رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے فرمایا کہ فساد فی الارض سے مراد ہے علانیہ گناہ کرنا۔ [1]

نیز ابن جریر طبری نے حضرت مجاہد سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ آیت کے معنی ہیں: ((اذا رکبوا معصیة الله فقیل لهم لا تفعلو کذا و کذا قالوا انما نحن علی الهدی)) [2] ترجمہ: جب وہ اللہ کی نافرمانی میں ملوث ہوں اور ان سے کہا جائے کہ ایسا ایسا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت پر ہیں۔

نیز ابن جریر نے حضرت ابن مسعود و دیگر کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہے کہ یہاں فساد سے مراد کفر اور گناہوں کا ارتکاب کرنا ہے۔ [3]

اب علانیہ گناہ کرنا فساد فی الارض کیونکر ہے اس کو واضح کرتے ہوئے علامہ قفال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین اور اہل زمین کی اصلاح اسی میں ہے کہ لڑائیاں تھمی رہیں، قتل و غارت گری کا بازار گرم نہ ہو، فتنے نہ اٹھنے پائیں۔ اسی لئے تو شرعی قوانین نافذ کئے گئے تاکہ لوگ ان کی مضبوط رسی کو تھام کر ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی سے دور رہیں۔ جب کھلم کھلا

(۱).(تفسیر کبیر،جزء ۲/۶۳)
(۲).(تفسیر الطبری رقم ۳۴۱،۱/۲۲۴)
(۳).(ایضاً/۲۲۲ رقم،۳۳۸)

اللہ کی نافرمانی ہوگی تو اس کی رحمتیں بند ہو جائیں گی، زمین پر اس کا عذاب نازل ہوگا، قتل و خون شروع ہو جائے گا، اور یہ بلا شبہ زمین میں فساد ہے۔ اسی کو اللہ عزوجل نے سورۂ محمد کی آیت نمبر ۲۲ میں یوں فرمایا: {فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ} (ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: تو کیا تمھارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ (ظلم کرو آپس میں لڑو ایک دوسرے کو قتل کرو))۔ چونکہ یہ منافقین علانیہ گناہ بھی کرتے تھے اور بارگاہ نبوی میں آکر اپنے گناہوں کا اقرار کر کے سزا بھی نہ لیتے تھے اس لئے ان کو اس سے روکا گیا۔ (۱)

دوسرا قول: یہ ہے کہ یہاں فساد سے مراد ہے کفار سے ملنا، ان کی خاطر تواضع اور خوشامد کرنا۔ چونکہ یہ منافقین بظاہر مسلمان تھے اس کے باوجود ان کا جھکاؤ کافروں کی طرف رہتا تھا، ان کی خوشامد میں لگے رہتے تھے، جس سے ان کافروں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی کمزوری کا وہم پیدا ہوتا تھا، اور یہ چیز انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی اور آپ سے جنگ و جدال میں اور زیادہ بے باک اور نڈر بنا دیتی تھی، مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کی طمع کو مزید ہوا دیتی تھی، اور یقیناً یہ زمین پر فساد عظیم ہے اس لئے ان کو اس سے روکا گیا۔ (۲)

ابن اسحاق و ابن جریر و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے آیت کے اتنے حصے { إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ } کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ((ای انما نرید الاصلاح بین الفریقین من المؤمنین و اهل الکتاب)) (۳) ترجمہ: یعنی ہم تو مسلمان اور کافر دونوں فریقین میں اصلاح چاہتے ہیں۔

(۱). (تفسیر کبیر، جزء ۲/۶۳)
(۲). (ایضاً/۲۲۲)
(۳). (الدر المنثور، جزء ۱/۱۶۳)

یعنی منافقین کہتے تھے کہ ہم کافروں سے اس لئے ملتے جلتے اور ان کی خاطر و مدارات کرتے ہیں تاکہ تم میں اور ان میں صلح قائم رہے اور مدینہ پاک کی زمین خون سے رنگین نہ ہو۔ اور اے مسلمانو! تمھاری کوشش یہ ہے کہ یہاں کشت و خون ہو جائے۔ لہذا ہم ہی مُصلح ہیں نہ کہ تم۔ اسی لئے انہوں نے اِنَّما بولکر حصر پیدا کیا۔ قرآن کریم نے دوسرے مقام پر بشر منافق (جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے اعراض کرنے کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا،) کے مارے جانے کے بعد اس کے خون کا بدلہ مانگنے آنے والے اس کے اولیاء منافقین کا قول اس طرح نقل فرمایا: { اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّ تَوۡفِیۡقًا }[1] ترجمہ کنزالایمان: کہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور میل ہی تھا۔

تیسرا قول: لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات ڈالنا۔ چونکہ یہ منافقین نومسلموں سے خفیۃً ملکر ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک شبہات ڈالتے تھے، انہیں اسلام کی تکذیب اور اس کے انکار کرنے کی دعوت دیتے تھے، جس سے وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جب پرانے مسلمان اسلام پر مطمئن نہیں تو ضرور اسلام میں کچھ خرابی ہوگی جیسا کہ حضرت اصم نے فرمایا'[2] اور ظاہر ہے یہ زمین پر انتہائی فساد ہے، اس لئے ان کو اس سے روکا گیا۔

بہرحال یہاں مراد جو بھی ہو لیکن عہد رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منافقین ان تینوں کردار کے مالک اور خوگر تھے۔ اور طرفہ تماشا یہ کہ یہ لوگ اپنی ان ذلیل حرکتوں کے سبب اول درجہ کے مفسد ہونے کے باوجود اپنے کو اصلاح کرنے والے اور مسلمانوں کو فسادی بتاتے تھے وہ بھی پورے شد و مد کے ساتھ کیونکہ وَ هُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ

(۱).(النسآء/۶۲،پ۵)
(۲).(تفسیر کبیر،جزء ۲/۶۳)

يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا [1] وہ اس خیال میں تھے کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ اسی لئے ان کی اس بکواس کی تردید بھی اسی شد و مد کے ساتھ ہوئی جس انداز سے انہوں نے اپنی تعریف کی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہوا: {اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ} [2] ترجمہ کنزالایمان: سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

مسئلہ: کفار سے میل جول، ان کی خاطر دین میں مداہنت یعنی قدرت کے باوجود انہیں باطل سے نہ روکنا اہل باطل کے ساتھ تملُّق و چاپلوسی، ان کی خوشی کے لئے صلح کل بن جانا اور اظہارِ حق سے باز رہنا یہ سب منافق کی شان و صفت اور حرام کام ہیں۔ اسی کو منافقین کا فساد فرمایا گیا۔ آج کل بہت لوگوں نے اپنا یہ شیوہ کر لیا ہے کہ جس جلسہ میں گئے ویسے ہی ہو گئے اسلام میں اس کی ممانعت ہے، ظاہر و باطن ایک جیسا نہ ہونا بڑا عیب ہے۔ [3]

آج جو لوگ مسلمانوں کی تنظیم سازی کے نام پر اتحاد امت کا شور مچا رہے ہیں اور اتفاق اتفاق کا گیت گا رہے ہیں وہ نہ تو اتحاد کا مفہوم سمجھتے ہیں نہ قرآن و حدیث کے نصوص اور نہ ہی اقوال ائمہ و عبارات علماء کے سیاق و سباق۔ در حقیقت یہ ان کی وہی بولی ہے جو منافقین، مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم کافروں سے اس لئے ملتے اور ان کی خاطر تواضع کرتے ہیں تاکہ اے مسلمانو! تمھاری ان سے صلح کرا دیں، ہم تو اصلاح چاہتے ہیں مگر تمھاری کوشش ہے کہ کشت و خون ہو جائے۔ اس سے منافقین کے اس کردار کو ادا کرنے والے موجودہ صلح کلیوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اور دیوبندی، وہابی، قادیانی بلکہ ہندو اور عیسائی وغیرہ سب ملکر ایک ہو جائیں۔ نہ ایسا ہو سکا ہے اور نہ ہو سکے گا۔ دن اور رات، اجالا اور اندھیرا، پاکی و ناپاکی، علم و جہالت، ایمان و کفر میں کبھی اتفاق ہوا ہی نہیں ہے۔ اس پر مدلل

(۱).(الکھف/۱۰۴،پ۱۶)
(۲).(البقرۃ/۱۲،پ۱)
(۳).(خزائن العرفان/ص۷،الآیۃ ۱۲ من البقرۃ)

گفتگو میں نے اپنی کتاب "قفل رضوی بر دھن شری" میں کی ہے تفصیلات وہاں سے حاصل کیجئے۔

یہاں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اے سنیو! تم ہوشیار رہو۔ اگر منافقین کی مذکورہ حرکت کو قرآن نے فساد قرار دیا ہے تو وہی بولی بولکر اور اسی کردار کو ادا کر کے آج کے صلح کلی کیسے قوم کے مصلح اور ملت کے خیر خواہ ٹھہرے؟ یقیناً جیسے اُن کے اپنے مفادات اُس سے وابستہ تھے ایسے ہی اِن کے اِس سے اپنے ذاتی مقاصد متعلق ہوتے ہیں۔

میرے پیر و مرشد حضور ازھری میاں علیہ الرحمہ نے سچے مسلمانوں کو خبر دار کرتے ہوئے فرمایا:

صلح کلی نبی کا نہیں سنیو! — سنی مسلم ہے سچا نبی کے لئے
مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو — زندگی دی گئی ہے اسی کے لئے
مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے — ایک پہچان دین نبی کے لئے

سوال: ابن جریر طبری و ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت سلمان نے سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ اس میں جن لوگوں کا ذکر ہے ابھی وہ لوگ پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ (۱) اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس فرمان کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ اس بات کی خبر دے رہے کہ اس آیت میں ذکر کردہ صفت مذمومہ کے حامل جو منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھے ان کے فنا ہونے کے بعد اب تک اس صفت کے حامل لوگ پیدا نہیں ہوئے

(۱). (الدر المنثور، ۱/۱۶۳)

ہیں بلکہ بعد میں آئیں گے، یہ مطلب نہیں کہ اس صفت کا حامل کوئی منافق بندہ آج سے پہلے آیا ہی نہیں۔ (۱)

علامہ نجم الدین الغزّی فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا اشارہ برے حکمرانوں کی طرف ہے کہ کسی چیز کو سنوارنے یا بگاڑنے کا اختیار انہیں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دور کے جو منافقین تھے ان کی کوئی حکومت نہیں تھی، ان کا فساد اسی طرح کا تھا کہ وہ سازشیں کرتے تھے اور اسلام کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے تھے۔ اور اس صورت میں بھی آیت کا مطلب بالکل واضح ہے، کیونکہ یہ حکمران دعوے تو کرتے ہیں سنوارنے اور اصلاح کرنے کے مگر در حقیقت یہی فسادی ہوتے ہیں۔ ان کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں ان کی ہڈیوں پر پلنے والے کچھ چاپلوس قسم کے وزیر مشیر اور درباری مولوی ہوتے ہیں جو ان کے فساد کو صحیح ٹھہراتے ہیں۔ اگر کسی بھلے انسان نے کسی طریقے سے انہیں متنبہ کرنے کی کوشش کی تو یہ حمایتی بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی ہر بات کی بے جا تاویلیں گھڑنے لگتے ہیں۔ اناللہ وناالیہ راجعون! (۲)

علامت نفاق (نمبر ۷)

مسلمانوں کو بیوقوف اور باطل پر سمجھنا منافق کی ایک خصلت یہ ہے کہ وہ ایمان والوں پر زبانِ طعن دراز کرتا، علماء کو جاہل اور فقہاء کو احمق خیال کرتا ہے۔

رب تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰـكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ} (۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور جب ان (یعنی منافقین۔ خزائن) سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ

(۱) (تفسیر طبری، ۲۲۳/۱-تفسیر بیضاوی، جزء ۳۲/۱)
(۲) (حسن التنبه، باب النهی عن التشبه بالمنافقین، ۱۵۹/۹)
(۳) (البقرة/۱۳، پ۱)

ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔

ابن جریر طبری نے حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں یہاں قالوا سے مراد منافقین ہیں، السفھاء بولکر وہ صحابہ کرام کو مراد لیتے تھے۔[1]

انہوں نے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں{اَلَآ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ} الآیۃ میں سفہاء کے معنی ہیں جہال اور لایعلمون کے معنی ہیں لایعقلون یعنی ان جاہلوں کو عقل نہیں۔[2]

حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کو برا کہنا اہل باطل کا قدیم طریقہ ہے، آج کل کے باطل فرقے بھی پچھلے بزرگوں کو برا کہتے ہیں، روافض خلفائے راشدین اور بہت سے صحابہ کو، خوارج حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کو، غیر مقلد ائمہ، مجتہدین بالخصوص امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو، وہابیہ بکثرت اولیاء و مقبولانِ بارگاہ کو، مرزائی انبیاءِ سابقین تک کو، قرآنی یعنی چکڑالی صحابہ و محدثین کو، نیچری تمام اکابرین کو برا کہتے اور زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب گمراہی میں ہیں۔ اس میں دیندار عالموں کے لئے تسلّی ہے کہ وہ گمراہوں کی بدزبانیوں سے بہت رنجیدہ نہ ہوں سمجھ لیں کہ یہ اہل باطل کا قدیم دستور ہے۔ (مدارک)۔

(۱).(تفسیر الطبری رقم ۱,۳۳۵/۲۲۶)
(۲).(تفسیر الطبری رقم ۱,۳۳۷/۲۲۶)

منافقین کی یہ بدزبانی مسلمانوں کے سامنے نہ تھی، ان سے تو وہ یہی کہتے تھے کہ ہم بَاخلاص مومن ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں ہے **وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا**، یہ تبرّا بازیاں اپنی خاص مجلسوں میں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ فاش کر دیا۔ (خازن) اسی طرح آج کل کے گمراہ فرقے مسلمانوں سے اپنے خیالاتِ فاسدہ کو چھپاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی کتابوں اور تحریروں سے ان کے راز فاش کر دیتا ہے۔ اس آیت سے مسلمانوں کو خبر دار کیا جاتا ہے کہ بے دینوں کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہیں دھوکا نہ کھائیں۔ [1]

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے تناظر میں کتنی عمدہ بات کہی ہے!

وَمَنْزِلَةُ الفَقِيهِ مِنَ السَّفِيهِ كَمَنْزِلَةِ السَّفِيهِ مِنَ الْفَقِيهِ
فَهٰذا زَاهِدٌ فِيْ عِلْمِ هٰذا وَهٰذا مِنْهُ أَزْهَدُ مِنْهُ فِيْهِ

ترجمہ: (۱) احمق و جاہل کے مقابلہ میں فقیہ و عالم کا مقام و مرتبہ ویسے ہی بلند و بالا ہے جیسے کہ احمق و جاہل، فقیہ و عالم کے مقام و مرتبے سے دور ہے۔ (۲) تو جاہل، عالم کے علم سے بے تعلق ہے اور عالم اس کی جہالت سے اس سے کئی گنا زیادہ بے پرواہ اور کنارہ کش ہے۔

یعنی عالم اور جاہل کے بیچ اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ علم اور جہالت کے درمیان۔ اور ایک جاہل، عالم سے کیا کنارہ کرے گا عالم اس کو خود ہی منہ نہیں لگانا چاہتا، وہ اس کی جہالت سے اسقدر کنارہ کرتا ہے جس کا اسے اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

علامت نفاق (نمبر ۸)

(۱).(خزائن العرفان/ص۷-۸)

زیادہ لڑائی جھگڑے کرنا اور ان سے لطف اندوز ہونا زبان آور، ماہر بحث، جھوٹی محبت کا دعویدار اور اس پر قسمیں کھانے والا مشہور منافق اخنس بن شریق کی مذمت میں اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

{وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ}(۱) ترجمہ کنزالایمان: اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ **أَلَدُّ الْخِصَامِ** کا معنی ہے شدید الخصومۃ یعنی سخت جھگڑالو ہونا۔(۲)

ابن جریر طبری نے روایت کی ہے کہ حضرت مجاہد نے فرمایا: اس سے مراد وہ آدمی ہے جو جھگڑے میں سیدھی راہ پر نہ ہو۔(۳)

انہوں نے ہی روایت کی ہے کہ حضرت سُدّی نے فرمایا: اس کے معنی ہیں جو جھگڑے میں کجی پر ہو۔(٤)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نافرمانی میں سخت دل ہو، باطل سے پُر بحث و مباحثے کرے، باتیں حکمت بھری کرے اور عمل خطا سے پُر ہو۔(٥)

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی وغیرھم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ان

---

(۱). (البقرۃ/۱۰۴، پ۲)
(۲). (الدر المنثور، ۴۷۸/۲)
(۳). (تفسیر الطبری رقم ۳۹٦۸، ۳۴۵/۲)
(٤). (ایضا/رقم ۳۹٦۹)
(٥). (تفسیر البغوی، جزء ۲۳٦/۱)

ابغض الرجال الی الله الألد الخصم)) [1] ترجمہ: اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بہت ناپسندیدہ شخص سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔

دارمی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام کو عالم کی لغزش، منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی۔ [2]

یعنی جب علماء آرام طلبی کی بنا پر کوتاہیاں شروع کردیں، مسائل کی تحقیق نہ کریں اور غلط مسئلے بیان کریں، اور بے دین لوگ علماء کی روپ دھار لیں، بدعتوں کو سنتیں قرار دیں، قرآن کریم کی اپنی رائے کے مطابق تاویلیں گھڑ کر اس کو اپنے مطلب کے مطابق بنالیں اور گمراہ، لوگوں کے حاکم بنیں اور ان کو اپنی اطاعت پر مجبور کریں تب اسلام کی ہیبت دلوں سے نکل جائے گی، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ [3]

حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ یعنی امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ: جھگڑے سے بچو! کیونکہ باہمی جھگڑنا دین کو مٹا ڈالتا ہے، اس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے اور وہ محنت پر پانی پھیر دیتا ہے۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ حقیقت ایمان کو مکمل نہیں کرسکتا جب تک کہ آپسی جھگڑے نہ چھوڑ دے اگرچہ وہ حق پر ہو، اور جب تک کہ جھوٹ کے ڈر سے زیادہ بولنا نہ چھوڑ دے۔ [5]

(١).(صحیح البخاری بشرح الکرمانی، کتاب المظالم، باب قول الله تعالیٰ وهو الد الخصام، حدیث ٢٢٩٤، جزء ٢٦/١١)
(٢).(مشکوٰة المصابیح، کتاب العلم، رقم حدیث ٢٦٩، جزء ٢٥٠/١)
(٣).(مرأة المناجیح، ٢١٨/١)
(٤).(ذم الغیبة لابن ابی الدنیا، رقم ١٥، ص ٣٦)
(٥).(ذم الغیبة، باب ذم المراء، رقم ١، ص ١٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے بھائی سے مت جھگڑ، اس کا مذاق مت اڑا اور اس سے جھوٹا وعدہ مت کر۔ (۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((**کفی بك اثما ان لا تزال محاربا و کفی بك ظالما ان لاتزال مخاصما**)) الحدیث، (۲) ترجمہ: تیرے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تو ہمیشہ لڑتا رہے اور تیرے ظالم ہونے کے لئے یہی بس ہے کہ تو ہمیشہ جھگڑتا پھرے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بتوں کی پوجا اور شراب نوشی کے بعد میرے رب تعالیٰ نے جو سب سے پہلا عہد مجھ سے لیا اور سب سے پہلی چیز سے منع فرمایا وہ ہے ((**مُلا حاۃ الرجال**)) (۳) یعنی لوگوں سے جھگڑا کرنا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہدایت پانے کے بعد کوئی بھی قوم گمراہ نہیں ہوتی مگر یوں کہ وہ جھگڑوں میں پھنس جاتی ہے، پھر حضور نے اس آیت کی تلاوت فرمائی {**مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ**} (ترجمہ کنزالایمان: انھوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ—الزخرف/۵۸) (٤)

(۱). (کتاب الصمت، باب ذم المراء، رقم ۱۲۳، ص ۹۹)
(۲). (کتاب الزهد للامام احمد، زهد ابی الدرداء، ص ۱۶۳)
(۳). (کتاب الصمت، رقم ۱۳۴، ص ۱۰۳)
(٤). (ایضا، رقم ۱۳۶، ص ۱۰۴)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علم اس لئے حاصل کرے کہ اس سے علماء کا مقابلہ کرے، یا احمقوں سے جھگڑا کرے، یا لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے۔ (١)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ناحق جھگڑے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں ہوتا ہے جب تک کہ اس جھگڑے سے الگ نہ ہو جائے۔ (٢)

حضرت بشیر بن عبیداللہ بن ابو بکرہ نے فرمایا: بخدا! میں نے باہمی جھگڑے سے زیادہ کوئی چیز دین کو تباہ کرنے والی، مروت کو گھٹانے والی، لذت سے محروم کرنے والی اور دل کو (مبتلائے افکار کرکے) پریشان کرنے والی نہیں دیکھی۔ (٣)

حضرت عبدالکریم بن ابوامیہ نے فرمایا: دین کے معاملہ میں پرہیز گار آدمی کبھی نہیں جھگڑتا۔ (٤)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے اپنے دین کو جھگڑوں کا نشانہ بنایا وہ سب سے زیادہ اور بڑا سخت جھگڑالو ہے۔ (٥)

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جھگڑالو لوگوں کے پاس مت بیٹھو کیونکہ وہ قرآنی آیات میں گھسے چلے جاتے ہیں۔ (٦)

علماء فرماتے ہیں کہ صرف اظہار حق کے لئے بقدر حاجت ہی قرآن میں جدال کی اجازت ہے۔ (٧)

---

(١). (ایضا، رقم ١٤١، ص ١٠٦)
(٢). (ایضا، باب ذم الخصومات، رقم ١٥٣، ص ١١٣)
(٣). (ذم الغیبة، باب ذم الخصومات، رقم ١٩، ص ٣٩)
(٤). (ایضا، رقم ١٦، ص ٣٧)
(٥). (ایضا، رقم ٢٢، ص ٤٢)
(٦). (کتاب الصمت، باب ذم الخصومات، رقم ١٥٩، ص ١١٥)
(٧). (حسن التنبه، باب النهی عن التشبه بالمنافقين، ١٦٠/٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((المِراء فی القرآن کفر)) [1] ترجمہ: قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

امام مناوی نے فرمایا: یعنی قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک کرنا، یا اس ارادے سے اس میں غور و خوض کرنا کہ قرآن حادث ہے یا قدیم، یا متشابہ آیات میں بحث و مباحثہ کرنا یہ سب باتیں وہ ہیں جو انسان کو قرآن کے انکار تک پہونچا دیتی ہیں۔ اس کو کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا انجام خطرے سے خالی نہیں۔ انتھی۔ [2]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((من کثرت خصومته لم یسلم دینه)) [3] ترجمہ: جو زیادہ جھگڑا کرے اس کا دین محفوظ نہیں۔

علامت نفاق (نمبر ۹)

گالی گلوج کرنا بالخصوص جھگڑتے وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں یہ چاروں باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی جائے گی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے، جب باتے کرے جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو دغا کرے، جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔ [4]

(۱). (سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب النهی عن الجدال فی القرآن، رقم ۴۶۰۳، جزء ۲۶۶/۱۲)
(۲). (عون المعبود، کتاب السنة، رقم ۴۶۰۳، ۲۶۶/۱۲)
(۳). (الدر المنثور، جزء ۴۸۰/۲، البقرة: الآیة ۲۰۴)
(٤). (مشکوٰة المصابیح، کتاب الایمان، باب الکبائر الخ، حدیث ۵۶ بروایت بخاری و مسلم)

امام بیہقی نے حضرت احنف بن قیس اور سلیمان بن موسیٰ سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ تین لوگ ایک دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتے: متحمل مزاج، احمق و بیوقوف کی، معزز، گھٹیا شخص کی، فرماں بردار، گالی باز کی۔ (۱)

نیز امام بیہقی نے حضرت ابو عمرو بن علاء سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کبھی بھی دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو گالی گلوچ نہیں کیا مگر یہ کہ ان کی اصل ان پر غالب آگئی۔ (۲)

یعنی گالی دینے والے اپنی اصل فطرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جس کی جیسی بنیاد ہوتی ہے اس سے ویسے ہی کام صادر ہوتے ہیں۔

علامت نفاق (نمبر ۱۰)

حق کی جانب بلانے پر تیوری چڑھانا اور متکبر ہونا

اخنس اور اس جیسے منافقین کی مذمت میں نازل ہونے والی آیت میں اللہ عزوجل فرماتا ہے: {وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ} (۳) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے ضد چڑھے گناہ کی (گناہ سے مراد ظلم و سرکشی اور نصیحت کی طرف التفات و توجہ نہ کرنا ہے۔ (خازن)) ایسے کو دوزخ کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا بچھونا ہے۔

امام ابن المنذر و طبرانی و بیہقی و سیوطی و ھیثمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: ((ان من اکبر الذنوب ان یقول

(۱). (الدر المنثور، جزء ۲/۴۸۰، سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۲۰۴)
(۲). (ایضاً/۴۸۱)
(۳). (البقرۃ/۲۰۶، پ۲)

الرجل لاخيه اتق الله فيقول عليك نفسك انت تامرني؟))[۱] ترجمہ: یقینا بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی سے کہے کہ اللہ سے ڈر، تو وہ پلٹ کر جواب دے کہ تو خود ڈر، مجھے نصیحت کرتا ہے؟

امام احمد بن حنبل نے کتاب "الزھد" میں اور امام جلال الدین سیوطی نے "الدر المنثور" میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: خدا سے ڈریئے! تو ایک صاحب اس کو ڈانٹنے کے لئے چلے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہماری لوگوں سے تواضع و انکساری اور قرب و نزدیکی اس طرح کی نہ ہو کہ وہ ہمارے منہ پر ہمیں بلا جھجک کھل کر وعظ و نصیحت کر سکیں تو ہم میں کوئی بھلائی نہیں، اور اگر لوگ دین و قوتِ ایمانی اور حق بات میں عدم مداہنت یعنی کسی کی رو رعایت اور خوشامد کئے بغیر حق بات میں ایسے سخت نہ ہوں کہ وہ ہمیں ہمارے منہ پر تقوی کا حکم اور نصیحت کر سکیں تو ان میں کوئی بھلائی نہیں۔[۲]

علامہ نجم الدین العزی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول: فینا یعنی ہم میں، سے مراد اپنی ذات کو لیا اور ان تمام لوگوں کو جو آپ کی طرح منصب خلافت و امارت و حکومت پر فائز ہوں یعنی سارے حکمرانوں کو، اور آپ کے قول: فیھم یعنی ان میں، سے آپ کی مراد حکمرانوں کی چاپلوسیاں کرنے والے وہ تمام وزیر مشیر اور درباری مُلّے ہیں جو ان کے ظلم و تعدّی پر خاموش رہ کر گونگے شیطان بنے بیٹھے رہتے ہیں، بلکہ ان کی غلط باتوں کی بیجا حمایت اور غلط تشریحیں کرکے انہیں شیطان کے رستے پر لگا دیتے ہیں۔[۳] ہم تمام گناہوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(۱).(المعجم الكبير، خطبة ابن مسعود ومن كلامه، رقم ۸۵۸۷، جزء ۹/۱۱۹)
(۲).(الدر المنثور، جزء ۲/۴۸۳-حسن التنبه، باب النهى عن التشبه بالمنافقين، جزء ۹/۱۶۳-۱۶۴)
(۳).(حسن التنبه/ایضاً)

امام ابن المنذر نے اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت مالک بن مِغْوَل سے کہا: اتق اللہ خدا سے ڈریئے! تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کرتے ہوئے جھک کر اپنے رخسار مبارک کو زمین پر رکھدیا۔ (۱)

غرض کہ یہ جملہ "اللہ سے ڈر" اتنا بھاری بھرکم ہے کہ اس کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا' اس لئے خاموشی ہی میں بھلائی ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ چنانچہ،

"شرح آداب المریدین" میں ہے کہ حضرت خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مسترشد سے فرمایا: اگر تم سے کوئی پوچھے خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہو؟ تو خاموش رہا کرو، کیونکہ اگر تم نے یہ کہا کہ نہیں! تو کافر ہو جاؤ گے، اور اگر کہا کہ ہاں! تو تمھارا یہ کہنا غلط ہو جائے گا۔ (۲)

اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے کہ سو بار عالم خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا پاوں ایک بار بے خبری میں ایک لڑکے کے پاوں پر پڑ گیا، لڑکے نے کہا: اے شیخ! قیامت کے دن کے بدلے سے نہیں ڈرتے؟ اتنا سننا تھا کہ حضرت امام غش کھا کر گر گئے۔ جب اِفاقہ ہوا تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ بات مجھے تنبیہ کرنے کے لئے اسے (من جانب اللہ) تلقین ہوئی تھی۔ (۳)

تنبیہ: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۶ جس کا ترجمہ گزر چکا، اور آیت نمبر ۲۰۷ {وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ} (ترجمہ کنزالایمان: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں) سے علم کے پہاڑ حضرت عمر و علی و ابن عباس

(۱).(الدر المنثور/جزء ۲/ ۴۸۲)
(۲).(حکایات اہل دل/ص ۳-۴ از مولانا عبد المبین نعمانی صاحب)
(۳).(ایضاً/ ۲۸ بحوالہ جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان)

رضی اللہ عنھم نے یہ سمجھا ہے کہ یہ آیت خلوص کے ساتھ بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ امام ابن جریر طبری و جلال الدین سیوطی و بغوی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت عمر (رضی اللہ عنھم) کے سامنے اس آیت کی تلاوت کر کے کہا کہ دو شخص آپس میں جنگ کر بیٹھے، حضرت عمر نے فرمایا: کیوں؟ جواب دیا کہ اے امیر المومنین! میرا گمان یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی رضا پانے کے لئے اپنی جان کا سودا کر چکا ہو گا تو وہ اٹھے گا اور کسی شخص سے کہے گا کہ خدا سے ڈر! جب وہ اس کی بات نہیں مانے گا اور ضد میں آکر پہلے سے زیادہ گناہ کرے گا، تو وہ یہ بولکر کہ میں تو اللہ کی مرضی پانے کے لئے اپنی جان کا سودا کر چکا ہوں اس سے لڑ پڑے گا، اس طرح دو آدمی آپس میں جنگ کر بیٹھیں گے۔[1]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو فرماتے: رب کعبہ کی قسم! دو شخص لڑ پڑے۔[2]

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی کو اس کی تلاوت کرتے سنتے تو فرماتے: انا اللہ و انا الیہ راجعون، ایک شخص بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لئے اٹھے گا تو قتل کر دیا جائے گا۔[3]

حضرت حسن بصری نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے؟ یہ اس مسلمان کے حق میں اتری ہے جو کافر سے ملے تو کہے: بول لا الہ الا اللہ! تو وہ اس کی بات ماننے سے انکار کر دے، پھر مسلمان کہے کہ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ

(۱).(الدر المنثور،جزء ۴۸۹/۲-تفسیر البغوی،۲۳۹/۱)
(۲).(تفسیر الطبری رقم ۳۹۸۹،جزء ۳۵۰/۲)
(۳).(ایضاً/ص ۳۵۳،رقم ۳۹۹۸)

سے اپنی جان کا سودا ضرور کروں گا، پھر آگے بڑھ کر تنہا ہی اس سے لڑ پڑے بالآخر شہید کر دیا جائے۔[1]

علامت نفاق (نمبر۱۱)

نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنا اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَیۡهِ وَكِیۡلًا اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ یَعۡقِلُوۡنَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا}[2] ترجمہ کنزالایمان: کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لوگے یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

امام ابو بکر فریابی نے حضرت حسن بصری (رضی اللہ عنھما) سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں اپنی خواہش کو اپنا خدا بنانے والا ((**هو المنافق لا یهوی شیئاً الا رکبه**))[3] وہ منافق ہے، جسے نفس چاہتا ہے اسی کو پوجنے لگتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح جیسے مشرکین کا حال تھا کہ وہ پتھر اور سونے اور چاندی وغیرہ کو پوجتے تھے، جب کوئی چیز انہیں پہلی چیز سے اچھی معلوم ہوتی تھی تو پہلی کو توڑ دیتے پھینک دیتے دوسری کو پوجنے لگتے۔ اسی لئے تو منافق کو مشرک کہا گیا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا: کیا اہل قبلہ میں شرک ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

---

(۱). (ایضا/رقم۳۹۹۷)
(۲). (الفرقان/۴۳-۴۴، پ۱۹)
(۳). (صفۃ النفاق، ص۵۲، باب ما روی فی صفۃ المنافق)

ہاں! بے شک منافق مشرک ہیں، کیونکہ مشرک خدا کو چھوڑ کر چاند و سورج کو سجدہ کرتا ہے، اور منافق اپنی نفسانی خواہش کا بندہ ہے۔ پھر آپ نے اسی مذکورہ آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ (۱)

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان کے سائے کے نیچے اللہ کے سوا جتنے معبودان باطل کی پوجا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس پرستی ان سب سے بڑا (گناہ) ہے۔ (۲)

علامہ ھیثمی نے "الاوسط" للطبرانی کے حوالہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جان کا حشر اس کی جی کی خواہش پر ہوگا، تو جس نے کفر کی خواہش کی اس کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا اور اس کا عمل اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ (۳)

اور صحیح مسلم میں حضرت جابر ہی کی حدیث میں فقط اتنا ہے: ((**يبعث كل عبد على ما مات عليه**)) (٤) ترجمہ: ہر بندے کو اسی حالت اور نیت پر اٹھایا جائے گا جس پر اسے موت آئی تھی۔

تنبیہ: ابھی ابھی آپ پڑھ چکے کہ سورۂ فرقان کی مذکورہ آیت بقول حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ منافقین کے متعلق اتری ہے، جس میں انہیں جانوروں سے تشبیہ دی گئی بلکہ ان سے بھی بدتر اور گیا گزرا بتایا گیا۔ اب ان دونوں باتوں کی وجہ سن لیجئے۔ جس طرح

---

(١). (الدر المنثور، جزء ١١/ ١٨٢، سورة الفرقان: الآية ٤٣)
(٢). (المعجم الكبير، راشد بن سعد المقرى عن ابى امامة، رقم ٧٥٠٢، جزء ٨/ ١٢٣)
(٣). (مجمع الزوائد، كتاب الايمان، باب تحشر كل نفس على هواها' رقم ٩٤٤، جزء ١/ ٥٤٥)
(٤). (صحيح مسلم بشرح النووى، كتاب الجنة، باب الامر بحسن الظن بالله تعالىٰ عند الموت، جزء ١٧/ ٢١٠)

جانور جس چیز کی خواہش کرتے ہیں اس پر چڑھ دوڑتے ہیں، یہی حال ان منافقوں کا ہے کہ جن آیات اور نشانیوں کے ذریعہ انہیں اللہ عزوجل کی طرف بلایا جاتا ہے ان سے نفع حاصل نہیں کرتے۔ اور ان کے جانوروں سے بھی بدتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جانور اپنے دیکھ بھال کرنے والے کے تابعدار ہوتے ہیں، کون ان کے ساتھ اچھا برتاو کرتا ہے اور کون برا ان میں فرق کرنا جانتے ہیں، جو چیز انہیں نفع پہونچائے اس کو ڈھونڈتے ہیں، جو نقصان دہ ہو اس سے بچتے ہیں۔ ادھر منافقین کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے تابع فرمان نہیں بنتے، اس کے احسانات کی ناشکری کرتے، اس کی نافرمانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، اس کے اور اپنے دشمنوں کی اطاعت کرتے نہیں تھکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

بلاشبہ یہی وجہ ہے کہ دوسرے مقام پر انہیں گھاس کوڑے وغیرہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ،

اللہ عز وجل کا فرمان عبرت نشان ہے: {وَ اِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَ اِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ}[1] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور جب تو انہیں دیکھے (یعنی منافقین کو مثل عبداللہ بن اُبی ابن سَلول وغیرہ) ان کے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سنے (ابن اُبی موٹا فربہ، گورا چِٹا، خوبصورت اور خوش بیان آدمی تھا، اس کے ساتھ والے منافقین قریب قریب ویسے ہی تھے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں جب یہ لوگ حاضر ہوتے تو خوب باتیں بناتے جو سننے والے کو اچھی معلوم ہوتیں۔) گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار

(۱) (المنافقون/۴، پ۲۸)

سے ٹکائی ہوئی (جن میں بے جان تصویر کی طرح نہ ایمان کی روح نہ انجام سوچنے والی عقل۔) ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں (کوئی کسی کو پکارتا ہو تو یہ اپنے نفس کی خباثت سے یہی سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ کہا گیا اور انہیں یہ ڈر رہتا ہے کہ ان کے حق میں کوئی ایسا مضمون نازل ہوا جس سے ان کے راز فاش ہو جائیں۔) وہ دشمن ہیں (دل میں شدید عداوت رکھتے ہیں اور کافروں کے جاسوس ہیں) تو ان سے بچتے رہو (اور ان کے ظاہر حال سے دھوکا نہ کھاؤ۔) اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں (اور روشن دلیلیں قائم ہونے کے باوجود حق سے منحرف ہوتے ہیں۔)

خلاصہ یہ کہ منافقین شکل وصورت میں تو معزز انسان لگتے ہیں لیکن اخلاق و کردار میں چوپائے ہیں اور حق کی روشن دلیلیں قائم ہونے کے وقت اینٹ پتھر ہیں۔ اسی کو ایک متقدم شاعر نے بڑے بہترین انداز میں ڈھالا ہے:

اَاُخَیَّ اِنَّ مِنَ الرِّجَالِ بَهِیْمَةٌ — فِیْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ السَّمِیْعِ الْمُبْصِرِ
فَطِنٌ بِکُلِّ مُصِیْبَةٍ فِیْ مَالِه — فَاِذَا یُصَابُ بِدِیْنِه لَمْ یَشْعُرِ

ترجمہ: (۱) اے میرے بھائی! بلا شبہ کچھ لوگ قوت سماعت رکھنے والے بینا انسان کی صورت میں چوپائے ہیں (۲) جو اپنے مال میں پہنچنے والی ہر بلا کو تو سمجھ جاتے ہیں لیکن جب ان کے دین پر کوئی آنچ آئے تب انہیں کوئی شعور نہیں۔ یعنی اپنے دنیوی مفادات کی تو ان کو سمجھ ہے لیکن اخروی معاملے میں بالکل بے شعور ہیں۔

علامت نفاق (نمبر ۱۲)

دین میں بری بدعت پیدا کرنا اور گمراہوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حضرت علامہ حافظ امام لالکائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت کی

ہے آپ فرماتے ہیں: بے شک اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ذکر کی محفلیں تلاش کرتے رہتے ہیں، لہذا تو غور وفکر کرلے کہ کس کی محفل میں بیٹھا ہے، تیری نشست کسی بدمذہب کے ساتھ نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بدمذہبوں پر نظر کرم نہیں فرماتا، **و علامة النفاق ان یقوم الرجل و یقعد مع صاحب بدعة** (۱) اور نفاق کی نشانی یہ ہے کہ آدمی اٹھے اور جاکر بد مذہبوں کے ساتھ بیٹھ جائے۔

نیز آپ ہی کا فرمان ہے کہ: یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی سنی کسی بدمذہب کی موافقت کرے، یہ کام نفاق کے سبب ایک منافق ہی کرسکتا ہے۔ (۲)

نیز امام لالکائی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ عنقریب فتنہ جنم لے گا جس میں مال کی کثرت ہوگی اور قرآن کو کھول کر اسے مومن و منافق، عورت و مرد، چھوٹا اور بڑا ہر کوئی پڑھے گا، یہاں تک کہ ایک شخص کہے گا: کیا بات ہے میں نے قرآن پڑھا ہے پھر بھی دیکھ رہا ہوں کہ لوگ میری پیروی نہیں کرتے! کیا میں ان پر علانیہ قرآن نہ پڑھوں؟ حضرت معاذ نے فرمایا: تو وہ علانیہ قرآن پڑھے گا اس پر بھی کوئی اس کی اتباع نہیں کرے گا، تو وہ بولے گا: میں نے علانیہ قرآن پڑھا ہے پھر بھی میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ میری پیروی نہیں کرتے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں ایک مسجد تعمیر کرے گا (جیسے فتنہ پھیلانے کو مسجد ضرار بنائی گئی تھی) پھر اس میں بیٹھ کر ایسی بات گڑھے گا جو نہ قرآن میں ہوگی نہ حدیث میں۔ لہذا اپنے کو ایسی بری بدعت سے بچاؤ اور ایسی بری بدعت کو اپنے سے الگ رکھو کیونکہ ایسی بدعت صرف گمراہی ہے۔ (۳)

---

(۱).(شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة، سیاق ماروی عن النبی ﷺ عن مناظرة اهل البدع، رقم ۲۶۵، جزء ۱/۲۲۷)

(۲).(ایضا/رقم ۲۶۶)

(۳).(شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة، سیاق ماروی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فی الحث علی التمسك بالکتاب و السنة، رقم ۱۱۷، ۱/۱۵۶)

علامت نفاق (نمبر ۱۳)

باطل اور بیکار کاموں میں مشغول ہونا اللہ عزوجل نے فرمایا: {وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ }(۱) ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

یہ آیت منافقین کے متعلق ہے، اس کی شان نزول میں مفسرین نے کئی روایات نقل کی ہیں، جن میں سے ایک روایت میں نے مقدمے میں بھی ذکر کی ہے، دو روایات اور ملاحظہ کریں۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم وابوالشیخ نے اس آیت سے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک تشریف لے جارہے تھے، دوران سفر کچھ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: کیا یہ شخص (یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام) اس امید میں ہیں کہ ملک شام کے محلات اور وہاں کے قلعے فتح کرلیں گے؟ یہ کتنی بعید بات ہے! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کی اس بکواس سے باخبر فرمایا تو اللہ کے نبی نے فرمایا: ان سواروں کو روکو، پھر ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم نے یہ یہ بکواس کی؟ تو وہ بولے: اے اللہ کے نبی ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ اس پر اللہ عزوجل نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔(۲)

---

(۱).(التوبة/٦٥،پ۱۰)
(۲).(الدر المنثور، جزء ۷/۴۲٦،سورة التوبة: الآية ٦٥)

اور امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک منافق نے یہ بکواس کی تھی کہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں یہ خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں دن فلاں فلاں وادی میں تھی، وہ غیب کی باتیں کیا جانیں؟ تب اللہ عزوجل نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (۱)

علامت نفاق (نمبر۱۴)

اہل علم اور قرآن کے ماننے والوں میں عیب نکالنا اللہ عزوجل نے فرمایا: {اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ} (۲) ترجمہ کنزالایمان: جب کہتے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں آزار (بیماری) ہے کہ یہ مسلمان اپنے دین پر مغرور ہیں اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

یعنی مدینہ شریف کے منافقین اور مکہ شریف کے منافقین جن کی تعداد تین سو دس سے اوپر اور ہزار سے نیچے تھی، (۳) جنہوں نے بظاہر کلمۂ اسلام تو پڑھ لیا تھا مگر دل ابھی بھی شک و تردد میں مبتلا تھے۔ جب کفار قریش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ بدر میں پہنچے، وہاں جاکر مسلمانوں کو تھوڑی تعداد میں دیکھا تو شک اور بڑھا اور سب کے سب مرتد ہوگئے اور کہنے لگے کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور یہ خوش فہمی کے شکار ہوگئے ہیں۔ اسی لئے اپنی قلت کی پرواہ

---

(۱). (ایضاً)
(۲). (الانفال/۴۹،پ۱۰)
(۳). (تفسیر البیضاوی، جزء ۱/۳۸۸)

کئے بغیر اور دشمن کی کثرت کے باوجود دشمن سے جنگ کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔ یہ حضرت ابن جریج کا قول ہے جس کی تخریج ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ [1]

اور امام عبد الرزاق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ {المنافقون والذین فی قلوبھم مرض} سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے لہذا منافق کہلائے گئے۔ [2] اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے صرف {المنافقون} کی یہ تفسیر نقل ہے کہ آپ نے فرمایا: اس سے مراد وہ منافق لوگ ہیں جو اس دن مسلمانوں میں موجود تھے۔ [3]

اور فرمان باری تعالیٰ: {غرّ هٰؤلآء دینُهم} کا مطلب یہ ہے کہ جب منافقین نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود مسلمانوں کو بدر کے دن فتح ونصرت عطا فرمائی تو وہ مسلمانوں کے دین اسلام کے سبب دھوکا کھا گئے۔ حالانکہ یہ نصرت وحمایت دھوکا دینے اور بیہودہ امید دلانے کی قسم سے نہ تھی بلکہ خدا پر ایمان کامل کا ثمرہ تھی۔ لیکن منافقین نے اس کو غرور (دھوکا دینا) نام دیا اور ایمان والوں میں عیب شمار کیا۔ [4]

علامت نفاق (نمبر ۱۵)

مسلمان کی مصیبت و بدحالی پر خوش ہونا اور نعمت و خوشحالی سے غمگین ہونا

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ قُلۡ

(١).(تفسیر الطبری، جزء ٥/ ٧٥٢، رقم ١٦٢٠٩٨، ١٦٢٠)
(٢).(الدر المنثور، جزء ٧/ ١٤٨، سورۃ الانفال: الأیة ٤٩)
(٣).(ایضاً)
(٤).(حسن التنبه، باب النهی عن التشبه بالمنافقین، ٩/ ١٧١)

لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللہُ لَنَا ھُوَ مَوۡلٰنَا وَ عَلَی اللہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ}[۱] ترجمہ کنزالایمان: اگر تمہیں بھلائی پہنچے (اور تم دشمن پر فتحیاب ہو اور غنیمت تمھارے ہاتھ آئے۔ خزائن) تو انہیں برا لگے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو (منافقین کہ چالاکی سے جہاد میں نہ جاکر۔ خزائن) کہیں ہم نے تو اپنا کام پہلے ہی ٹھیک کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے پھر جائیں تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں جو منافقین جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور مدینے میں ہی رک گئے تھے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق سے بری خبریں پھیلانا شروع کر دی تھیں۔ وہ بکا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں نے اپنے اس سفر میں بڑی کوششیں کیں پر وہ سب (معاذ اللہ) ہلاک ہوگئے۔ پھر انہیں پتہ چلا کہ ان کی خبر تو جھوٹی نکلی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ رضی اللہ عنھم تو خیر وعافیت سے ہیں تو انہیں یہ بات بہت بری لگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[۲]

جب ان منافقین کا عقیدہ ایسا تھا جیسا قدریہ کا ہے، کہ قدریہ نفع و نقصان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں جانتے، بلکہ وہ اس میں شکوہ شکایت زبان پر لاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو حکم فرمایا کہ آپ اپنا عقیدہ یوں ظاہر فرمادیں کہ: {قل لن یصیبنا الا ما کتب الله لنا} رنج و خوشی، آرام و تکلیف سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہے۔ وہ ہمارا مولیٰ ہے ہم اس کے بندے ہیں، وہ خوشی و غم جو کچھ ہم پر

(۱). (التوبۃ/۵۰-۵۱'پ۱۰)
(۲). (الدر المنثور، جزء ۷/۳۹۹'سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۵۰)

بھیجتا ہے اس میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ اس کی بھیجی ہوئی بیماری بھی اچھی تاکہ ہم صابر بن سکیں، اور صحت بھی اچھی تاکہ ہم شاکر بن سکیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: تقدیر کے مسئلے میں کلام کرنا ایسا ہے جیسے دو لمبے چوڑے پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان کی کشادگی جو کہ سیلاب کے لئے گزر گاہ ہو، اس میں قدم رکھنا، جہاں کہ لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور جس کی گہرائی کا کچھ پتہ نہیں لگتا ہے۔ تو عمل کرو اس شخص کی طرح جو یہ یقین رکھتا ہو کہ اس کا عمل ہی اسے رہائی دلائے گا، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اس شخص کی طرح جو یہ یقین رکھتا ہو کہ اسے نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے۔ (۱)

ابو الشیخ نے حضرت مُطرّف سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: کسی کو یہ روا نہیں کہ گھر کی چھت پر چڑھ کر وہاں سے اپنے کو نیچے گرا دے، پھر کہے کہ یہ تو میرے مقدر میں لکھا تھا۔ ہاں ہم ڈرتے رہیں گے۔ تو اگر ہمیں کوئی مصیبت پہنچے گی تو ہم جان لیں گے کہ ہمیں ہرگز نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔ (۲)

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابو الدرداء سے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے، اور کوئی بندہ حقیقتِ ایمان تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ یہ یقین نہ رکھے کہ جو اسے پہنچا وہ چوک نہ تھی، اور جو نہ پہنچا اس کو نہ ہی پہنچنا تھا۔ (۳)

تنبیہ: مومن کا حال منافق کے بالکل الٹ ہے۔ وہ اپنے مسلمان بھائی کی نعمت سے خوش ہوتا ہے، اس کی خوشی سے کھل اٹھتا ہے، اس کی مصیبت سے مرجھا جاتا ہے، اس کے غم میں برابر کا شریک ہوتا ہے، اس کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتا ہے۔ چنانچہ امام طبرانی و

(۱).(الدر المنثور، جزء ۴۰۱/۷، سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۵۱)
(۲).(ایضاً)
(۳).(مسند امام احمد، ومن حدیث ابی الدرداء عُوَیمر، رقم ۲۷۴۹۰، جزء ۴۸۲/۴۵)

ابونعیم و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو صبح کرے اور مسلمانوں کے لئے فکر مند نہ ہو تو وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے، اور جو صبح کرے اور اس کا ارادہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا ہو تو وہ خدا کے طریقے پر نہیں ہے۔(۱)

فائدہ: یہاں تفسیر نعیمی میں فوائد کے تحت ہے کہ راہ خدا کی تکلیف سے بچنے کی کوشش کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ اسے اپنی سیاسی چال یا احتیاط سمجھنا دلی بیماری ہے۔ موجود زمانہ کی سیاست وہی ہے جسے اس زمانۂ پاک میں منافقت کہتے تھے، چال و چالاکی سے اپنے کو بچا لینا، دوسرے کو پھنسا دینا، اس پر خوش ہونا۔ روایت تواریخ میں ہے کہ غزوۂ تبوک کی روانگی کے موقعہ پر ایک صحابی غالباً حضرت طلحہ سفر میں تھے۔ جب واپس آئے تو دھوپ تیز تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اپنے باغ میں ان کا مکان تھا۔ پہنچے تو دیکھا کہ سایہ دار گھنے باغ میں گھر کے اندر گوشت کی ہانڈی چولہے پر ہے۔ بیوی حاضر ہے۔ مگر سواری پر ہی پوچھا کہ جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ بیوی صاحبہ نے عرض کی: غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے ہیں۔ بولے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور انور دھوپ کے میدان میں ہوں اور میں گھنے باغ کے سایہ میں؟ حضور انور چھاگل کا گرم پانی پی رہے ہوں اور میں یہاں خمیری گرم روٹی بھنے گوشت سے کھاؤں؟ یہ کہا اور سواری کی لگام تبوک کی طرف پھیر دی۔ اترے بھی نہیں۔ کچھ آگے گئے تو حضور انور مع صحابہ کرام کے آتے ہوئے ملے۔ خوش و خرم حضور انور کے ساتھ واپس آئے۔ یہ ہے اصلی خوشی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ (آمین) شعر

لی جیبی، عربی، مکی، مدنی، قرشی　　　　کہ بود رنج و غمش مایۂ شادی و خوشی

حضور انور کے غم پر خوشی منانا کفر ہے۔ ان کی خوشی میں شرکت کرنا ایمان ہے۔(۲)

(۱). (شعب الایمان، ۱۷. باب في الزهد وقصر الأمل، رقم ۱۰۵۸۶، جزء ۷/۳۶۱)
(۲). (تفسیر نعیمی/ ۳۶۷-۳۶۸)

علامت نفاق (نمبر۱۶)

معجزہ اور کرامت کا انکار کرنا کراماتِ اولیاء حق ہیں اور قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔ مگر معتزلہ و بد مذہب اور بے دین منافق ان کے منکر ہیں۔ جبکہ حضرت آصف بن برخیا کا تخت بلقیس کو ایک پل مارنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور میں حاضر کرنا سورۃ النمل کی آیت نمبر ۴۰ سے اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے پاس حضرت زکریا علیہ السلام کو بے موسم جنتی پھل دکھائی دینا سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۷ سے ثابت ہے۔ اسی طرح جمعے کے دن خطبے کے دوران مسجد نبوی شریف کے منبر پر بیٹھ کر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور دراز علاقہ نہاوند میں موجود لشکر اسلام و امیر لشکر حضرت ساریہ کو ملاحظہ فرمانا، اپنی آواز ان کو سنانا، ان کا آپ کی آواز کو سننا، سوکھے دریائے نیل میں حضرت عمر کے لکھے ہوئے خط کو ڈالے جانے پر اس کا پانی ایک رات میں سولہ ہاتھ بلند ہو جانا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زہر پی جانا اور کچھ نقصان نہ کرنا یہ سب واقعات صحیحین و دیگر کتبِ احادیث و سِیَر سے ثابت ہیں۔ بلکہ علمائے اہل سنت کی کراماتِ اولیاء کے موضوع پر مایہ ناز تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً شیخ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "جامع کرامات الاولیاء" دو جلدوں میں، اور محدث شیخ عبداللہ الصدیق الغماری رحمہ اللہ کی کتاب "الحجج البینات فی اثبات الکرمات" باضابطہ اسی موضوع پر وجود میں آئی ہیں۔

واضح رہے کہ خلاف عادت کام کو معجزہ و کرامت کہتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اگر یہ خلاف عادت کام نبی کی طرف منسوب ہو خواہ اس کا ظہور نبی کے ہاتھ پر ہوا ہو یا ان کے کسی سنی صحیح العقیدہ مومن صادق امتی کے ہاتھ پر جب کہ نبوت و رسالت کا مدعی نہ ہو، تو وہ معجزہ ہے ورنہ ولی کی طرف نسبت کی صورت میں کرامت ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ولی کی

کرامت در حقیقت نبی کا معجزہ ہے کہ نبی کی نبوت کی صداقت اور حقیقتِ رسالت پر دلیل ہے۔ توکرامت کا انکار در حقیقت معجزہ کا انکار ہے۔ (۱)

حضرت عباس الشرقی کا بیان ہے کہ حضرت ابوتراب النخشبی (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: "من لم یؤمن بها فقد کفر" (۲) یعنی جوکرامات کونہ مانے وہ کافر ہے —— مراد کفرانِ نعمت ہے، یابطور تغلیظ وتشدید یعنی سختی برتنے کے لئے اسے کفر کہا گیا ہے، یااس بنا پر کہ ولی کی کرامت در حقیقت نبی کا معجزہ ہے اور معجزہ کا انکار بلا شبہ کفر ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: {يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ} (۳) ترجمہ کنزالایمان: منافق ڈرتے ہیں کہ ان (یعنی مسلمانوں۔ خزائن) پر کوئی سورۃ ایسی اترے جو ان (یعنی منافقوں۔ خزائن) کے دلوں کی چھپی جتادے تم فرماؤ ہنسے جاؤ اللہ کوضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے۔

دلوں کی چھپی چیز ان کا نفاق ہے اور وہ بغض وعداوت جو وہ مسلمانوں کے ساتھ رکھتے تھے اور اس کو چھپایا کرتے تھے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات دیکھنے اور آپ کی غیبی خبریں سننے اور ان کو واقع کے مطابق پانے کے بعد منافقوں کو اندیشہ ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کوئی ایسی سورت نازل نہ فرمائے جس سے ان کے راز فاش کردیئے جائیں اور ان کی رسوائی ہو۔ اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ (٤)

---

(۱)۔۔۔ والحاصل ان الامر الخارق للعادة هو بالسبة الى النبی معجزة سواء ظهر من قِبَله او من قِبَل امته لدلالته على صدق نبوته وحقيقة رسالته فبهذا الاعتبار جُعل معجزة له والا فحقيقة المعجزة ان تكون مقارنة للتحدّي على يد المدعي وبالنسبة الى الولی كرامة۔ (منح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر للعلامة علی القاری، خوارق العادات للانبياء والكرامات للاولياء حق۔ ص۲۳۷)

(۲)۔(الرسالة القشيرية للامام ابی القاسم القشيری، الباب الرابع والخمسون: کرامات الاولياء، ص ۵۹۰)

(۳)۔(التوبة/۶۴، پ۱۰)

(٤)۔(خزائن العرفان)

علماء فرماتے ہیں کہ فرمان باری تعالیٰ: قُلِ اسْتَهْزِءُوْا''اس بات پر دلیل ہے کہ منافقین کے اسرار ظاہر کرنے والے اسباب میں سے ایک امر خارق یعنی معجزہ و کرامت پر وہ ایمان نہیں رکھتے تھے۔ (۱)

تنبیہ: آج بھی وہابی دیوبندی فضائل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم و مناقب اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کے انکار اور ان سے بغض و عناد کا فاسد مادّہ اور پیپ کو اپنے دلوں میں بڑھاوا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، اسی طرح بہت سے فساق و فجار، اولیاء و علماء اور قابل قدر شخصیات کی شان میں گستاخیاں کرکے انہیں ایذا دیتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ دلوں کی چھپی چیز یعنی ان کا نفاق لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہوگا، اور ذلیل و رسوا ہونے سے وہ بچ جائیں گے، تو یہ ان کی بہت بڑی بھول ہے، میں نے اپنی کتاب "پیشانی کا گھٹا محمود یا مذموم؟" میں احادیث و آثار کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ جب کبھی آدمی کیسے ہی بند غار و خلوت خانہ میں نیکی و بدی کرے ان کی علامت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو کر رہے گی۔ خود اس کا چہرہ بتائے گا کہ سیرت کیسی ہے۔ تفصیلات اسی کتاب سے حاصل کریں۔ یہاں صرف ایک حدیث نقل کرتا ہوں ملاحظہ کریں۔

حضرت سعید بن منصور و ابن المنذر و ابو الشیخ نے حضرت مسیَّب بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: ((ما عمل رجل من حسنة فی سبعة ابیات الا اظهرها الله ولا عمل رجل من سیئة فی سبعة ابیات الا اظهرها الله و تصدیق ذالك كلام الله، یقول الله: اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ)) (۲) ترجمہ: کوئی شخص سات کوٹھریوں میں چھپ کر بھی کوئی نیکی کرے تو بھی اللہ تعالیٰ اس (کی علامت لوگوں میں) ظاہر فرما دے گا، اور اسی طرح کوئی شخص سات کوٹھریوں میں چھپ کر بھی کوئی بدی کرے تو بھی اللہ تعالیٰ اس (کی علامت لوگوں میں) ظاہر

(۱).(حسن التنبه، باب النهی عن التشبه بالمنافقین، ۹/۱۷۴)
(۲).(التوبة/۶۴، پ۱۰)

فرمادے گا۔ اس کا ثبوت باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے۔

علامت نفاق (نمبر ۱۷)

نماز میں سستی کرنا، اسے بوجھ سمجھنا، تنگ وقت تک مؤخر کرنا اور اطمینان سے نہ ادا کرنا

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا}(۱) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں (کیونکہ حقیقت میں تو اللہ کو فریب دینا ممکن نہیں) اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں (مومنین کے ساتھ) تو ہارے جی سے (کیونکہ ایمان تو ہے نہیں جس سے ذوقِ طاعت اور لطفِ عبادت حاصل ہو محض ریاکاری ہے اس لئے منافق کو نماز بار معلوم ہوتی ہے) لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا (اس طرح کہ مسلمانوں کے پاس ہوئے تو نماز پڑھ لی اور علیحدہ ہوئے تو چھوڑ دی)۔

خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اعمال ایمان والوں پر فرض کئے ہیں منافقین ان میں سے کچھ بھی اس طریقہ پر نہیں بجالاتے کہ ان کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کریں کیونکہ حشر و نشر، ثواب و عقاب پر وہ یقین ہی نہیں رکھتے۔ وہ تو صرف ظاہری اعمال اس لئے بجالاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جائیں اور ان کے اموال محفوظ رہیں۔ اس کے لئے وہ فرض نمازوں میں مسلمانوں کے ساتھ محض ریاکاری کے طور پر ناچار کھڑے ہوجاتے ہیں تاکہ مسلمان انہیں اپنوں میں سے سمجھیں، کافروں میں شمار نہ کریں۔

---

(۱).(سورۃالنساء/۱۴۲،پ۵)

ابن جریر طبری نے حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرمان باری تعالیٰ: {و اذا قاموا} الخ کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ: یہ منافق لوگ ہیں، اگر لوگوں کا دکھاوا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ نماز ہی نہ پڑھتے۔ (۱)

اور عبد بن حمید و ابن جریر طبری و ابن المنذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! اگر لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہوتا تو منافق نماز ہی نہ پڑھتے، ان کی نماز تو صرف ایک دکھاوا ہے۔ (۲)

امام مسلم و ابو داؤد و نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: ((تلك صلاۃ المنافق یجلس یقُبُ الشمس حتی اذا کانت بین قرنِي الشیطانِ قام فنقرھا اربعا لایذ کر اللہ فیھا الا قلیلا))(۳) ترجمہ: یہ منافق کی نماز ہے جو سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے (یعنی بالکل ڈوبنے کے قریب ہو جاتا ہے) تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے، جن میں اللہ کو یاد نہیں کرتا ہے مگر تھوڑا۔

اور امام احمد و ابو یعلیٰ و ابن حبان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں منافق کی نماز نہ بتاؤں؟ وہ عصر کی نماز کو چھوڑے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو کھڑا ہو کر مرغ کی طرح (جلدی جلدی) چند ٹھونگیں مار لیتا ہے اور اللہ کا ذکر نہیں کرتا ہے مگر تھوڑا۔ (۴)

---

(۱).(تفسیر الطبری، رقم ۱۰۷۴۹، جزء ۲۲۷/۴)
(۲).(الدر المنثور، سورۃ النساء: الآیۃ ۱۴۲، جزء ۸۲/۵)
(۳).(مسلم بشرح النووی، کتاب المساجد، باب استحباب التکبیر بالعصر، جزء ۱۲۳/۵)
(٤).(مسند امام احمد بن حنبل، تتمۃ مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، رقم ۱۳۵۸۹، جزء ۲۱۱/۲۱)

اور امام حاکم نے اور سنن الدارقطنی میں حضرت رافع بن حدیج سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں منافق کی نماز نہ بتاؤں؟ کہ وہ عصر کی نماز میں تاخیر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج کا رنگ ایسا ہو جاتا ہے جیسے گائے کی اوجھڑی پر چڑھی ہوئی پیلے رنگ کی پتلی چربی تب جاکر وہ عصر کی نماز پڑھتا ہے۔ [1]

امام ابن ابی الدنیا نے عبدالملک بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ولید بن عبدالملک نے مِنٰی میں نماز عصر میں اتنی تاخیر کی کہ سورج پہاڑ کی چوٹیوں پر بادل کی مانند ہو گیا (یعنی بالکل آخر وقت میں پڑھی) تو انہوں نے پہاڑ سے کسی کی آواز سنی جو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: ((صلِّ لاصلی اللہ علیک صلِّ لاصلی اللہ علیک)) [2] ترجمہ: پڑھ لے، اللہ تجھ پر اپنی رحمت نہ اتارے، پڑھ لے، اللہ تجھ پر اپنی رحمت نہ نازل فرمائے۔

تنبیہ اول: ابو الشیخ نے "الثواب" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رازدارنہ طور پر دو رکعتیں پڑھیں اس سے نفاق دور کر دیا گیا۔ [3]

یعنی خفیہ طور پر نماز عبادت ہونے میں اخلاص سے قریب تر ہے۔ جب بندہ چپکے چپکے نمازیں پڑھے گا تو یہ خالص طاعت اور ریاکاری وغیرہ کی ملاوٹ سے پاک عبادت ہوگی اور حقیقی شکر ادا کرنا پایا جائے گا۔ اور حقیقی شکر کا حق یہ ہے کہ فرض سے اوپر اٹھ کر کچھ کیا جائے، اور یہاں زیادتی اخلاص کی ہے، لہذا بندہ نفاق کے مرض سے پاک ہو جائے گا۔

لہذا بندے کو عبادت میں اخلاص کے تعلق سے اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ اس کی جلوت و خلوت کی عبادات کس طرح کی ہیں۔ اگر تو خفیہ و علانیہ دونوں ہی صورتوں میں

(۱). (المستدرك للحاكم، كتاب الصلاة، رقم ٧٠٥، جزء ١/٢٩٦)
(۲). (كتاب هواتف الجنّات، رقم ٩٣، ص ٨٦)
(۳). (حسن التنبه، باب النهى عن التشبه بالمنافقين، جزء ٩/١٤٥)

ایک جیسی ہیں اور دونوں ہی صورتوں میں نماز وغیرہ احسن طریقہ پر ادا کرتا ہے تو مخلص ہے ورنہ ریاکار اور خدا کو دھوکا دینے والا۔

چنانچہ امام ابویعلیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں لوگ دیکھیں وہاں تو اچھی طرح نماز پڑھے اور جہاں تنہا ہو اور کوئی نہ دیکھے وہاں اچھی طرح نہ پڑھے تو اس کی نماز کیا ایک طرح کا استھزاء کرنا ہے جس کے ذریعہ اپنے رب سے مذاق کرتا ہے۔ (۱)

تنبیہ دوم: امام ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دوگانہ ادا کیا اس طور پر کہ اسے اللہ عزوجل اور فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو یہ اس کے لئے جہنم سے آزادی کا پروانہ ہے۔ (۲)

اور امام ابن ابی الدنیا و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ یہ بھی گوارہ نہ فرماتے تھے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں سست ہوں، اور تاویل میں یہی سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۲ کو پیش فرماتے تھے۔ (۳)

مطلب یہ ہے کہ آپ یہ بھی گوارہ نہیں فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس لفظ سے منافقین کے اوصاف بیان کئے ہیں کوئی اس کا اطلاق اپنے اوپر کرے، ایسا اس لئے تاکہ نفاق سے بیزار رہے۔

مسئلہ: ریاکاری اور دکھاوے کی دو قسمیں ہیں: ایک اصلِ عمل اور ادائیگی میں ریاکاری کہ لوگوں کے سامنے ہو تو نماز پڑھے، اکیلے میں نہ پڑھے، کوئی دیکھنے والا ہو تو روزہ رکھے ورنہ نہیں، لوگوں کی مذمت کے خوف سے جمعہ میں حاضر ہو، لوگوں کے ڈر کے سبب رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے، یہ بہت خطرناک ہے۔

---

(۱). (الدر المنثور، جزء ۵/ ۸۲)
(۲). (تاریخ دمشق ۵۰۵۵-علی بن محمد بن علی بن محمد بن احمد المعروف بابن الاذلانی، رقم ۹۱۵۲، جزء ۴۳/ ۱۹۷)
(۳). (کتاب الصمت لابن ابی الدنیا، باب ما نهی ان یتکلم به، رقم ۳۶۵، ص ۲۰۰۔ الدر المنثور، جزء ۵/ ۸۲)

دوسری وصف عمل میں ریا کاری کہ لوگوں کے سامنے تو بہت خوبی کے ساتھ عبادت کرے اور ارکانِ نماز وغیرہ نہایت عمدگی اور خشوع و خضوع سے ادا کرے، مگر تنہائی میں معمولی طرح جلدی جلدی پڑھے، یہ پہلی سے کم بری ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ شعر:-

کلید در دوزخ است آں نماز　　کہ در روئے مردم گزاری دراز [(۱)]

پہلی قسم کا حکم شرعی یہ ہے کہ فرض تو ادا ہو جائے گا لیکن ثواب نہ ملے گا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر رِیا کے لئے نماز روزہ رکھا تو فرض ادا ہو گا یا نہیں؟

ارشاد فرمایا: "معاذ اللہ۔ فقہی نماز روزہ ہو جائے گا کہ مُفسد (یعنی نماز یا روزہ توڑنے والا کوئی کام) نہ پایا گیا، ثواب نہ ملے گا، بلکہ عذاب نار کا مستحق ہو گا۔ روز قیامت اس سے کہا جائے گا: "او فاجر! او غادر! او خاسر! او کافر! تیرا عمل خبط (یعنی ضائع) ہوا، اپنا اجر اس سے مانگ جس کے لئے کرتا تھا۔" یہی ایک برائی ریا کی مذمت کو کافی ہے۔ [(۲)]

دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اصل عبادت کا ثواب تو ملے گا مگر عمدہ پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اور اگر یہ صورت ہے کہ تنہائی میں پڑھتا تو، مگر اچھی نہ پڑھتا اور لوگوں کے سامنے خوبی کے ساتھ پڑھتا ہے، تو اس کو اصل نماز کا ثواب ملے گا اور اس خوبی کا ثواب نہیں۔ اور ریا کا استحقاق عذاب بہر حال ہے۔ [(۳)]

---

(۱). (مرأۃ المناجیح، حدیث ۵۰۹۳، ۱۶۶/۷)
(۲). (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص ۱۳۸)
(۳). (بہار شریعت، حصہ سوم، ۴۹۹/۱)

مسئلہ: نماز خلوص کے ساتھ پڑھ رہا تھا، لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ ریا کی مداخلت ہو جائے گی یا شروع کرنا چاہتا تھا کہ ریا کی مداخلت کا اندیشہ ہوا، تو اس کی وجہ سے ترک نہ کرے، نماز پڑھے اور استغفار کر لے۔ [1]

مسئلہ: نماز خالصاللہ شروع کی، پھر معاذ اللہ ریا کی آمیزش ہو گئی، تو شروع کا اعتبار کیا جائے گا۔ [2]

مسلمانو! اللہ تعالیٰ ہمیں تمہیں اخلاص نصیب فرمائے! یاد رکھو علماء فرماتے ہیں کہ ریا والی عبادت گُھن کھائے ہوئے تخّم یعنی بیج کی طرح ہے جس سے پیداوار نہیں ہوتی ہے۔ [3] اور احیاء العلوم میں ہے کہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی باریک ہے۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق تنہائی میں بھی ریا کاری ممکن ہے۔ چنانچہ آپ سے عرض کیا گیا: اگر کوئی تنہا خشوع کے لئے نماز پڑھے اور عادت ڈالے تاکہ سب کے سامنے بھی خشوع ہو تو یہ ریا ہے یا کیا؟

ارشاد ہوا: "یہ بھی ریا ہے کہ دل میں نیت غیرِ خدا ہے۔ [4]

علامت نفاق (نمبر ۱۸)

مسجد میں آکر با جماعت نماز نہ پڑھنا امام مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: جس شخص کو حالت اسلام میں کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہو اس پر لازم ہے کہ جس جگہ اذان دی جاتی ہے وہاں ان نمازوں کی حفاظت کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

(۱).(ایضاً/۵۰۰)
(۲).(ایضاً/۴۹۹)
(۳).(مرأۃالمناجیح، ۷/۱۱۷)
(٤).(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص۲۳۱)

تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سنن ہدیٰ مشروع فرمائی ہیں، اور یہ (یعنی جماعت سے نماز پڑھنا) سنت موکدہ ہے، اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارکِ جماعت پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوگے، اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے ان مساجد میں جانے کا قصد کرتا ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی عطا فرماتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ جماعت چھوڑنے والا صرف منافق ہوتا ہے جس کا نفاق معروف ہو، اور ایک شخص کو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں لایا جاتا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔ (۱)

نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم سمجھتے تھے کہ جماعت چھوڑنے والا شخص یا تو منافق ہوتا تھا جس کا نفاق معروف ہو یا بیمار، بلکہ بیمار بھی دو شخصوں کے کاندھوں کا سہارا لیکر مسجد میں نماز پڑھنے آتا تھا، اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور ان میں سے یہ بھی سنت موکدہ ہے کہ جس مسجد میں اذان ہوتی ہو اس میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے۔ (۲)

امام احمد بن حنبل و طبرانی (الکبر) و ھیثمی (مجمع الزوائد) نے حضرت سہل بن معاذ سے انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ستم بالائے ستم اور کفر و نفاق ہے یہ کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے منادی یعنی موذن کی آواز سنے جو نماز اور کامیابی کی طرف بلا رہا ہو اور اس کا جواب نہ دے (یعنی مسجد میں آکر با جماعت نماز نہ پڑھے)۔ (۳)

---

(۱).(صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعۃ الخ، جزء ۱۵۶/۵)
(۲).(ایضاً)
(۳).(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن انس الجھنی، رقم ۱۵۶۲۷، جزء ۳۹۰/۲۴)

امام بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافقین پر سب سے زیادہ دشوار عشاء اور فجر کی نماز ہے، اگر ان لوگوں کو ان نمازوں کا ثواب معلوم ہو جائے تو یہ ان نمازوں کو پڑھنے ضرور آئیں چاہے پھر انہیں گھٹنوں کے ہی بل چل کر کیوں نہ آنا پڑے۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر چند لوگوں کے ساتھ لکڑیوں کا گٹھا لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے سمیت ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ [(۱)]

حضرت امام مالک نے اور امام شافعی (المسند) و بیہقی وغیرھم نے حضرت سعید بن مسیب (رضی اللہ عنھم) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بیننا و بین المنافقین شهود العشاء و الصبح لا یستطیعونها او نحو هذا)) [(۲)] ترجمہ: ہمارے اور منافقوں میں فرق عشاء وفجر کی نماز میں حاضر ہونا ہے، منافق لوگ ان دونوں نمازوں میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔

امام طبرانی نے اور بزار (المسند) وابن خزیمہ (فی صحیحہ) و ھیثمی (مجمع الزوائد) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص عشاء وفجر کی نماز میں غیر حاضر ہوتا تو ہمیں اس کے تعلق سے (نفاق کی) بدگمانی ہوتی تھی۔ [(۳)]

امام ابن ابی حاتم نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کی ہے آپ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! مجھے تورات شریف کے اندر منافقین کے یہ اوصاف ملتے ہیں کہ وہ عادی شرابی، نفسانی شہوات کے بہت زیادہ پجاری، بہت پڑے چوسر باز اور شطرنج کھیلنے والے، عشاء کی نماز سے بڑی غفلت برتنے والے، فجر کی نمازیں ضائع وبرباد کرنے والے، بہت زیادہ نمازیں چھوڑنے

(۱). (صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعۃ الخ، جزء ۵/۱۵۴)
(۲). (المؤطا للامام مالك، کتاب صلاۃ الجماعة، باب ماجاء فی العَتَمَة و الصبح، حدیث ۳۱۶، جزء ۱/۵۲۰)
(۳). (المعجم الکبیر، سعید بن المسیب عن ابن عمر، رقم ۱۳۰۸۵، جزء ۱۲/۲۷۱)

والے اور بہت زیادہ جماعتیں چھوڑنے والے ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: {فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ} (ترجمہ کنزالایمان: تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے۔ مریم/۵۹)(۱)

تنبیہ اول: مذکورہ بالا احادیث طیبہ میں جہاں منافقوں کی بری خصلت ترک جماعت کی صریح مذمت کی گئی ہے وہیں ان کے مفہوم مخالف کے ذریعہ ایمان والوں کی تعریف کر دی گئی ہے کہ ہمیشہ با جماعت نماز ادا کرنا یہ ایمان والوں کی شان ہے۔ بلکہ ایمان کامل کا تقاضہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ بھی نہ چھوٹے، جماعت چھوٹ جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ بعض اسلاف کے بارے میں آیا ہے کہ اگر کبھی امام کے ساتھ ان کی تکبیر اولیٰ چھوٹ گئی تو انہوں نے کفارے میں غلام آزاد کیا۔(۲) مرقاۃ نے فرمایا کہ سلف صالحین کی اگر کوئی جماعت چھوٹ جاتی تو سات سات روز تک لوگ تعزیت کے لئے آتے۔ تکبیر تحریمہ پانے کا مطلب یہ ہے کہ امام کی قرأت شروع ہونے سے پہلے مقتدی "سُبۡحَانَكَ اَللّٰهُمَّ" پڑھ لے۔(۳)

کم از کم اتنا ضرور ہو کہ اگر تکبیر اولیٰ میسر نہ ہو سکے تو پہلی رکعت امام کے ساتھ نہ چھوٹے کہ فقہا فرماتے ہیں جسے پہلی رکعت کا رکوع مل گیا، وہ تکبیر اولیٰ کی فضیلت کو پا گیا۔(٤)

امام ترمذی نے اور عبدالرزاق (المصنف) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کے لئے چالیس دن با جماعت

---

(۱) (الدر المنثور، سورۃ مریم: الآیۃ ۵۹، جزء ۱۰/۹۸)
(۲) (حسن التنبہ، باب النہی عن التشبہ بالمنافقین، جزء ۹/۱۸۰)
(۳) (مرأۃ المناجیح، حدیث ۱۰۷٦، جلد ۲/۲۰۵)
(٤) (بہار شریعت، حصہ سوم، جلد ۱/۵۹)

نماز پڑھے اور تکبیر اولیٰ کو پائے، اس کے لئے دو پروانے لکھ دیئے جائیں گے، ایک جہنم سے آزادی کا پروانہ، دوسرے نفاق سے آزادی کا۔ (۱)

امام ابن ماجہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چالیس راتیں مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھے کہ عشاء کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دے گا۔ (۲)

یعنی اس عمل کی برکت سے یہ شخص دنیا میں منافقین کے اعمال سے محفوظ رہے گا، اسے اخلاص نصیب ہوگا، قبر و حشر میں عذاب سے نجات پائے گا۔ اور چالیس کے عدد کی تخصیص اس لئے ہے کہ انسانی تبدیلیاں چالیس پر ہوتی ہیں۔ بچہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ، اتنے ہی دن خون، پھر پارۂ گوشت رہتا ہے، بعد ولادت ماں کو چالیس دن ہی نفاس آسکتا ہے، چالیس سال میں عقل کامل ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کے دل کی طرف زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹیں گے۔ (۳)

تنبیہ دوم: پنج گانہ نماز میں جماعت واجب ہے، مذکورہ احادیث میں اسے سنت فرمانا اس لئے ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔ در اصل جو کام حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیشہ کئے اور ان کا حکم بھی دیا وہ واجب کہلاتے ہیں، اور اگر حکم نہیں دیا تو وہ مؤکدہ ہیں، اور جو کام کبھی کبھی کئے وہ غیر مؤکدہ ہیں۔ اور جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری حق یہ ہے کہ

(۱). (جامع الترمذی ابواب الصلاۃ، باب فضل الکبیرۃ الاولیٰ، رقم ۲۴۱، جزء ۱/۴۲۵)
(۲). (سنن ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعت، باب صلاۃ العشاء والفجر فی جماعة، رقم ۷۹۸، جزء ۲/۹۸)
(۳). (مرأۃ المناجیح، حدیث ۱۰۷۶، جلد ۲/۲۰۵)

دونوں واجب ہیں۔ [1] باقی جماعت کے تعلق سے مکمل تفصیلات بہار شریعت حصہ سوم سے حاصل کریں۔

علامت نفاق (نمبر۱۹)

اذان کے بعد بلا عذر شرعی نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل جانا امام ابن ماجہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مسجد میں موجود ہو اور اذان ہو جائے، پھر وہ (نماز پڑھے بنا) مسجد سے باہر نکل جائے، اور یہ نکلنا کسی حاجت کے لئے نہ ہو، اور نہ ہی واپس آنے کا ارادہ ہو، تو یہ شخص منافق ہے۔ [2]

امام ابو داؤد نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے سوائے منافق کے کوئی نہیں نکلتا، مگر جب کہ کسی ضرورت کے سبب مسجد سے باہر نکلے اور لوٹ کر آنے کا ارادہ ہو (تو وہ منافق نہیں)۔ [3]

اور امام مسلم و عبد الرزاق و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت ابوالشعثاء سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں مؤذن نے اذان پڑھی، ایک شخص اٹھ کر چلنے لگا، تو حضرت

(۱).(ایضا، حدیث ۱۰۰۵، ص ۱۶۹)
(۲).(سنن ابن ماجہ، کتاب الاذان، باب اذا أذن و انت فی المسجد فلا تخرج، رقم ۷۳۴، جزء ۵۶/۲)
(۳).(المراسیل للامام ابی دواؤد، باب ما جاء فی الاذان، رقم ۲۵، ص ۸۴)

ابوہریرہ برابر اس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (۱)

مسئلہ: اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی اجازت نہیں، لیکن وہ شخص کہ کسی کام کے لئے گیا اور واپسی کا ارادہ رکھتا ہے یعنی جماعت کھڑی ہونے سے پہلے۔ یوہیں جو شخص دوسری مسجد کی جماعت کا منتظم ہو تو اسے چلا جانا چاہئے۔ (۲)

مسئلہ: اگر اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے، تو اذان کے بعد مسجد سے جا سکتا ہے، مگر ظہر و عشاء میں اقامت ہوگئی تو نہ جائے، نفل کی نیت سے شریک ہو جانے کا حکم ہے۔ اور باقی تین نمازوں میں اگر تکبیر ہوئی اور یہ تنہا پڑھ چکا ہے، تو باہر نکل جانا واجب ہے۔ (۳)

علامت نفاق (نمبر ۲۰)

بلا عذر نماز میں صف اول چھوڑنے کی عادت ڈالنا امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین پچھلی ہے، الحدیث۔ (٤)

علماء فرماتے ہیں کہ بعض منافقین آخری صف میں کھڑے ہوتے اور بحالت رکوع جھانکتے تھے، یہاں انہیں کی طرف اشارہ ہے، اور اس صورت میں لفظ شَرُّھا اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ (٥)

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ پچھلی صف کو بدترین صف فرمانا کبھی تو اس لئے ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے حکم کی مخالفت

(۱).(سنن ابن ماجه، کتاب الاذان، رقم ۷۳۳، جزء ۲/۵۵)
(۲).(بہار شریعت، حصہ سوم، ۱/۶۵۰)
(۳).(ایضا/۶۵۱)
(٤).(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، جزء ۲/۱۵۹)
(٥).(مرأۃ المناجیح، حدیث ۱۰۲۴، جلد ۲/۱۷۷)

ہے، اور کبھی اس لئے تاکہ مسلمان، منافقوں کے سے کام سے بچیں کہ صف اول سے پیچھے رہنا انہیں کہ خصلت ہے۔[1]

اور ظاہر یہ ہے کہ یہ نفاق کی علامت تبھی ہے جب کہ صف اول سے پیچھے رہنے اور امام سے دور کھڑے ہونے کی عادت بنالے، اس پر دلیل مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے جو حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**لا یزال قوم یتاخرون حتی یؤخرھم اللہ**))[2] ترجمہ: قومیں پیچھے رہتی رہیں گی یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے کردے گا۔

علامت نفاق (نمبر ۲۱)

تکبیر تحریمہ کا اہتمام نہ کرنے کا عادی ہو جانا آپ جان چکے کہ تکبیر تحریمہ کا اہتمام کرنا ایمان والوں کی خصلت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی روایت امام ترمذی نے موقوفا اور امام بیہقی (الشعب) نے مرفوعا کی ہے کہ: جو اللہ کے لئے چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور تکبیر اولی کو پائے، اس کے لئے دو آزادیاں لکھ دی جائیں گی۔ ایک آگ سے دوسرے نفاق سے۔ (اس کا حوالہ مع صفحہ گزر چکا)۔

یعنی جب انسان برابر چالیس دنوں تک تکبیر تحریمہ کی پابندی کرے گا تو اس سے اصل نماز کے اہتمام کرنے کی اس کو عادت پڑ جائے گی، جس کے نتیجہ میں اس کو نفاق سے چھٹکارا مل جائے گا، کیونکہ تکبیر تحریمہ کا اہتمام نہ کرنا اسے اس نتیجہ پر پہنچادے گا کہ ایک دن

(۱). (اکمال المعلم بفوائد مسلم للقاضی عیاض، رقم ۱۳۲۔ (۴۴۰) جزء ۱۵۱/۲)
(۲). (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف، جزء ۱۵۱/۴)

وہ اصل نماز کا ہی اہتمام کرنا چھوڑ دے گا، اور نماز چھوڑنا منافقوں کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ تکبیر اولیٰ میں سستی کرتا ہے تو اس سے اپنے ہاتھ دھولو (یعنی ناامید ہوجاؤ)۔ (۱)

علامت نفاق (نمبر ۲۲)

بلا عذر لگا تار تین جمعہ چھوڑ دینا اگرچہ ظہر پڑھے امام ابن خزیمہ وابن حبان (فی صحیحهما) نے حضرت ابو الجعد الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((**من ترك الجمعة ثلاثا من غير عذر فهو منافق**)) (۲) ترجمہ: جو بغیر کسی عذر کے تین جمعہ چھوڑ دے وہ منافق ہے۔

امام طبرانی نے اور ھیثمی (مجمع الزوائد) نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بلا عذر تین جمعے چھوڑ دیئے اس کا نام منافقین کی لسٹ میں لکھ دیا گیا۔ (۳)

امام بیہقی نے حضرت محمد بن عبد الرحمٰن بن زُرَارۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعے کے دن جمعہ کی اذان سنے اور جمعے میں حاضر نہ ہو، پھر اذان سنے اور نہ آئے، پھر آذان سنے پھر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مُہر مار دے اور اس کا دل منافق کا دل بنا دے۔ (٤)

اسی کے مثل طبرانی نے کبیر میں پھر اس کے حوالہ سے مجمع الزوائد وکنز العمال وغیرہ میں حضرت ابن ابواوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (٥)

---

(۱). (حسن التنبه، باب النهى عن التشبه بالمنافقين، جزء ۹/ ۱۸۳)
(۲). (الترغيب والترهيب للمنذرى، الترهيب من ترك الجمعة لغير عذر، رقم ۳، جزء ۱/ ۲۹۵)
(۳). (المعجم الكبير، وما اسند اسامة بن زيد رضى الله عنه، رقم ۴۲۲، جزء ۱/ ۱۷۰)
(٤). (الترغيب والترهيب، الترهيب من ترك الجمعة لغير عذر، رقم ۱۲، جزء ۱/ ۲۹۷)
(٥). (مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب فيمن ترك الجمعة، رقم ۳۲۰۷، جزء ۵/ ۴۱۵)

اور حضرت امام شافعی نے "المعرفہ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ: جو شخص بلا ضرورت جمعہ چھوڑ دے وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو نہ مٹے نہ بدلے۔ (۱)

اس حدیث میں تین جمعے کا ذکر نہیں ہے۔

علامت نفاق (نمبر ۲۳)

قرآن پڑھنے اور سننے کو دل پر بوجھ محسوس کرنا امام ابن ابی شیبہ وابونعیم (حلیۃ الاولیاء) نے حضرت ابوالجوزاء سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں (رضی اللہ عنہ): ((نقل ـــ او ثقل ـــ الحجارة على المنافق اهون من قراءة القرآن)) (۲) ترجمہ: منافق پر پتھر کا بوجھ اٹھانا قرآن پڑھنے سے زیادہ آسان ہے۔

امام طبرانی نے پھر مجمع الزوائد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق سورۂ ھود، براءۃ، یٰسین، دخان، عمّ یتسآءلون کو یاد نہیں کرتا۔ (۳)

امام بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے لیموں کی سی ہے جس میں بو اور مزہ دونوں ہی اچھے ہیں، اور اس مومن کی مثال جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا ہے کھجور کی سی ہے جس کی بو تو کوئی نہیں پر ذائقہ اچھا ہے، اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے گلدستہ کی سی ہے جس کی بو اچھی اور مزہ کڑوا ہے، اور اس منافق کی

(۱).(کنز العمال، رقم ۲۱۱۴۴، جزء ۷/۳۰)
(۲).(المصنف لابن ابی شیبة، کتاب فضائل القرآن، [٦١] فيمن تثقل عليه قراءة القرآن، رقم ۳۲۲۷۱، جزء ۴۸۹/۱۶)
(۳).(المعجم الاوسط، رقم ۷۵۷۰، جزء ۷/۳۰۵)

مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے اندرائن (جو کڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے) کی سی ہے جس کی بو کوئی نہیں اور ذائقہ کڑوا ہے۔[1]

اور ایک روایت میں منافق کی جگہ فاجر کا لفظ آیا ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ منافق فاجر بھی ہے جیسا کہ گزر چکا۔

اشکال: اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: {اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا}[2] ترجمہ کنزالایمان: بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے (مراد اس سے قرآن مجید ہے۔ خزائن)۔

تو اگر منافقین اس کو بوجھ محسوس کرتے ہیں تو اس میں برائی کیا ہے کیونکہ قرآن تو ہے ہی بھاری بھرکم کتاب؟

حل: اس کے معنی میں کئی وجوہ ہیں جو تفسیر طبری و در منثور و دیگر کتب تفسیر و حدیث میں مروی ہے۔ ہم یہاں امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے انہیں تحریر کرتے ہیں:

ایک قول کے مطابق معنی یہ ہیں کہ ہم آپ پر قرآن نازل فرمائیں گے جس کے اوامر و نواہی و دیگر احکام پر عمل کرنا مکلفین پر بھاری ہو گا۔ حضرت قتادہ نے فرمایا: خدا کی قسم! ثقیل سے مراد قرآن کے فرائض و حدود ہیں۔ حضرت مجاہد نے فرمایا: مراد قرآن کے حلال و حرام ہیں۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: مراد قرآن پر عمل کرنا ہے۔ حضرت محمد بن کعب نے فرمایا: معنی یہ ہیں کہ ہم آپ پر قرآن نازل فرمائیں گے جو منافقوں پر بھاری ہو گا۔ ایک قول یہ ہے: جو کافروں پر بھاری ہو گا، کیونکہ اس میں ان کے خلاف حجت اور دلیل پیش کی گئی ہے، ان کے جھوٹے معبودوں کو برا کہا گیا ہے، ان کی گمراہی کا واضح بیان موجود ہے اور یہود و

(۱).(الترغیب والترهیب،الترغیب فی قراءۃالقرآن،رقم۶،جزء۲/۲۲۶)
(۲).(سورۃالمزمل/۵،پ۲۹)

نصاریٰ نے جو تحریفیں کی ہیں ان کو کھول کر رکھ دیا گیا ہے۔ سُدّی نے کہا: ثقیل بمعنی کریم ہے، کہتے ہیں: فلان ثقیل علیّ یعنی فلاں آدمی مجھ پر فیاض ہے۔ حضرت حسین بن فضل نے فرمایا: معنی یہ ہیں کہ ہم آپ پر قرآن نازل فرمائیں گے جس کا بوجھ وہی قلب اٹھا پائے گا جسے توفیق الٰہی کا سہارا نصیب ہو، اور جس کی گرانی وہی جان برداشت کر سکے گی جو زیور توحید سے آراستہ ہو۔

اور حضرت ابن زید نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ بھاری ہے بابرکت ہے، وہ جیسے دنیا میں بھاری ہے ویسے ہی قیامت کے دن میزان میں بھی وزنی ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ ثقیلا بمعنی ثابتا ہے جس طرح بھاری بھرکم چیز اپنی جگہ پر ثابت و قائم رہتی ہے، اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ قرآن کا اعجاز ثابت ہے، کبھی بھی اعجاز قرآن ختم نہیں ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ بھاری بات سے مراد خود قرآن کریم ہے، جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی اترتی تھی اور آپ اونٹنی پر سوار ہوتے تو (وحی کی گرانی سے) اونٹنی کا سینہ زمین سے جالگتا تھا، پھر جب تک اس کی تکلیف دور نہ کی جاتی وہ چلنے کے قابل نہ رہتی تھی۔

اور مؤطا وغیرہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح، اور یہ مجھ پر سخت ترین ہے اور مجھے توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کے باوجود جو کچھ فرمان باری تعالیٰ ہوتا ہے ان سب کو بلا شک شبہ جمع کر لیتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ میرے سامنے کسی آدمی کی شکل میں آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، پھر جو کچھ وہ فرماتا ہے میں ان سب کو جمع کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سخت سردی کے دنوں میں حضور پر وحی اترتے دیکھا ہے جو حضور کو توڑ کر رکھ دیتی تھی اور پیشانی مبارک سے پسینہ بہ جاتا تھا۔

عارف باللہ حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: یہ مراد اولی ہے اس لئے کہ یہی حقیقت ہے، قرآن مجید کا ارشاد ہے: "اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی" (ترجمہ کنزالایمان — الحج/۷۸) اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "مجھے نرمی والا دین حنیف دیکر بھیجا گیا"۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھنا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: لا الہ الا اللہ زبان پر آسان اور میزان میں بھاری ہے۔ اس کو امام قشیری نے ذکر کیا ہے۔[1]

تنبیہ: یہاں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ چونکہ منافق کا کوئی کام ریاکاری سے خالی نہیں ہوتا ہے، وہ ایمان، نماز، روزہ، حج، عمرہ، صدقہ وغیرہ جو بھی نیک کام کرتا ہے اس کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے محض لوگوں کو دکھانا، اگر لوک نہ دیکھیں تو وہ یہ کام کرے ہی نہ۔ جیسا کہ ہم پیچھے نفاق کی یہی ایک مستقل علامت بیان کر چکے۔ لہذا منافق پر قرآن پڑھنا اور سننا گراں تبھی گزرتا ہے جبکہ محض عبادت کے طور پر ہو اور ریاکاری سے خالی ہو، جہاں لوگ دیکھیں وہاں اس پر یہ بھاری نہیں ہوتا ہے۔ اب اگر منافق قرآن پڑھے اور اس پر گراں نہ گزرے تو اس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کر دیا۔ یہاں سے خفیہ طور پر عبادت کی فضیلت بنسبت علانیہ کے واضح ہو جاتی ہے۔ یہاں اس حدیث شریف کو پھر سے یاد کیجئے جو ہم نے مقدمہ میں ذکر کر دی ہے کہ: مؤذن اذان کہے گا اور لوگ نماز کو کھڑے ہونگے حالانکہ وہ مسلمان نہ ہونگے۔

علامت نفاق (نمبر ۲۴)

(۱) (الجامع لاحکام القرآن، سورۃ المزمل، الآیۃ ۵، جزء ۲۱/۳۲۴-۳۲۵)

اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرنا اللہ عزوجل نے منافقین کی مذمت میں فرمایا: {وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا}(۱) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

امام ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن المنذر و بیھقی (شعب الایمان) نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے تھوڑا اس لئے فرمایا کیونکہ ان کا ذکر غیر اللہ کے لئے ہوتا ہے۔(۲)

اور امام عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ: منافق کے ذکرِ خدا کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا اس لئے فرمایا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہے، اور جسے اللہ رد فرمادے وہ قلیل اور جسے قبول فرما لے وہ بہت ہے۔(۳)

اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ: تقوی کے ساتھ آراستہ کوئی بھی عمل تھوڑا نہیں ہوتا، اور جسے اللہ عزوجل قبول فرمالے وہ تھوڑا کیونکر ہوسکتا ہے؟(٤)

اور ایک قول یہ ہے کہ منافقین کو قلتِ ذکر کے ساتھ موصوف فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تلاوت قرآن وتسبیح وغیرہ جو چیزیں نماز میں مخفی و پوشیدہ ہیں ان کے ذریعہ یاد نہیں کرتے، وہ صرف تکبیرات و سلام جن کی آوازیں لوگوں تک پہنچتی ہیں ان سے خدا کو یاد کرتے۔(٥)

---

(۱).(سورۃالنساء/۱۴۲،پ۵)
(۲).(الدر المنثور،سورۃالنساء: الآیۃ ۱۴۲،جزء ۵/ ۸۲)
(۳).(الدر المنثور،سورۃالنساء: الآیۃ ۱۴۲،جزء ۵/ ۸۲)
(٤).(الاخلاص والنیۃ،رقم٦،ص۳۵)
(٥).(التفسیر الکبیر،سورۃالنساء:لآیۃ ۱۴۲،جزء ۱۱/ ۸۵)

ایک اور قول یہ ہے کہ ان کے ذکر میں خلوص وللّٰہیت نہیں ہوتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے تھوڑافرمایا۔ (۱)

اور صاحب کشاف نے کہا کہ: اسی طرح ہم بہت سے نمائشی مسلمانوں کو دیکھتے ہیں، اگر تم دن رات ان کی صحبت میں رہو پھر بھی ان سے ایک تسبیح وتہلیل نہ سنو، حالانکہ وہی لوگ دنیاوی باتوں میں دن رات اور تمام اوقات ایسے ڈوبے ہوتے ہیں کہ سستی و تھکاوٹ نام کی کوئی چیز ان کے قریب تک نہیں آتی۔ (۲)

نیز علماء فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ مقبول وہ ہے جو ذکر رسول کے ساتھ ہو، ایسا ذکر تھوڑا بھی ہو تو بہت ہے کہ مقبول بارگاہ الٰہی ہے، اور ذکر اللہ مردود وہ جو رسول اللہ کے ذکر سے الگ ہو، ایسا ذکر بہت بھی ہو تو تھوڑا ہے کہ مردود بارگاہ الٰہی ہے۔ مومن پہلی قسم کا ذکر کرتا ہے اس لئے مقبول ہے۔ منافق یعنی مذہباً کافر قوماً مسلمان یعنی مردم شماری میں مسلمانوں میں گنا جانے والا انسان رسول کے ذکر سے کتراتا ہے لہذا اس کا ذکر اللہ مردود ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو! واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے۔

علامت نفاق (نمبر۲۵)

فحش بکنا، بتکلّف فصاحت کا اظہار کرنا اور دوسروں کی بات کاٹنا اما احمد بن حنبل (المسند) و ترمذی و حاکم نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**الحیاء و العی شعبتان من الایمان و البذاء و البیان شعبتان من النفاق**)) (۳) ترجمہ: حیاء اور کلام میں

---

(۱). (الجامع لاحکام القرآن، سورۃ النساء: الآیۃ ۱۴۲، جزء ۱۹۱/۷)
(۲). (التفسیر الکبیر، جزء ۸۵/۱۱)
(۳). (المستدرك للحاکم، کتاب الایمان، رقم ۱۷، جزء ۴۸/۱)

رک جانا یہ دونوں ایمان کے حصے ہیں، اور فحش کلامی کرنا اور پر تکلف کلام کرنا یہ دونوں نفاق کے حصے ہیں۔

اور المستدرک للحاکم کی اسی حدیث کے تحت حاشیہ نمبر ا میں "مجمع بحار الانوار" کے حوالہ سے ہے کہ العی سے مراد ہے سوچ سمجھ کر بات کرنا، کلام کے برے انجام سے بچنا۔ اور البیان سے مراد ہے بلا سوچے سمجھے بیباکانہ انداز میں گفتگو کرنا، سرکشی و نافرمانی کی پرواہ کئے بغیر بولنا، بات چیت میں جھوٹ بہتان وغیرہ سے نہ بچنا۔

علامت نفاق (نمبر ۲۶)

کثرت سے لڑائی جھگڑے کرنا، کسی صحیح مقصد کے بغیر آپسی جھگڑوں میں وکالت کرنا اور لوگوں کے ساتھ برا سلوک کرنا بالخصوص جبکہ وہ اہل علم سے ہو

اس عنوان کے بعض حصے سے متعلق کئی روایات میں نے علامت نفاق نمبر ۸ کے تحت درج کر دی ہیں، مزید کچھ یہاں بھی ملاحظہ کریں۔

حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زیادہ جھگڑنا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ (۱)

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دین کے معاملے میں جھگڑنے سے بچو کیونکہ یہ جھگڑے دل کو غافل کر دیتے ہیں اور نفاق پیدا کرتے ہیں۔ (۲)

حافظ ابن عدی جرجانی نے اور خرائطی (مساوی الاخلاق) نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جھوٹ

(۱).(شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالكائی، سياق ما روی عن النبی صلی الله عليه وسلم فی النهی عن مناظرة اهل البدع وجدالهم الخ، رقم ۲۲۰، جزء ۲۱۱/۱)

(۲).(شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، رقم ۲۱۹، جزء ۲۱۱/۱ -شعب الايمان، ۵۷۔ باب فی حسن الخلق الخ، رقم ۸۴۸۹، جزء ۳۵۴/۶)

نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اور بے شک نفاق کی نشانی یہ ہے کہ آدمی بہت جھگڑالو ہو۔ (۱)

امام طبرانی (المعجم الصغیر) و بیہقی (شعب الایمان عن ابی ھریرۃ) وابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ بد سلوکی کرنے سے بچو! کیونکہ یہ چیز انسانی شرافت، چہرے کی رونق کو ختم کر دیتی ہے اور عورت (ہر وہ امر جس سے شرم کی جاتی ہے یعنی عیب) کو ظاہر کر دیتی ہے۔ (۲)

امام ابوالحسن الماوردی نے فرمایا اور فتح المغیث میں مذکور ہے کہ: بعض ادباء نے کہا: اس باغیچہ پر رحم کر جس کے بیچ میں خنزیر بیٹھا ہو، اور اس علم پر ماتم کر جس کو فسادی آدمی جمع کرے۔ (۳)

ایک عربی شاعر کے ان رَجزیہ اشعار کو پڑھ کر بات کو سمجھنے کی کوشش کیجئے:

اِرثِ لِرَوْضَۃٍ أَوَاھَا خِنْزِیرٌ   آبْكِ لِعِلْمٍ قَدْ حَوَاهُ شِرّیرٌ
وَاحْذَرْ مِنَ الشَّرِّ وَاَنْتَ عَالِمٌ   وَانْظُرْ فَمَا أَقْبَحَ ھٰذَا التَّنْفِیرُ

ترجمہ: (۱) اس ہری بھری زمین پر رحم کر جس میں ٹھکانا کسی سوَر نے لیا ہو، اور اس علم پر ماتم کر جس کو کسی فسادی نے سمیٹا ہو۔ (۲) اور شرّ و فساد سے ڈر اگر تو (سچ مچ) عالم ہے، (ورنہ) تو غور کر کہ یہ تنفیر یعنی نفرت دلانا اور لوگوں کو اپنے سے دور بھگانا کس قدر برا ہے۔

امام دارمی نے حضرت احوص بن حکیم سے انہوں نے اپنے والد حکیم بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: فرماتے ہیں کہ کسی نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے برائی

(۱). (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الباب العشرون الکذاب یکون مجانبا للایمان، رقم ۹۶، جزء ۱/ ۱۳۵)

(۲). (مداراۃ الناس لابن ابی الدنیا، باب اعتزال الشر واھلہ، رقم ۱۳۷، ص ۱۱۲)

(۳). (ادب الدین والدنیا للماوردی، فصل فی آداب العالم، ص ۱۳۹)

کے بارے میں پوچھا، توفرمایا کہ مجھ سے برائی کی بابت نہ پوچھو، بھلائی کے متعلق پوچھو، یہ تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: آگاہ رہو کہ بدترین شریر وفسادی برے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں۔ (۱)

اور ابونعیم نے (حلیۃ الاولیاء) روایت کی ہے اور امام ابوالحسن ماوردی نے ذکر کیا ہے کہ کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں میں سب سے برا انسان کون ہے؟ فرمایا: ((العلماء اذا فسدوا)) (۲) یعنی علماء جب کہ بگڑ جائیں۔

امام احمد بن حنبل (المسند) و فریابی (صفۃ النفاق) و ابن عدی (الکامل) و ابن ابی الدنیا نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((اخوَفُ ما اخاف علی امتی کلّ منافق علیم اللسان)) (۳) ترجمہ: میری امت پر مجھے سب سے زیادہ جس کا ڈر ہے وہ ہے ہر ماہر زبان (چرب زبان) منافق۔

اور امام بیہقی کی ایک روایت میں ہے یہی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے: ((انما اخاف علی هذه الامة کلّ منافق یتکلم بالحکمة و یعمل بالجور)) (٤) ترجمہ: مجھے اس امت پر ڈر صرف ہر منافق کا ہے جس کی باتیں تو حکمت بھری ہونگی لیکن عمل ظلم وجفا پر ہوگا۔

نیز امام بیہقی نے ابو عثمان النھدی سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں صرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر شریف پر فرماتے سنا: ((ایاکم و

(۱).(مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث، رقم ۲٦٧، جزء ۱/۲۵۰)
(۲).(ادب الدین و الدنیا، فضل فی آداب العلم، ص ۱۳۹)
(۳).(کتاب الصمت، باب ذم التقعر فی الکلام، رقم ۱۴۸، ص ۱۱۰)
(٤).(شعب الایمان، ۱۸۔ باب فی نشر العلم، رقم ۱۷۷۷، جزء ۲/۲۸۴)

المنافق العالم۔ قالو: و کیف یکون المنافق عالما۔ قال: یتکلم بالحق و یعمل بالمنکر)) [1] ترجمہ: منافق عالم سے بچو! لوگوں نے عرض کیا: منافق عالم کیسا ہوتا ہے؟ فرمایا: جو بات تو حق کرے لیکن عمل خلافِ مرضی خدا پر ہو۔

تنبیہ: علماء کشتی کی مانند ہیں، اگر کشتی سلامت تو اس پر جتنے سوار ہیں سب کی جان سلامت اور اگر وہ ڈوبی تو سب ڈوبے۔ یہی حال علماء کا ہے کہ ان کے بگڑنے سے عالَم بگڑ جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **((العالم اذا زل زل بزلته عالمٌ))** [2] ترجمہ: عالم جب پھسلتا ہے تو اس کے پھسلنے سے ایک جہان پھسلتا ہے یعنی گمراہ ہوتا ہے۔

یاد رکھئے علم پر عمل یہ علم کا ثمرہ ہے اور اس عمل پر جزا و ثواب یہ عمل کا پھل ہے۔ اور بے عمل عالم کو قرآن مجید میں گدھے اور کتے سے تشبیہ دی گئی ہے، جیسا کہ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۵ میں علمائے یہود اور سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۶ میں بلعم باعوراء کے بارے میں ہے۔

اور یاد رکھئے برے علماء نا اہل ہیں، اور نا اہلوں کے پاس علم دین کا ہونا سؤروں کے گلے میں موتی جواہرات اور سونے کے ہار ہونے کے مترادف ہیں، جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے۔ [3] اور حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام نے فرمایا: سؤر کے گلے میں موتی کے ہار نہ ڈالو، کہ علم موتی سے افضل ہے، اور جو اس کا مستحق نہ ہو وہ خنزیر سے بد تر ہے۔ [4]

---

(۱). (ایضا/رقم ۱۷۷۶)

(۲). (احیاء علوم الدین بشرح الزبیدی الشهیر بمرتضیٰ، کتاب ذم الکبر و العجب، بیان الطریق فی معالجة الکبر، المقام الثانی، جزء ۱/۳۴۵)

(۳). (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، رقم ۲۱۸، جزء ۱/۲۸۸)

(۴). (ادب الدین و الدنیا، فصل فی آداب العلم، ص ۱۳۹)

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک طالب علم نے کسی عالم سے کچھ علوم کے بارے میں دریافت کئے تو عالم صاحب نے وہ علوم اس کو نہ بتائے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیوں انکار کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: "لکل تربةٍ غرسٌ و لکل بناءٍ اُسٌّ"[1] یعنی ہر مٹی کا خاص پودہ ہوتا ہے اور ہر عمارت کی خاص بنیاد ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حکمرانوں اور بادشاہوں کی خرابی سے رعایا میں فساد آجاتا ہے، اور بادشاہ کی خرابی علماء کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اگر برے قاضی اور برے علماء حکمرانوں کی چاپلوسی نہ کرتے اور نفاق کا ڈھاٹا چہرے پر سے اتار پھینکتے تو بادشاہوں کا فساد کم ہوتا کیونکہ اعتراض کا ڈر ہوتا۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کی ہے۔[2] کہ:

یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت میں رہے گی جب تک اس کے نیکوکار بدکاروں کی تعظیم نہیں کریں گے، اس کے قرّاء یعنی علماء حکمرانوں کی موافقت و اعانت نہیں کریں گے، اس کے اچھے بروں کا بچاؤ نہیں کریں گے۔ جب یہ کام ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت ان پر سے اٹھالے گا، ان کے دلوں میں رعب ڈال دے گا، ان کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیگا، ان پر تنگ دستی نازل فرمائے گا اور ان کے شریر لوگوں کو ان پر مسلط کردے گا جو انہیں برا عذاب چکھائیں گے۔[3]

دوسری جانب علمائے حقہ کا حال یہ ہے کہ حکمران ان سے تھر تھر کانپتے ہیں اور ظلم کرنے سے باز رہتے ہیں۔

---

(۱).(ایضا)

(۲).--- و بالجملة انما فسدت الرعية بفساد الملوك و فساد الملوك بفساد العلماء فلولا القضاة السوء و العلماء السوء لقل فساد الملوك خوفا من انكارهم و لذالك قال صلى الله عليه وسلم: لا تزال هذة الامة، الحديث۔(احياء علوم الدين، كتاب الحلال و الحرام، الباب السادس، الغائلة الثالثة، جزء ۶/۳۷،

(۳).(الفردوس لمأثور الخطاب، رقم ۷۵۹۵، جزء ۵/۱۰۰)

حضرت محمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا اور اس وقت گھر میں صرف ایک چٹائی تھی اور وہ اس پر بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے، ایک بستہ تھا جس میں کتابیں تھیں، اور ایک لوٹا تھا جس سے وضو کرتے تھے، جس وقت میں ان کے پاس تھا ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا، دیکھا تو وہ محمد بن سلیمان تھا، انہوں نے اجازت دے دی، وہ داخل ہوا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا، پھر کہا: کیا وجہ ہے کہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھ پر رعب طاری ہو جاتا ہے؟ حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس لئے کہ ثابت البنانی نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو فرماتے سنا: "جب عالم اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اس سے ہر چیز ڈرتی ہے، اور جب وہ علم کے ذریعہ دولت جمع کرنا چاہتا ہے تو وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے۔"(۱)

پھر آپ نے وقت کے سلطان محمد بن سلیمان کے منہ پر بلا خوف و خطر لوگوں پر ڈھائے گئے مظالم کو اسے یاد دلایا۔

؎ شاہوں کے تکبر سے دب کر نہ رہا میں　　　آخر کس بارگاہ خاص کا گداہوں میں

اس تنبیہ کے تحت مذکورہ گفتگو سے میرا مقصد صرف یہ باور کرانا تھا کہ یہ جو کچھ لوگوں کا وہم خیال ہے کہ عالم مولوی چاہے کیسا ہی بدعمل یا بدعقیدہ کیوں نہ ہو وہ اچھے سلوک کا حقدار ہے، یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے جہاد اور ان کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت مولانا عبد المبین نعمانی قادری صاحب قبلہ اس حدیث کو "اکسیر ہدایت، ترجمہ کیمیائے سعادت، امام غزالی رضی اللہ عنہ" کے حوالہ سے تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(۱).(کنز العمال، حرف الواو، رقم ۲۶۱۳۱، جزء ۱۶/۶۳۰)

"بعض لوگ جو مطلق ہر مولوی کی تعظیم اور ہر ایک کی موافقت کی تعلیم دیتے ہیں چاہے وہ کیسا ہی بدعمل یا بدعقیدہ ہو، یہ سراسر حدیث پاک کے خلاف اور منافقانہ چال ہے۔"(۱)

مسئلہ: نااہلوں کو علم نہ پڑھائے اور جو اس کے اہل ہوں ان کی تعلیم سے انکار نہ کرے کہ نااہلوں کو پڑھانا علم کو ضائع کرنا ہے اور اہل کو نہ پڑھانا ظلم و جور ہے۔ (عالمگیری) نا اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں معلوم ہے کہ علم کے حقوق کو محفوظ نہ رکھ سکیں گے، پڑھ کر چھوڑ دیں گے، جاہلوں کے سے کام کریں گے یا لوگوں کو گمراہ کریں گے یا علماء کو بدنام کریں گے۔(۲)

علامت نفاق (نمبر ۲۷)

ایک دوسرے پر لعنت کرنا، باہم گالی گلوج کرنا، خیانت کرنا، لوٹ پاٹ مچانا، مساجد اور بازاروں میں شور مچانا، متکبر ہونا، سب لوگوں کے بعد آخر میں نماز ادا کرنا، بلکہ ہر کار خیر کو اس کے وقت پر ادا کرنے میں سستی کرنا، ہر پکار کو اپنے اوپر لینا، صحت و تندرستی، طاقت و قوت اور دولت و ثروت پر ناز کرنا اس علامت نفاق سے متعلق سورۃ المنافقین کی آیت نمبر ۴ علامت نفاق نمبر ۱۱ کے تحت گزر چکی ہے۔

امام احمد و بزار و ابن حبان (المجروحین) پھر امام ھیثمی و دیلمی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک منافقوں کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ ان کا سلام (در حقیقت) لعنت

(۱). (اچھوں کی اچھی باتیں، سچوں کی سچی باتیں، قسط (۱)، ص ۲۵)
(۲). (بہار شریعت، حصہ ۱۶، جلد ۳/۶۲۸)

ہے، ان کا کھانا (در حقیقت) لوٹ مار ہے، ان کی غنیمت (در حقیقت) خیانت ہے، وہ مسجدوں کے قریب نہیں ہوتے مگر فحش گوئی اور قبیح گفتگو کو، (یہ ترجمہ ھُجراہ کے پیش کی صورت میں ہے۔ رہا اس کے زبر کی صورت میں تو ترجمہ یوں ہوگا: مگر اس لئے کہ حفاظت کے قابل چیز یعنی نماز کو چھوڑ دیں) وہ نماز میں نہیں آتے مگر تکبر کرتے ہوئے پشت پھیرنے کو، نہ وہ کسی سے مانوس ہوتے ہیں اور نہ کوئی ان سے، وہ رات میں (گویا) لکڑیاں ہیں (دیوار سے ٹکائی ہوئی جن میں بے جان تصویر کی طرح نہ ایمان کی روح نہ انجام سوچنے والی عقل) اور دن میں شور و غل کرنے والے۔ (۱)

امام احمد بن حنبل نے حضرت سعید بن مسروق سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کچھ سوداگر کوفہ آئے تو وہاں کے لوگ ان کی صحت و تندرستی اور خوبصورت رنگت کو دیکھ کر بڑا تعجب کرنے لگے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم کیوں تعجب کرتے ہو؟ تم ایمان والے کو دل کے لحاظ سے سب سے صحیح سالم اور تندرست پاؤ گے اور جسم کے لحاظ سے بہت کمزور و بیمار، اور فاجر و منافق کو دیکھو گے کہ ان کا جسم بہت تگڑا و تندرست ہے لیکن وہ دل کے بڑے مریض و بیمار ہونگے۔ خدا کی قسم! اگر تمھارے جسم صحت مند ہوں اور دل مریض و بیمار تو ضرور تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک گُبریلا (یعنی بھونرے کی مانند پَردار کالا کپڑا جو گوبر میں ہوتا ہے) سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہو۔ (۲)

حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت عبداللہ بن امام احمد بن حنبل نے (الزوائد علی الزھد) حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: تم ایمان والے کو نہیں

(۱). (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، باب فی النفاق و علاماتہ، رقم ۴۱۸، جزء ۱/۵۲۳- الفردوس بمأثور الخطاب، رقم ۴۹۶، جزء ۱/۲۰۹)
(۲). (کتاب الزھد للامام احمد، رقم ۹۰۴، ص ۱۸۴ ـ ۱۸۵)

دیکھو گے مگر (خوف الٰہی کے سبب) پھیکے رنگ والا، اور منافق کو نہ دیکھو گے مگر چمکدار سفید۔[1]

علامت نفاق (نمبر ۲۸)

مسلمان کو برائی پہنچانے کے لئے موقعہ کی تاک میں رہنا، ان پر مصائب کے آنے کا انتظار کرنا، اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا، حسد کرنا، کینہ رکھنا اور دیگر قلبی برائیوں میں مبتلا رہنا اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَاۙ الَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ}[2] ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا وہ جو تمھاری حالت تکا (دیکھا) کرتے ہیں۔

امام ابن جریر طبری وابن المنذر نے {الَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ} کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: اس سے مراد منافق لوگ ہیں جو ایمان والوں کی حالت تکا کرتے ہیں، الخ۔[3]

علامت نفاق (نمبر ۲۹)

نافرمان، سرکش، ظالم اور بہت فسادی ہونا، مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں رہنا، ان کی اذیت رسانی کا ارادہ رکھنا، ان کے ساتھ برا برتاؤ کرنا، اور یہ بدسلوکی کسی آدمی کے ساتھ اس حد تک کرنا کہ وہ اس سے خوف کھانے لگے اور تعلق توڑ لے، یا اس کی شرارت کے ڈر سے اسی کا چکر کاٹنے لگے اور جی حضوری کرنے پر مجبور ہو جائے اللہ عزوجل نے ارشاد

(۱).(كتاب الزهد، رقم ۱۵۵۰، ص ۲۸۱، أخبار الحسن ابن ابی الحسن رحمه الله)
(۲).(سورة النساء/۱۴۰ـ۱۴۱، پ۵)
(۳).(الدر المنثور، سورة النساء: الآية ۱۴۱، جزء ۵/۷۹)

فرمایا: {لَوْ خَرَجُوْا فِیْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاَاۡوۡضَعُوْا خِلٰلَكُمْ یَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَۚ وَ فِیْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ}[1] ترجمہ کنزالایمان: اگر وہ تم میں نکلتے تو ان سے سوا نقصان کے تمہیں کچھ نہ پڑھتا اور تم میں فتنہ ڈالنے کو تمھارے بیچ میں غرابیں دوڑاتے (فساد پھیلاتے) اور تم میں ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

امام ابن ابی حاتم و ابوالشیخ نے حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: اس سے مراد غزوۂ تبوک میں نکلنے والے منافقین ہیں جن کا حال اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے اللہ عزوجل سے دریافت کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے وہ بات ارشاد فرمائی جو تمہیں غم میں مبتلا کر دے گی یعنی لو خرجوا فیکم مازا دو کم الاخبالا۔[2]

امام ابو نعیم اصبہانی نے اور مسند الحارث کے اندر حضرت صفوان بن عسال المرادی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم کسی سفر میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اتنے میں ایک شخص آیا، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پر نظر پڑی تو فرمایا: کیا ہی برے قبیلے کا ساتھی ہے، کیا ہی برا شخص ہے یہ!! پھر جب وہ آپ سے قریب ہوا تو آپ نے اس کو اپنی نشست گاہ کے قریب کیا، پھر جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب آپ کی نگاہ ناز اس پر پڑی تو آپ نے فرمایا: جماعت کا یہ ساتھی کتنا برا ہے، کیا ہی برا شخص ہے!! پھر آپ نے اس کو اپنی نشست گاہ کے قریب بھی فرما لیا (یارسول اللہ! حکمت سمجھ میں نہیں آئی)، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱).(سورۃالتوبۃ/۴۷،پ۱۰)
(۲).(الدر المنثور،سورۃالتوبۃ: الآیۃ۴۷،جزء۷/۳۹۳)

نے ارشاد فرمایا: ((انہ منافق أداریہ عن نفاقہ فاخشی ان یُفسد علیّ غیرہٗ)) [1] ترجمہ: بے شک یہ ایک منافق آدمی ہے، میں اس سے اس کے نفاق کو چھوڑ دینے کی خواہش رکھتا ہوں، کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں میرے خلاف ابھار کر کسی کو بگاڑ نہ دے۔

اما احمد و امام مالک (المؤطا) و ابو داؤد (۴۷۹۳) و ابو یعلیٰ (۴۶۱۸) و ابو نعیم (تاریخ اصبھان) وغیرہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت کی ہے کہ: ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بار گاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو قریب کیا اور وہ آپ کی نشست گاہ کے قریب ہوا، جب وہ وہاں سے نکلا تو حضرت عائشہ نے عرض کی: یار سول اللہ! کیا آپ کو اس شخص پر شک نہ ہوا تھا؟ فرمایا کیوں نہیں، مگر بات یہ ہے کہ بدترین لوگ ہیں وہ جن کی عزت لوگ صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ ان کے شر و فساد سے بچے رہیں۔ [2]

اور علامہ علاء الدین علی متقی ہندی نے ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخرمہ بن نوفل کی آواز سنی تو فرمایا: کیا ہی برے قبیلے کا ساتھی ہے یہ! پھر جب وہ اندر داخل ہوا تو حضور نے اس کو اپنے سے قریب کیا اور اس کو دیکھ کر بشاشت ظاہر کی (یعنی خوش ہوئے) جب تک کہ وہ نکل نہ گیا، تو جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کی: یار سول اللہ! جب وہ دروازے پر تھا تو آپ نے وہ بات فرمائی اور جب اندر آ گیا تو آپ نے اس کو دیکھ کر بشاشت ظاہر کی جب تک کہ وہ نکل کر چلا نہ گیا؟ حضور نے ارشاد فرمایا: ((أعھدتِنی فحاشا ان شر الناس من یُتقی شرُّہ)) [3] ترجمہ: کیا میں تجھے فحّاش (بد اخلاق) دکھتا ہوں؟ (سن لو!) بدترین آدمی ہے وہ جس کی شرارت و فساد انگیزی سے ڈرا جائے۔

---

(۱). (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۲۷۴۔ زر بن جیش، ۳/ ۳۳۳)
(۲). (مسند امام احمد بن حنبل، تتمہ مسند عائشۃ رضی اللہ عنھا، رقم ۲۴۷۹۸، جزء ۴۱/ ۳۰۷)
(۳). (کنز العمال، کتاب الاخلاق من قسم الافعال، رقم ۸۷۵۷، جزء ۳/ ۷۸۶-۷۸۷)

اور ابوداؤد کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((یا عائشة ان الله لایحب الفاحش المتفحش)) [۱] اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ بدکردار بدزبان و بے حیا کو محبوب نہیں رکھتا ہے۔

اور بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و مسند احمد و صحیح ابن حبان و بغوی (شرح السنۃ) و ابن ابی الدنیا وغیرہ کی ایک روایت میں حدیث کے آخری الفاظ کچھ یوں ہیں: ((ای عائشة شر الناس منزلة عند الله یوم القیامة من ودعه ـــ او ترکه ـــ الناس اتقاء شره)) [۲] ترجمہ: اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ عزوجل کے یہاں بدترین مقام اس شخص کا ہے جس کی شرارت کے ڈر سے لوگ اس کو چھوڑ دیں ـــ یعنی اس سے کنارہ کرنے لگیں۔

امام ابن عدی (الکامل) و ابن ابی الدنیا وغیرھما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن سب سے بدترین حالت اس شخص کی ہوگی جس کی (بری) زبان سے (دنیا میں) خوف کھایا جائے، یا جس کی شرارت و فساد انگیزی سے ڈرا جائے۔ [۳]

اور مجمع البحرین (۳۰۱۶) و امام طبرانی پھر مجمع الھیثمی کی روایت میں یوں ہے: ((ان شرار الناس منزلة عند الله یوم القیامة من یخاف الناسُ شرَّه)) [٤] ترجمہ: بے شک قیامت کے دن اللہ عزوجل کے ہاں تمام لوگوں میں سب سے بری حالت اس شخص کی ہوگی جس کے شر سے لوگ ڈرتے ہوں۔

(۱).(سنن ابی داؤد بشرحه عون المعبود، کتاب الادب، باب فی حسن العشرة، رقم ۴۷۹۲، جزء ۱۳/ ۹۲)
(۲).(کتاب الصمت، باب الغیبة التی یحل لصاحبها الکلام بها، رقم ۲۱۸، ص: ۱۴۰-ذم الغیبة، رقم ۸۲، ص ۸٦)
(۳).(ذم الغیبة، رقم ۸۳، ص ۸۷-مداراة الناس، باب مداراة الناس و الصبر علی اذاهم، رقم ۱٦، ص ۳۵)
(٤).(المعجم الاوسط، رقم ۵۳۰۷، جزء ۵/ ۲۷۷)

علامت نفاق (نمبر ۳۰)

مسلمانوں کے ساتھ فتنہ چاہنا، ان کو رسوا کرنا اور ان کے خلاف ان کے دشمنوں کی مدد کرنا اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ} (۱) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اگر وہ تم میں نکلتے توان سے سوا نقصان کے تمہیں کچھ نہ بڑھتا اور تم میں فتنہ ڈالنے کو تمھارے بیچ میں غرابیں دوڑاتے (فساد پھیلاتے) (اور جھوٹی جھوٹی باتیں بنا کر فساد انگیزی کرتے) اور تم میں ان کے جاسوس موجود ہیں (جو تمھاری باتیں ان تک پہنچائیں) اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو بے شک انہوں نے پہلے ہی فتنہ چاہا تھا (اور وہ آپ کے اصحاب کو دین سے روکنے کی کوشش کرتے جیسا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق نے روز احد کیا کہ مسلمانوں کو اغوا کرنے کے لئے اپنی جماعت لے کر واپس ہوا۔) اور اے محبوب تمھارے لئے تدبیریں الٹی پلٹیں (اور انہوں نے تمھارا کام بگاڑنے اور دین میں فساد ڈالنے کے لئے بہت مکر و حیلے کئے) یہاں تک کہ حق آیا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و نصرت) اور اللہ کا حکم ظاہر ہوا (اور اس کا دین غالب ہوا)۔ اور انہیں ناگوار تھا۔

اسباب النزول للواحدی میں اور امام بغوی و بیضاوی و قرطبی وغیرہ مفسرین نے اس کی شان نزول میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو غزوۂ تبوک کے لئے نکلنے کا حکم فرمایا تو عبداللہ بن ابی اور دیگر کچھ منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، اور ثنیۃ الوداع پہاڑی کے نیچے ذی جدّہ کے مقام سے واپس ہو گئے۔ اس

(۱) (سورۃالتوبۃ/۴۷-۴۸،پ۱۰)

موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تسلی کے لئے یہ آیت کریمہ { لو خرجوا } الآیۃ نازل فرمائی۔ (۱)

اس سے ان کا مقصود مسلمانوں کو رسوا کرنا، ان میں فتنہ ڈالنا اور اختلاف و انتشار پیدا کرنا تھا۔

اما ابو القاسم الرافعی (تاریخ قزوین) نے پھر ان کے حوالہ سے علامہ علی متقی ہندی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الفتنة نائمة لعن الله من ایقظها)) (۲) ترجمہ: فتنہ سوئی ہوئی خرابی ہے، اللہ کی لعنت ہے اس پر جو اس کو جگائے۔

اور شیخ بخاری حافظ نعیم بن حماد المروزی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فتنہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اقامت گزیں ہے، ہم اس کے منہ میں نکیل ڈالکر اس کو نرم کریں گے، کسی کو یہ روا نہیں کہ وہ فتنہ کو جگائے، خرابی ہے اس کے لیے جو کہ لگام کو پکڑے۔ (۳)

فتنہ اٹھانے اور فساد برپا کرنے کی مذمت میں اور دین اسلام و فقہی احکام کی غلط تشریح و ترجمانی کے نتیجہ میں اٹھ کھڑے ہونے والے فتنہ و فساد موجود یا مظنون کے سدّ باب کے سلسلہ میں بھرپور معلومات حاصل کرنے کے لیے ہماری کتاب "قفل رضوی بر دہن شری" کا ایک بار ضرور مطالعہ کریں۔

علامت نفاق (نمبر ۳۱)

(۱) (تفسیر البغوی، سورۃ التوبۃ، جزء ۴/۵۶)
(۲) (کنز العمال، حرف الفاء، الفصل الثانی فی الفتن و الھرج، رقم ۳۰۸۹۱، جزء ۱۱/۱۲۷)
(۳) (کتاب الفتن، ما کان من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من التقدم و من اصحابہ فی الفتن التی ھی کائنۃ، رقم ۱۵، جلد ۱/۳۱)

فتنہ میں مبتلا ہونے کے باوجود اپنے آپ کو حق پر جاننا اور فریق مخالف کو حق پر ہونے کے باوجود فسادی سمجھنا

اسی لئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفاق جیسی قبیح بیماری سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگی ہے، جیسا کہ حدیث مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (بلکہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام) کے سر اقدس پر عصمت کا ایسا نورانی تاج سجایا ہے کہ اس کی چمک سے امت بھی روشن و منور ہوگئی کہ گناہوں کے اندھیرے سے نکل کر مغفرت کے اجالے میں آگئی۔ چنانچہ،

اللہ عزوجل فرماتا ہے: **{لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ}** [1] ترجمہ کنزالایمان: تاکہ اللہ تمھارے سبب سے گناہ بخشے تمھارے اگلوں کے اور تمھارے پچھلوں کے۔

اس مسئلے پر تحقیقی معلومات کے لئے محقق مسائل جدیدہ میرے استاذ محترم حضرت مفتی نظام الدین رضوی مد ظلہ العالی صاحب قبلہ کی تصنیف لطیف "عصمت انبیاء" کا مطالعہ کریں۔

اور یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتاکید فرمایا جس کی روایت امام ابو داؤد پھر منذری نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کی ہے وہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: **((ان السعيد لَمَن جُنِّبَ الفتنَ ان السعيد لمن جنب الفتن ان السعيد لمن جنب الفتن و**

---

(۱).(سورۃ الفتح/۲،پ۲۶)

لَمَنِ ابتُلِیَ فصَبَرَ فَو اھاً))[1] ترجمہ: بے شک نیک بخت ہے وہ جو فتنے سے بچالیا گیا، بلا شبہ نیک بخت ہے وہ جو فتنے سے بچالیا گیا، یقینا نیک بخت ہے وہ جو فتنے سے بچالیا گیا۔ اور جو فتنے میں مبتلا کیا گیا اور اس نے صبر کیا تو کتنا بہترین ہے اس کا صبر!

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّىۡ وَلَا تَفۡتِنِّىۡ ؕ اَلَا فِى الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا} [2] ترجمہ کنزالایمان: اور ان میں سے کوئی یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے سن لو وہ فتنہ ہی میں پڑے (کیونکہ جہاد سے رک رہنا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنا بہت بڑا فتنہ ہے۔ خزائن)

اور اسباب النزول للواحدی، السیر النبویۃ للامام محمد بن اسحاق و تفسیر طبری و قرطبی و در منثور و خزائن وغیرہ میں اس کی شان نزول یہ لکھی ہے کہ: یہ آیت جَدّ بن قیس منافق کے حق میں نازل ہوئی ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے تیاری فرمائی تو جدّ بن قیس نے کہا: یا رسول اللہ! میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں رومی عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا، اس لئے آپ مجھے یہیں ٹھہرنے کی اجازت دیجئے، اور ان عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالئے، میں آپ کی اپنے مال سے مدد کروں گا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے اپنا چہرۂ انور پھیر لیا اور اسے اجازت دے دی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفاسیر مذکورہ، زیر آیت کریمہ)

---

(۱). (سنن ابی داؤد بشرحہ عون المعبود، کتاب الفتن و الملاحم، باب فی النهی عن السعی فی الفتنة، رقم ۴۲۶۳، جزء ۱۱/۲۷۸)

(۲). (سورۃ التوبة، ۹/۴۹، پ۱۰)

امام قرطبی کی ذکر کردہ ایک روایت میں ہے: ((و لم یکن به علة الاالنفاق)) [1] یعنی یہ سب جد بن قیس کا حیلہ بہانہ تھا اور اس میں سوائے نفاق کے اور کوئی علت نہ تھی۔

اور سعید بن منصور نے حضرت ابو عمرو الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلا روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس قوم نے بھی فتنہ کا ارادہ کیا اس کے بدلے میں انہیں لڑائی جھگڑا اور بحث و مباحثہ ہی دیا گیا، اور جو لوگ بھی فتنہ میں پڑے تخمینہ اور اندازہ ہی لگاتے رہ گئے، اگر فتنہ کوئی کترنے اور کاٹنے والا گناہ ہوتا تو وہ (یعنی فتنہ میں مبتلا لوگ کھیتی کی طرح) کاٹ دیئے گئے ہوتے۔ [2]

اعتراض: آپ کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ فتنہ حد درجہ قابل نفرت ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے، جبکہ حافظ ابو نعیم (تاریخ اصبھان) و دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لا تكرَهوا الفتنة فى آخر الزمان فانها تبين (او تُبير- أى تهلك) المنافقين)) [3] ترجمہ: تم آخر زمانے میں فتنہ کو ناپسند مت کرنا کیونکہ یہی فتنہ منافقوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔

اور ایک دوسری حدیث بھی ہے جس کو ابن وھب کے حوالہ سے بیان کی جاتی ہے: ((لا تكرهوا الفتن فان فيها حصاد المنافقين)) [4] ترجمہ: فتنوں کو مکروہ مت جانو کیونکہ منافقوں کی ساری کمائی اور زندگی کا ماحصل انہیں فتنوں میں رکھا ہے۔

---

(۱). (الجامع لاحكام القرآن، سورة التوبة: الآية ۴۹، جزء ۱۱/ ۲۳۲)
(۲). (حسن التنبه، باب النهى عن التشبه بالمنافقين، جزء ۹/ ۱۹۷)
(۳). (الفردوس بمأثور الخطاب، باب لام ألف، رقم ۷۳۹۰، جزء ۵/ ۳۸)
(۴). (المقاصد الحسنة، حرف اللام ألف، تحت حديث ۱۲۹۸، ص ۷۲۲)

اب ان حدیثوں کا کیا بنے گا اور ان سے پہلے جو احادیث مذکور ہوئیں ان میں اور ان میں کیسے مطابقت ہوگی؟

جواب: امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت پہلے ہی اس کا جواب عنایت فرما دیا ہے۔ پہلی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ضعف اور مجہول راوی ہے۔ جبکہ فتنوں سے پناہ مانگنے والی حدیث ثابت ہے۔ اور دوسری حدیث کے بارے میں تو ائمہ کرام مثلا ابن بطال و ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے سرے سے انکار ہی نقل فرمای۔ چنانچہ فتح الباری سے نقل فرمایا کہ حضرت ابن وھب سے جب کہا گیا کہ فلاں شخص نے آپ کے حوالہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے: **لا تکرهوا الفتن فان فیها حصاد المنافقین**، حضرت ابن وھب نے فرمایا: اگر وہ جھوٹا ہے تو اللہ اس کو اندھا کردے، ربیع بن سلیمان کہتے ہیں مجھے احمد بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ وہ شخص اندھا ہوگیا۔[1] مزید تفصیلات اسی کتاب سے حاصل کریں۔

علامت نفاق (نمبر ۳۲)

دھوکہ دہی، مکاری و کمینہ پن دھوکہ مکروفریب یہ سب کبیرہ گناہوں سے ہیں جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے فرمایا اور ابو داؤد ترمذی و بیہقی و ابو نعیم وغیرہ کے حوالہ سے مختلف روایات نقل فرمائیں جن میں دھوکہ ومکروفریب ان گناہوں پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔[2]

اللہ عزوجل نے منافقوں کی مذمت میں فرمایا: {يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ}[3] ترجمہ کنزالایمان: فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو (یہاں سے تیرہ آیتیں منافقین کی شان میں نازل ہوئیں۔ خزائن) اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔

---

(۱). (المقاصد الحسنة/ایضاً)
(۲). (الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرة الخامسة الغش، جزء ۱/۶۵-۶۷)
(۳). (سورة البقرة ۹، پ۱)

ابن جریر طبری نے حضرت ابن وھب سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن زید رحمھما اللہ سے اس فرمان باری تعالیٰ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ منافق لوگ ہیں جو اللہ، اس کے رسول اور ایمان والوں کو دھوکہ دیا چاہتے ہیں یوں کہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں، حالانکہ باطن میں کفر و نفاق کو چھپا کر وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اور اپنی ہی جانوں کو دھوکہ دیتے ہیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں اور حضور کے بتانے سے مسلمان باخبر ہیں اس لئے یہ منافقین تو ان کو دھوکہ دے ہی نہیں سکتے۔)' پھر آپ نے سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۱۸ کی { وَ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ عَلٰى شَىۡءٍ }، تک تلاوت فرمائی، [۱] جس کا ترجمہ کنزالایمان میں یہ ہے: "جس دن اللہ ان سب کو (فرمایا: وہ منافقین ہیں) اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا۔" ـــــ یعنی وہ اپنی ان جھوٹی قسموں کو کارآمد سمجھتے ہوئے اللہ کے ہاں بھی یہ دعوی کر بیٹھیں گے کہ وہ دنیا میں مؤمن مخلص تھے۔ خزائن۔

یہاں تو اللہ عزوجل نے منافقین کی صفات مذمومہ کو بیان کرنے کے لئے صاف صاف منافق کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ اس کی تعبیر {مِنَ النَّاسِ} یعنی کچھ لوگ، سے فرمائی، جس میں علماء کے بقول لطیف اشارہ یہ ہے کہ یہ گروہ بہتر صفات و انسانی کمالات سے ایسا عاری ہے کہ اس کا ذکر کسی وصف و خوبی کے ساتھ نہیں کیا جاتا، یوں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی آدمی ہیں۔ یا بعض مفسرین کے بقول یہ سامعین کو تعجب دلانے کے لئے فرمایا، کہ ایسے فریبی مکار اور احمق بھی آدمیوں میں ہیں!؟ (خزائن)

(۱). (تفسیر الطبری، رقم ۳۱۹-۳۲۰، جزء ۱/۲۱۳-۲۱۶)

مگر دوسرے مقام پر واضح فرمایا: {إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ}[1] ترجمہ کنزالایمان: بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں۔

امام بیہقی (الشعب) و ابن عدی (الکامل) وغیرھما نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہ سنا ہوتا تو میں اس امت کا سب سے بڑا دھوکے باز آدمی ہوتا: ((المکر و الخديعة فی النار))[2] ترجمہ: مکّار اور دھوکے باز دونوں جہنمی ہیں۔

اسی چیز کو ابو العتاھیہ نے اپنے اشعار میں کتنے عمدہ طریقے سے ڈھالا ہے:

لَيْسَ دُنْيَاً إِلاَّ بِدِيْنٍ وَلَيْسَ الدِّ ۔۔۔ يْنُ إِلاَّ مَكَارِمَ الْأَخْلاَقِ
إِنَّمَا الْمَكْرُ وَالْخَدِيْعَةُ فِي النَّا ۔۔۔ رِ هُمَا مِنْ خِصَالِ أَهْلِ النِّفَاقِ

ترجمہ: (۱) دین کے بغیر دنیا بیکار ہے اور اچھے اخلاق نہیں تو دین بے نور ہے۔ (۲) مکّار دھوکے باز جہنمی ہیں، یہ دونوں منافقین کی خصلتیں ہیں۔

اور امام ابو داؤد و ترمذی و ابن عدی (الکامل) پھر ان کے حوالہ سے علی متقی نے حضرت ابوہریرہ سے، اور امام طبرانی پھر ھیثمی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((المؤمن غِرّ كريم و الفاجر خِبّ لئيم))[3] ترجمہ: مؤمن شریف و عظیم اور فاجر دغاباز و کمین ہوتا ہے۔

امام طحاوی نے "مشکل الآثار" (۴/ ۲۰۲- ۲۰۳) میں فرمایا: ہم نے اس حدیث میں غور کیا تاکہ اس کی مراد تک پہونچیں، تو ہم نے پایا کہ کلام عرب میں "غِرّ" اس کو بولتے ہیں جو مکار اور چالباز نہ ہو اور جس کا کوئی باطن ایسا نہ ہو جو اس کے ظاہر کے مخالف ہو، اور جو

---

(۱).(سورۃ النساء/۱۴۲، پ۵)
(۲).(الدر المنثور، سورۃ البقرۃ: الآیۃ۹، جزء۱/۱۵۹)
(۳).(کنز العمال، کتاب الایمان والاسلام، الفصل السابع فی صفات المؤمنین، رقم ۶۸۱، جزء ۱/ ۱۴۲- المعجم الکبیر، رقم ۱۶۶، جزء ۱۹/ ۸۲)

ایسا ہو مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہتے ہیں، اور یہ ایمان والوں کی صفت ہے۔ اور ہم نے پایا کہ فاجر اس کو بولتے ہیں جس کا باطن اس کے ظاہر کے مخالف ہو اس لیے کہ اس کا باطن ناپسندیدہ ہو، جیسے کہ منافق جو پسندیدہ چیز یعنی اسلام کو ظاہر کرتا ہے جس پر مسلمان اس کی تعریف کرتے ہیں، اور اسلام کے مخالف یعنی کفر جو کہ ناپسندیدہ چیز ہے اس کو چھپاتا ہے جس پر مسلمان اس کی مذمت کرتے ہیں۔[1] باقی گفتگو وہیں ملاحظہ کریں۔

علامت نفاق (نمبر ۳۳)

علمائے کرام کی غلطیاں تلاش کرنا یہ بھی ایک طرح کی فساد انگیزی ہے۔ اس خامی ونقص تلاشی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علماء کی رخصتوں یعنی ان لغزشات کے پیچھے پڑنا ہے جن کے معاملے میں شریعت مطہرہ کی طرف سے علماء کے لئے آسانی پیدا کی گئی ہے۔ یہ فساد انگیز اور حرام اس لئے ہے کہ مصلحت خاص پر مشتمل علماء کی ان رخصتوں کو اپنی کھلی معصیت اور خدا کی نافرمانی کو صحیح ٹھہرانے کے لئے دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔

دوسری قسم علماء کی ایک آدھ لغزشوں کو بھی ڈھونڈ ڈھانڈ نکالنا اور ان کی اشاعت کرنا ہے تاکہ لوگ ان سے نفرت کریں اور ان کی اقتدا و پیروی کرنے سے دور رہیں، یہ بھی شرعا ممنوع ہے۔ اور یہ دونوں ہی قسمیں منافق کی خصلتیں ہیں،

امام احمد و ابن ماجہ نے اور بنحوہ ابو یعلی و ابن عدی (الکامل) و بیہقی (الشعب) نے حضرت ابو ہریرہ ضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) (حاشۂ مجمع الزوائد نمبر ۱، تحت رقم حدیث ۲۷۲، کتاب الایمان، جزء ۱/۴۱۶)

جو کسی محفل میں بیٹھ کر علم و حکمت کی باتیں سنے پھر جو کچھ سنا اس میں سے چھانٹ چھانٹ کر صرف شر و فساد کی باتیں ہی اپنے ساتھی سے بیان کرے، ایسے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی چرواہے کے پاس آکر کہے: اے مویشیوں کے نگہبان! مجھے ذبح کرنے کے لئے ایک بکری چاہیئے، چرواہا کہے: جاؤ بکریوں میں جو سب سے اچھی بکری ہو اس کے کان پکڑ کر لے جاؤ، تو وہ جاکر (بکری کے بجائے) کلب غنم ـــــ یعنی بکریوں کی حفاظت کرنے والے سدھائے ہوئے کتے ـــــ کے کان پکڑ لے اور اسی کو لیکر چلتا بنے۔ (۱)

امام ابو نعیم اصبھانی نے حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: ((**لو اصبت تسعا و تسعین و اخطأت واحدة لاخذوا الواحدة و ترکوا التسع و التسعین**)) (۲) ترجمہ: اگر میرے ننانوے کام درست اور ٹھیک ہوں اور ایک غلطی ہو جائے تو لوگ ننانوے کو چھوڑ دیتے ہیں اور ایک کو لے اڑتے ہیں۔

یہاں سے ان لوگوں کو اپنی مذموم حرکت پر ضرور غور کرنا چاہیئے جو رات دن علمائے کرام کی کمی تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں، ان کے عظیم احسانات اور ہزاروں اچھے کاموں کو نظر انداز کر کے چھوٹی سے چھوٹی غلطی اور معمولی سے معمولی لغزش کو بھی اچھالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ یقیناً یہ وہی آدمی کر سکتا ہے جو منافقانہ طریقے سے اپنے چہرے پر نقاب ڈال رکھا ہو، تبھی تو ہزاروں خوبیوں پر پردہ ڈالتا ہے اور ایک آدھ غلطیوں کو لے اڑتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ علماء کی شان میں بے ادبی اور ان کے حق کو ہلکا جانتا ہے جو کھلا نفاق ہے۔

---

(۱).(مسند امام احمد بن حنبل، تتمة مسند ابی هريرة رضی الله عنه، رقم ۸۶۳۹، جزء ۱۴/ ۲۸۴، و رقم، ۹۲۶۰-۱۰۶۰۶)

(۲).(حلية الاولياء، ۲۸۴-عامر بن شراحيل الشعبی، جزء ۳/۴۶۱)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: علماء کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ: علماء کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق۔ [2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ [3]

خلاصہ سے فتاوی رضویہ شریف میں ہے کہ: جس نے کسی عالم سے کسی ظاہری وجہ کے بغیر بغض رکھا اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ [4]

اسی میں منح الروض الازھر سے ہے کہ: ظاہر یہ ہے کہ اس پر حکم کفر ہے۔ [5]

اور اگر عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے کہ اب توہین علم دین کی ہے۔ [6]

مسئلہ: عامی شخص کو یہ نہ چاہئے کہ قاضی یا مفتی یا مشہور و معروف عالم کو امر بالمعروف کرے کہ یہ بے ادبی ہے۔ مثل مشہور ہے، خطائے بزرگان گرفتن خطاست (یعنی بزرگوں پر اعتراض کرنا بڑی نادانی و خطا ہے)۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ کسی مصلحت خاص سے ایک فعل کرتے ہیں، جس تک عوام کی نظر نہیں پہنچتی اور یہ شخص سمجھتا ہے کہ جیسے ہم نے کیا انھوں نے بھی کیا، حالانکہ دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ (عالمگیری) یہ حکم ان

---

(۱). (جامع الاحادیث، کتاب العلم، رقم ۲۳۲، جلد ۱۶۱/۲)
(۲). (ایضاً/ رقم ۲۳۳)
(۳). (ایضاً/ رقم ۲۳۴)
(٤). (ایضاً/ ص ۱۶۲)
(٥). (ایضاً)
(٦). (ایضاً/ ۱۶۱)

علماء کے متعلق ہے، جو احکام شرع کے پابند ہیں اور اتفاقاً کبھی ایسی چیز ظاہر ہوئی جو نظرِ عوام میں بری معلوم ہوتی ہے، وہ لوگ مراد نہیں جو حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتے اور علم کے نام کو بدنام کرتے ہیں۔(۱)

علامت نفاق (نمبر ۳۴)

خیانت کرنا، جھوٹ بولنا خصوصاً جھوٹی قسم کھانا، مسلم حکّام کی نافرمانی کرنا اور ان کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنا

اللہ عزوجل نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا: {وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ}(۲) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے (یہ منافقین۔ اور اس طرح معذرت کریں گے) کہ ہم سے بن پڑتا تو ضرور تمھارے ساتھ چلتے اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں (جھوٹی قسم کھاکر) اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بے شک ضرور جھوٹے ہیں (مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جھوٹی قسمیں کھانا ہلاکت کا سبب ہے)۔

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: {وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ}(۳) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں (منافقین اس پر) کہ وہ تم میں سے ہیں (یعنی تمھارے دین و ملت پر ہیں، مسلمان ہیں) اور تم میں سے ہیں نہیں (تمہیں دھوکا دیتے اور جھوٹ بولتے ہیں) ہاں وہ لوگ ڈرتے ہیں (کہ اگر ان کا نفاق ظاہر ہوجائے تو مسلمان ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں

(۱) (بہار شریعت، حصہ ۱۶، جلد ۳/ ۶۱۶-۶۱۷)
(۲) (سورۃ التوبۃ/ ۴۲، پ ۱۰)
(۳) (ایضاً/ آیت ۵۶)

گے جو مشرکین کے ساتھ کرتے ہیں اس لئے وہ براہ تقیہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔)

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: {وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ}(۱) ترجمہ کنزالایمان: اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے (یعنی منافقین۔ در منثور/زیر آیت) کہ ہم نے تو (اس مسجد ضرار کو بنانے میں) بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: {اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ} الی قولہ تعالیٰ {اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً}(۲) ترجمہ کنزالایمان: جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقینا اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا (کہ ان کے ذریعہ سے قتل وقید سے محفوظ رہیں)۔

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: {وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا}(۳) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں (معصیت و گناہ کا ارتکاب کرکے) بے شک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغاباز گنہگار کو آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے (حیا نہیں کرتے) اور اللہ ان کے پاس ہے (ان کا حال جانتا ہے اس پر ان کا کوئی راز چھپ نہیں سکتا) جب

(۱).(ایضاً/۱۰۷،پ۱۱)
(۲).(سورۃ المنافقون/۱-۲،پ۲۸)
(۳).(سورۃ النساء/۱۰۷-۱۰۸،پ۵)

دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے (جیسے طُعمَۃ کی طرفداری میں جھوٹی قسم اور جھوٹی شہادت) اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

اس کی شان نزول کے متعلق مفسرین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ: انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طُعمَۃ بن اُبیرِق نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چرا کر آٹے کی بوری میں زید بن سمین یہودی کے یہاں چھپائی، جب زرہ کی تلاش ہوئی اور طعمہ پر شبہ کیا گیا تو وہ انکار کر گیا اور قسم کھا گیا۔ بوری پھٹی ہوئی تھی اور آٹا اس میں سے گرتا جاتا تھا، اس کے نشان سے لوگ یہودی کے مکان تک پہونچے اور بوری وہاں پائی گئی، یہودی نے کہا کہ طعمہ اس کے پاس رکھ گیا ہے، اور یہودی کی ایک جماعت نے اس کی گواہی دی، اور طعمہ کی قوم بنی ظفر نے یہ عزم کر لیا کہ یہودی کو چور بتائیں گے اور اس پر قسم کھالیں گے تاکہ قوم رسوا نہ ہو، اور ان کی خواہش تھی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طعمہ کو بری کر دیں اور یہودی کو سزا دیں، اسی لئے انہوں نے حضور کے سامنے طعمہ کے موافق اور یہودی کے خلاف جھوٹی گواہی دی، اور اس گواہی پر کوئی جرح وقدح نہ ہوئی، اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اس واقعہ کے متعلق متعدّد روایات آئی ہیں اور ان میں باہم اختلافات بھی ہیں۔

ان روایات کو امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر کے اندر حضرت ابن سعد وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وعبد الرزاق کے حوالہ سے حضرت محمود بن لَبید اسیر ابن عروہ، مجاہد، قتادہ، ابن عباس، ابن زید، حسن، سُدّی، عکرمہ، ضحّاک، عطیہ عوفی رضی اللہ عنھم اجمعین سے نقل کی ہیں۔ (۱)

اور ان میں سے بعض روایات میں ہے کہ پھر وہ مرتد ہو گیا اور مشرکین مکہ سے جاملا۔

(۱).(دیکھو الدر المنثور، سورۃ النساء: الآیۃ ۱۰۵-۱۱۳، جزء ۴/۶۷۸ تا ۶۸۹)

اور امام بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((آیۃ المنافق ثلاث — زاد مسلم — و ان صام و صلی و زعم انہ مسلم — و فی راویۃ انس — و ان صلی وصام و حج و اعتمر و قال انی مسلم ۔ ثم اتفق البخاری و مسلم ۔ اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا ائتمن خان))[1] ترجمہ: منافق کی نشانیاں تین ہیں — مسلم میں اتنا زیادہ ہے — اگرچہ وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے اور یہ خیال کرے کہ وہ ایک مسلمان آدمی ہے — اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یوں ہے — اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور حج و عمرہ کرے اور یہ سوچے کہ میں تو ایک مسلمان شخص ہوں — پھر بخاری و مسلم دونوں کی متفقہ روایت ہے — جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔

امام سعید بن منصور و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و طبرانی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: منافق کو تین باتوں سے آزماؤ! جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے، جب معاہدہ کرے خیانت کرے۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: {وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ} الی خر الآیۃ۔[2] آیت کا ترجمہ اور اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۱). (صحیح البخاری بشرح الکرمانی، کتاب الایمان، علامۃ النفاق، حدیث ۳۲، جزء ۱/ ۱۴۷- مسلم بشرح النووی، کتاب الایمان، بیان خصال المنافق، جزء ۲/ ۴۶-۴۸- صفۃ النفاق للفریابی، باب ما روی فی صفۃ المنافق، ص ۳۱- ۳۲- اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آفات اللسان، الآفۃ الثالثۃ عشر الوعد الکاذب، جزء ۹/ ۲۴۰)

(۲). (الدر المنثور، سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۷۵-۷۷، جزء ۷/ ۴۵۷)

اور امام ابن جریر و خرائطی (مکارم الاخلاق) پھر امام زبیدی نے حضرت محمد بن کعب القُرظی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی نشانیاں تین ہیں۔ جب بات کر جھوٹ بولے، جب وہ وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔ پھر فرمایا اس کی تصدیق قرآن پاک کی ان آیتوں میں موجود ہے: {إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ} الآیۃ۔ {مِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ} الآیۃ (دونوں آیتوں کا ترجمہ گزر چکا ہے)' {إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ} الآیۃ۔[1] یعنی ہم نے امانت پیش فرمائی تو سب نے اٹھانے سے انکار کیا اور آدمی نے اٹھالی، اھ۔

اور امام فریابی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ: جس کے اندر یہ تین باتیں ہوں اور تم اس کے منافق ہونے کی گواہی دو تو تمھارا کوئی قصور نہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔ اور جو شخص ایسا ہو کہ جب بات کرے سچ بولے، جب وعدہ کرے وعدہ وفا کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے امانت واپس کرے تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دینے میں تم پر کوئی حرج و گناہ نہیں۔[2]

نیز امام فریابی و ابن جریر و ابن ابی الدنیا نے ھارون بن رِئاب سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا: قریش کے ایک آدمی نے میرے پاس میری بیٹی سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تھا، میں نے اس سے ایک بات کہی تھی جو وعدہ سے ملتی جلتی تھی، تو خدا کی قسم! میں ایک تہائی

(۱) (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آفات اللسان، الآفۃ الثالثۃ عشر الوعد الکاذب، جزء ۹/۲۴۰)
(۲) (صفۃ النفاق وذم المنافقین، باب ما روی فی صفۃ المنافق، ص ۳۵)

نفاق کے ساتھ اللہ عزوجل سے نہیں ملنا چاہتا، لوگو! گواہ رہنا! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کردیا۔ (۱)

نیز امام فریابی نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: منافق وہ ہے کہ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے، جب غنیمت حاصل کرے چپکے سے لیکر اپنے سامان میں ملادے، جب کسی بات کا حکم کیا جائے نافرمانی کرے، جب دشمن کا سامنا ہو بزدلی دکھائے۔ جس کے اندر یہ سب باتیں ہوں وہ پورا منافق ہے، اور جس کے اندر ان میں سے کچھ ہوں اس میں نفاق کا کچھ حصہ ہے۔ (۲)

امام ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے پھر ان کے حوالہ سے علامہ زبیدی (اتحاف السادۃ) نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قول وعمل، ظاہر وباطن، جلوت وخلوت میں اختلافات کا شمار بھی نفاق میں ہوگا۔ اور نفاق کی جڑ جس پر نفاق کی بنیاد ہے، جھوٹ ہے۔ (۳)

امام ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: جھوٹ سے بچو! کیونکہ وہ نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، سچ کو لازم پکڑو کہ وہ ایمان کا ایک دروازہ ہے۔ (٤)

امام احمد، امام ابن ابی الدنیا نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: جھوٹ نفاق کا جامع ہے۔ (۱) یعنی اس کی تکمیل کرنے والا ہے۔

---

(۱).(کتاب الصمت، باب الوفاء بالعهد، رقم ۴۵۶، ص ۲۳۱-صفة النفاق، ص ۳۵-۳٦)
(۲).(صفة النفاق، باب ما روی فی صفة المنافق، ص ۳۷)
(۳).(کتاب الصمت، باب ذم الکذب، رقم ۴۸۱، ص ۲۴۰)
(٤).(الدر المنثور، سورة التوبة: الآیات ۷۵-۷۷، جزء ۷/۴۵۹)

نیز امام ابن ابی الدنیا نے حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: جو جھوٹ بولے وہ منافق ہے۔ (۲)

امام ابو الحسین عبد الباقی ابن قانع و طبرانی (الکبیر) و حاکم (المستدرک) وغیرہ نے حضرت ثعلبہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((ایما امرئ اقتطع مال امرئ مسلم بیمن کاذبة کانت نکتة سوداء۔ او نفاقا فی قلبه لا یغیرها شئی الی یوم القیامة)) (۳) ترجمہ: جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال مارتا ہے اس کے دل میں ایک کالا دھبا پڑ جاتا ہے یا نفاق پیدا ہو جاتا ہے جسے قیامت تک کوئی چیز تبدیل نہ کرے گی۔

امام ابن ابی الدنیا وغیرہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: ((ایها الناس ایاکم و الکذب فانه مجانب الایمان)) (٤)
ترجمہ: اے لوگو! جھوٹ سے بچو! کیونکہ وہ ایمان کے مخالف ہے۔

نیز امام ابن ابی الدنیا و ابو یعلی و بزار و ابن عدی (الکامل) و بیہقی وغیرہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((علی کل خَلَّة یُطبع او یُطوی علیها المؤمنُ الا

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

(۱). (کتاب الزهد، اخبار الحسن بن ابی الحسن رحمه الله تعالی، رقم ۱۵۸۹، ص ۲۸۶- کتاب الصمت، رقم ۵۱۴، ص: ۲۵۰)
(۲). (کتاب الصمت، باب ذم الکذب، رقم ۵۴۰، ص ۲۵۷)
(۳). (معجم الصحابة لابن قانع، باب الثاء، [۱۲۳] ثعلبة الانصاری جلد ۱، ق/۱۲۱- المعجم الکبیر، رقم ۸۰۱- المستدرك، رقم ۷۸۸۱، کتاب الأیمان و النذور)
(٤). (ایضا، رقم ۴۷۵، ص ۲۳۷)

الخیانة و الکذب))[۱] ترجمہ: خیانت اور جھوٹ کے سوا مومن تمام خصلتوں پر پیدا کیا جاسکتا ہے۔

اور اس باب میں حضرت ابوامامہ، ابن عمر، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن جراد، ابو الدرداء اور صفوان بن سلیم تابعی سے (مرسلا) بھی احادیث مروی ہیں۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ بزدلی یا کنجوسی وغیرہ عیوب مومن میں پیدائشی و فطری طور پر ہوسکتے کہ یہ عیوب ایمان کے خلاف نہیں۔ لیکن جھوٹ اور خیانت ایسی بری عادتیں ہیں کہ کسی مومن میں یہ دونوں چیزیں اصلی پیدائشی نہیں ہوسکتیں۔ اگر کوئی مومن جھوٹا یا خائن ہوگا تو عارضی طور پر ہوگا۔ کہ جھوٹوں خائنوں کی صحبت میں رہ کر یہ جھوٹا یا خائن بن جائے گا، جیسا کہ علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے زیر حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرمایا۔[۲] اور جیسا کہ "مرآۃ المناجیح" میں ہے۔

اشکال: مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جھوٹ خیانت وغیرھا خبیث عادتیں اور بری خصلتیں جس مسلمان کے اندر پائی جائیں وہ نہ صرف منافق بلکہ خالص وکھرا اور پکا منافق ہے، جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو کے الفاظ ((اربع من کن فیه کان منافقا خالصا))[۳] پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ علماء کا اتفاق ہے کہ جو دل سے تمام ضروریات دین کی تصدیق اور زبان سے اقرار کرے، پھر ان مذموم حرکات میں سے کسی کا ارتکاب کرے تو اس پر کفر کا حکم عاید نہیں ہوگا اور نہ وہ ایسا منافق ہوگا جو ہمیشہ جہنم کے

(۱).(کتاب الصمت، باب ذم الکذب، رقم ۴۷۲، ص ۲۳۶)
(۲).(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، حدیث ۴۸۶۰، جزء ۹/۹۰)
(۳).(صحیح البخاری بشرح الکرمانی، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، حدیث ۳۳، جزء ۱/۱۵۱)

نچلے طبقے میں رہے گا۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان میں سے اکثر کو اپنے اندر جمع کر لیا تھا جبکہ وہ سب انبیاء تھے،[1] اسی طرح بعض اسلاف و علماء میں یہ سب یا ان میں بعض خصلتیں پائی گئیں تھیں۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے انہیں مشکل احادیث سے شمار کیا ہے؟

جواب: در حقیقت ان احادیث میں بحمد اللہ تعالیٰ کوئی اشکال نہیں۔ ہاں ان کے معنی میں علماء کا اختلاف ضرور ہے جنہیں امام نووی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

پہلا: تو وہی ہے جسے ہم نے نفاق کی علامات شمار کرنے سے پہلے تنبیہ کی صورت میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے، جو اکثر محققین کا قول ہے اور یہی مختار ہے۔ کہ ایسی خصلتوں والا مسلمان، منافقوں کے مشابہ بلکہ سخت مشابہ ہے، اور یہ نفاق عرفی ہے، یہ مطلب نہیں کہ وہ اسلام میں منافق ہے۔ اتنا اور خیال رہے ایسے مسلمان کا نفاق عرفی بھی لوگوں میں سے صرف ان کے حق میں ہے جو اس سے بات کریں، یا وعدہ کریں، یا اس کے پاس امانت رکھیں، یا اس سے جھگڑا کریں۔

دوسرا: بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ فرمان ان کے حق میں ہے جن پر یہ خصلتیں غالب ہوں۔ جن سے کبھی کبھار یہ حرکتیں صادر ہوں وہ اس میں داخل نہیں ہیں۔

تیسرا: امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس فرمان سے مقصود مسلمانوں کو ڈرانا ہے کہ وہ ان ذلیل حرکات کی عادت نہ ڈالیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو "اذا" کے ساتھ مقید فرمایا گیا جو بار بار اور کثرت کو چاہتا ہے یعنی جب نفاق عملی کثرت کے ساتھ اس طرح واقع ہو

(۱) (تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۷۵-۷۷، رقم ۱۷۰۰۹، جزء ۶/۶۹)

کہ وہ ان کی عادت میں شمار ہو جائے تو اب اندیشہ ہے کہ کہیں یہ عیوب ایسے عادی و خوگر کو حقیقت نفاق تک نہ پہنچادیں۔ [1]

اس تیسرے معنی کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں مبالغے کے صیغے آئے ہیں۔

چنانچہ امام ابن ابی شیبہ نے امام عامر شعبی رحمھما اللہ سے روایت کی ہے کہ جب ان کے پاس اس بات کا تذکرہ کیا گیا کہ منافق وہ ہے کہ جب بات کرے جھوٹ بولے، تو آپ نے فرمایا: ((لا ادری ما تقولون؟ ان کان کذابا فھو منافق)) [2] ترجمہ: مجھے نہیں خبر تم کیا کہہ رہے ہو؟ (ہاں) اگر آدمی بہت بڑا جھوٹا ہو تو وہ منافق ہے۔

اسی طرح بخاری و مسلم و ابو داؤد و احمد و ابن ابی الدنیا وغیرہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: ((وما یزال الرجل یکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا)) الحدیث، [3] ترجمہ: آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

اعتراض: اب رہا یہ سوال کہ ان احادیث میں تو منافق کی تین یا چار نشانیاں بتائی گئیں ہیں اور آپ نے اب تک تیس سے اوپر علامتیں بیان کر دی ہیں، وہ بھی قرآن و حدیث کے حوالہ سے، یہ بظاہر احادیث میں ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے؟

جواب: مقصود نفاق کی نشانیوں کو تین یا چار میں منحصر کرنا نہیں ہے، اس کا واضح ثبوت صحیح مسلم کی وہ روایت ہے جو بطریق علاء بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن ابی ھریرۃ مروی ہے۔

(۱). (شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، جزء ۲/ ۴۶ تا ۴۸- شرح البخاری للکرمانی، الایمان، حدیث ۳۲، جزء ۱/۱۴۸-۱۴۹-۱۵۱-مرقاۃ، الایمان، حدیث ۵۵، جزء ۱/ ۲۱۲)

(۲). (المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، ما جاء فی الکذب، رقم ۲۶۲۷۲، جزء ۱۴/ ۲۱۳)

(۳). (کتاب الصمت، باب ذم الکذب، رقم ۴۶۸، ص ۲۳۴)

کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: ((من علامات المنافق، الحدیث))[1] یعنی منافق کی جملہ نشانیوں میں سے ہیں یہ تین نشانیاں۔

تو ایسا ہوتا کہ موقع محل کے لحاظ سے کسی وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نشانیاں بیان فرماتے اور دوسرے وقت بعض دوسری نشانیاں، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا۔[2]

تنبیہ: جھوٹ زبان ہی کے ساتھ خاص نہیں۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: {وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ}[3] ترجمہ کنزالایمان: اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے (اور قمیص کو پھاڑنا بھول گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام وہ قمیص اپنے چہرۂ مبارک پر رکھ کر خوب روئے اور فرمایا: عجب طرح کا ہوشیار بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو کھا تو گیا اور قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ خزائن)۔

اور امام دیلمی نے اختصار کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مھلا یا عائشة اما علمتِ ان هذا من كذب الا نامل))[4] ترجمہ: اے عائشہ جلدبازی مت کر! کیا تجھے نہیں معلوم کہ یہ انگلیوں کا جھوٹ ہے؟ —— یہ تب فرمایا جب حضرت سیدہ اپنے بھائی کے سر سے جوئیں نکال رہی تھیں اور خلاف معمول اپنے ناخنوں سے چٹخار ہی تھیں۔

مسئلہ: کسی نے اس طرح قسم کھائی: اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافروں کا شریک، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو، بے ایمان مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ ایسی جھوٹی

---

(۱). (مسلم بشرح النووی، الایمان، بیان حصال المنافق، جزء ۲/۴۷)
(۲). (مرقاۃ، جزء ۱/۲۱۱، حدیث ۵۵)
(۳). (سورۂ یوسف/۱۸، پ ۱۲)
(٤). (الفردوس بماثور الخطاب، رقم ٦٣٧٦، جزء ۴/۱۵۳)

قسم کھانے والے کی نسبت حدیث میں فرمایا: وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔ یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یونہی اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا کیا ہے اور یہ بات اس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ (۱)

خاص طور پر یہ آخری جملہ بہت سخت ہے، کثرت سے لوگ اس کے عادی ہیں اور اپنی گفتگو میں تاکید پیدا کرنے اور مخاطب کو اطمینان دلانے کے لئے بے جھجک استعمال کرتے ہیں۔ انہیں درج ذیل کی حدیث شریف سے عبرت پکڑنا چاہئے۔

حافظ ابو نعیم نے حضرت سعید بن عبد العزیز سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا: ((ان اعظم الذنوب ان یقول الرجل: اللہ یعلم انی صادق و اللہ یعلم انہ کاذب)) (۲) ترجمہ: عظیم ترین گناہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کہے: خدا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں، جبکہ اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

اور امام نووی علیہ الرحمہ اس کے باریک پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ جملہ بڑا خطرناک ہے، کیونکہ اس کے بولنے والے کو اگر یہ یقین ہے کہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا ہے تب تو ٹھیک ہے ورنہ اگر اس میں شک ہے تو خبیث ترین جملہ ہے، کیونکہ اس نے اللہ عزوجل سے جھوٹ کو طلب کیا ہے، اس لئے کہ اس نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی چیز جانتا ہے جس کے بارے میں یہ یقین نہیں کہ وہ کیسی ہے۔ اور اس سے بھی خطرناک بات اس کے اندر یہ ہے کہ اس نے باری تعالیٰ کے وصف علم میں مداخلت کی ہے بایں طور کہ وہ (معاذ اللہ) ایک چیز کو خلاف حقیقت جانتا ہے۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو اس کے کفر میں کیا شبہ ہے۔ (۳)

---

(۱). (بہار شریعت، حصہ ۹، جلد ۲/۳۰۱)

(۲). (حلیۃ الاولیاء، ۳۶۰-سعید بن عبد العزیز، ۵/۴۲)

(۳)...من اقبح الالفاظ المذمومۃ ما یعتادہ کثیرون من الناس اذا اراد ان یحلف علی شئی فیتورّع عن قولہ: و اللہِ کراھیۃ الحنث او اجلالا للہ تعالیٰ و تصوُّنا عن الحلف ثم یقول: اللہ یعلم ما کان کذا

مسئلہ: فقہی نقطۂ نگاہ سے وعدہ خلافی کی تین صورتیں ہیں:

ایک سخت حرام: اگر بے ضرورت شرعی و بے حالت مجبوری وعدہ سرے سے صرف زبانی دنیا بنانے کے لئے کیا، اسی وقت دل میں تھا کہ وعدہ پورا نہ کریں گے۔ ایسے ہی وعدہ خلافی کو حدیث میں نفاق کی نشانیوں سے شمار کیا ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالہ "انباء الحذاق بمسالک النفاق" میں بیان کیا ہے۔ اور وہ جو "اشباہ و نظائر" باب حظر واباحت میں ہے کہ: وعدہ خلافی حرام ہے الخ، اس کا محمل بھی یہی ہے (1)

دوسری مکروہ تنزیہی: اگر سچے دل سے وعدہ کیا، وعدہ کرتے وقت دل میں تھا کہ وفا کریں گے، پھر بلا وجہ بغیر کسی عذر و مصلحت کے وعدہ وفا نہ کیا۔ یہی محمل ہے اس کا جو "رد المحتار" کتاب العاریۃ میں ہے کہ: یہاں سے تو جان جائے گا کہ وعدہ خلافی مکروہ ہے نہ کہ حرام اور ذخیرہ میں ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ خلف وعد ہے اور وفاء عہد مستحب ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ (2)

تیسری ادنیٰ کراہت بھی نہیں: اگر وعدہ سچے دل سے پورا کرنے کی نیت سے کیا، پھر کوئی قابل قبول عذر اور معقول وجہ ایسی پیدا ہوگئی کہ اس وفاء عہد کی خوبی و فضیلت کی بہ نسبت اس عذر و مصلحت کو ترجیح حاصل ہے، مثلاً امر نکاح میں کہ عمر بھر کے ساتھ کا سامان اور سخت نازک معاملہ ہے، خصوصاً بے چاری شریف زادیوں کے لئے، خصوصاً بلاد

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

اولقد کان کذا و نحوہ وھذہ العبارۃ فیہا خطر فان کان صاحبہا متیقنا ان الامر کما قال فلا بأس بہا و ان تشکک فی ذالک فھو من اقبح القبائح لانہ تعرض للکذب علی اللہ تعالیٰ فانہ اخبر ان اللہ تعالیٰ یعلم شیئا لا یتیقن کیف ھو وفیہ دقیقۃ اخری اقبح من ھذا و ھو انہ تعرض لوصف اللہ تعالیٰ بانہ یعلم الامر علی خلاف ما ھو وذالک لو تحقق کان کفرا فینبغی للانسان اجتناب ھذہ العبارۃ. (الاذکار للنووی، کتاب حفظ اللسان، ص ۳۱۵)

(۱). (فتاوی رضویہ مترجم، ۲۸۱/۱۲)

(۲). (ایضا/۲۸۳)

ہندوستان میں۔ خیال رہے کہ یہ حکم تب ہے جبکہ دینی ضرورت نہ ہو، ورنہ وعدہ پورا نہ کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ (۱)

نیز فرماتے ہیں: " اگر نسبت کے بعد کوئی حرج و نقصان ظاہر ہو نسبت چھڑالی جائے، ورنہ اپنی زبان پالنے کے لئے ایک بے کس بے زبان کو عمر بھر مضرت میں پھنسانا ہو گا، خصوصا جبکہ ضروریات دینی ہو، مثلاً معلوم ہوا کہ جس سے نسبت قرار پائی رافضی وہابی اور کسی قسم کا بدمذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چھڑا لینا شرعا لازم۔ (الیٰ ان قال) لڑکی والوں کو تو لحاظِ مصالح و احترازِ مفاسد زیادہ اہم لڑکے والے بھی اگر ترک میں مصلحت سمجھیں ترک کر دیں، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو نکاح کا پیغام دیا انھوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا۔" (۲)

جھوٹ کے تعلق سے تفصیلی معلومات کے لئے ہماری کتاب "جھوٹ بدترین گناہ" کا مطالعہ کریں، بتوفیق الٰہی میں نے اس میں جھوٹ کی مذمت میں ۷۱ آیات قرآنیہ، ۲۸۷ احادیث نبویہ اور درجنوں آثار جمیلہ واحکام فقیہہ و حکایات نافعہ جمع کر دی ہیں۔

علامت نفاق (نمبر ۳۵)

فاسد مقصد کے لئے تقویٰ شعاری اور فضیلت و برتری کی بڑی بڑی باتیں کرنا اور اس لمبے چوڑے دعوے کے مطابق دلیل یعنی عمل کے معاملے میں خاص طور سے کوتاہی کرنا

امام فریابی نے حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ سے

(۱).(ایضاً/۲۸۱)
(۲).(ایضاً/۲۸۱-۲۸۲)

روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: بے شک مومن باتیں کم اور عمل زیادہ کرتا ہے، اور بے شک منافق باتیں زیادہ اور عمل کم کرتا ہے۔ (١)

نیز امام فریابی نے حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ: توسب کے سامنے اللہ تعالیٰ کا دوست اور چھپ کر اس کا دشمن مت بن۔ (٢)

علامت نفاق (نمبر ٣٦)

علم پر عمل نہ کرنا اور "خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت" کا مصداق ہونا

امام ابن ابی شیبہ و فریابی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان سے منافق کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: منافق وہ ہے جو اسلام کی خوبی بیان کرے اور اس پر عمل نہ کرے ـــــ اس حدیث کی تخریج مقدمہ میں ہو چکی ہے۔

اور امام احمد و فریابی وغیرہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بے شک میری امت پر مجھے سب سے زیادہ اندیشہ اور ڈر اس منافق کا ہے جو زبان کا ماہر ہو۔ (٣)

نیز امام فریابی نے ابو عثمان النھدی سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی ان انگلیوں سے زیادہ تعداد میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر فرماتے سنا: بے شک مجھے اس امت پر سب سے زیادہ ڈر چرب زبان ماہر منافق کا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا: یہ ماہر منافق کیسا ہوتا ہے؟ فرمایا: ((**عالم اللسان جاھل القلب و العمل**)) (٤) ترجمہ: جو زبان کا ماہر، دل کا جاہل اور عمل سے کورا ہو۔

---

(١) (صفة النفاق، باب ما روی فیمن کان یخاف النفاق، ص ٨٠)
(٢) (ایضاً/ص ٧٦)
(٣) (صفة النفاق، باب ما روی فی صفة المنافق، ص ٣٩)
(٤) (ایضاً/ص ٤٠)

اور امام دیلمی نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس کو مجمع الزوائد میں ھیثمی نے اوسط طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے اپنی امت پر کسی مومن یا کافر کا اندیشہ نہیں ہے۔ مومن کا اس لئے نہیں کہ اس کا ایمان اس کو (بہکانے سے) روکے گا، اور کافر کا اس لئے نہیں کہ اس کا کفر اس کو (بہکنے سے) منع کرے گا (کیونکہ کوئی مسلمان کافر کے بہکاوے میں آئے گا ہی نہیں) ہاں! مجھے ان پر دل کے روگی چرب زبان ماہر لسان منافق کا اندیشہ ہے، کہ وہ کہے گا وہ جو تم جانتے ہو اور کرے گا وہ جو تم ناپسند کرتے ہو۔[1]

علامت نفاق (نمبر ۷۳)

انجام سوچے بغیر کسی چیز کے تعلق سے بات کرنے میں جلدی کرنا امام عراقی نے ـــــ یہ فرماتے ہوئے کہ مجھے مرفوعا یہ حدیث نہیں ملی ـــــ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ان لسان المؤمن وراء قلبه فاذا اراد ان يتكلم بشئ تدبره بقلبه ثم امضاه بلسانه و ان لسان المنافق امام قلبه فاذا هم بشئ امضاه بلسانه و لم يتدبر بقلبه))[2] ترجمہ: بے شک مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے، جب وہ کچھ بولنا چاہتا ہے پہلے اپنے دل میں اس پر غور کرلیتا ہے پھر زبان پر لاتا ہے۔ اور بے شک منافق کی زبان اس کے دل کے آگے ہوتی ہے، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اپنی زبان سے کہہ ڈالتا ہے، پہلے اپنے دل میں اس پر غور و فکر نہیں کرتا۔

اور اس کی روایت امام خرائطی و ابن ابی الدنیا نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی ہے کہ: اسلاف فرماتے تھے: حکیم و دانا کی زبان اس کے دل کے پیچھے

(۱). (الفردوس بما ثور الخطاب، رقم ۱۸۰، جزء ۱/۶۳)
(۲). (تخريج احاديث احياء علوم الدين، كتاب اللسان، رقم ۲۵۵۰، الجزء الثالث من كل الاجزاء/۱۶۳۳)

ہوتی ہے، جب وہ کچھ کہنا چاہتا ہے تو پہلے اپنے دل کی طرف رجوع کرتا ہے، تو اگر وہ بات اس کے حق میں فائدہ مند ہوتی ہے تو کہہ ڈالتا ہے، اور اگر اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو رک جاتا ہے۔ اور بے شک جاہل کا دل اس کی زبان کے کنارے میں ہوتا ہے، وہ اپنے دل کی طرف رجوع نہیں کرتا ہے، تو جو کچھ زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے۔ (۱)

اور امام احمد و ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندے کا ایمان ٹھیک و درست نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اس کا دل ٹھیک نہ ہو، اور دل ٹھیک نہیں رہتا ہے جب تک کہ اس کی زبان درست نہ ہو، الحدیث۔ (۲)

علامت نفاق (نمبر ۳۸)

طلب دنیا کا حریص ہونا، اس میں بے حد مصروف ہونا، اس کو حاصل کرنے میں دلچسپی لینا اور دنیا جمع کرنے میں حلال و حرام کسی چیز کی کوئی پرواہ نہ کرنا امام اصبہانی (الامثال فی الحدیث) و قضاعی (مسند الشھاب) و حکیم ترمذی و دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((المؤمن كَيِّسٌ فَطِنٌ حَذِرٌ وَقَّافٌ مُتَثَبِّتٌ لا يَعجَلُ عالِم وَرِعٌ و المنافق هُمَزَةٌ لُمَزَةٌ حُطَمَةٌ كحاطِبِ ليلٍ لايُبالى مِن اين اكتَسبَ وَ فيما انفقَ)) (۳) ترجمہ: مومن ہوشیار، سمجھدار، عقلمند، محتاط، دیر کرنے والا، غور و فکر سے کام لینے والا ہوتا ہے، جو جلدی نہیں مچاتا ہے، وہ جانکار پرہیز گار ہوتا ہے۔ اور منافق لوگوں کے منہ پر عیب کرنے والا، پیٹھ پیچھے بدی کرنے والا اور گفتگو میں رطب و یابس

(۱) (مکارم الاخلاق للخرائطی، ۸-باب يُستحب للحكيم ان لايضع كلامه الخ، رقم ۳۹۲، ص ۱۶۵)
(۲) (كتاب الصمت، حفظ اللسان الخ، رقم ۹، ص ۴۸)
(۳) (نوادر الاصول، الاصل الثالث و التسعون و المئتان، رقم ۱۶۲۴، جزء ۷/ ۱۶۳- الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۶۵۴۴، جزء ۴/ ۱۷۵)

ملانے والے (یعنی برا بھلا اور اَول فَول بکنے والے) کی طرح روندنے والا ہوتا ہے، اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ کہاں سے کما کر لایا (حلال ذریعہ سے یا حرام ذریعہ سے) اور کس میں خرچ کیا (حلال راستے میں یا حرام میں)۔

علامت نفاق (نمبر ۳۹)

رب تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی رکھنا اور اس کی خاطر جھوٹی قسم تک کھا جانا

اللہ عزوجل نے منافقین کے بارے میں فرمایا: {یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْۚ-فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ}[۱] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: تمھارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ (اور ان کے عذر قبول کر لو تو اس سے انہیں کچھ نفع نہ ہو گا، کیونکہ تم اگر ان کی قسموں کا اعتبار بھی کر لو) تو بے شک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہو گا (اس لئے کہ وہ ان کے دل کے کفر و نفاق کو جانتا ہے)۔

امام ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔[۲]

"البحر المحیط" میں ہے اور امام بغوی و قرطبی نے حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبی منافق کے حق نازل ہوئی ہے، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اب کبھی وہ جہاد میں جانے سے سستی نہ کرے گا، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ حضور اس سے راضی ہو جائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[۳]

---

(۱). (سورۃ التوبۃ/۹۶، پ۱۱)
(۲). (الدر المنثور، سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۹۲-۹۶، جزء ۷/۴۸۹)
(۳). (تفسیر البغوی، سورۃ التوبۃ، جزء ۴/۸۵- الجامع لاحکام القرآن، سورۃ التوبۃ: الآیات ۹۴-۹۶، جزء ۱۰/ ۳۳۷)

امام ترمذی و ابونعیم (حلیۃ الاولیاء) نے روایت کی ہے اور ان کی طرف منسوب کر کے علامہ علی متقی ہندی و علامہ عراقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من ارضی الناس بسَخَطِ اللہِ و کَلَہ اللہُ الی الناس و من اسخط الناس برضا اللہ کفاہ اللہُ مُؤنَۃَ الناس)) [1] ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد فرما دیتا ہے، اور جو اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر لوگوں کو ناراض کرتا ہے اللہ عزوجل اسے لوگوں کی خوراک سے محفوظ رکھتا ہے۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ: جو لوگوں کی رضا چاہنے میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اللہ عزوجل اس پر غضبناک ہوتا ہے اور ان کو بھی اس پر غضبناک کر دیتا ہے جن کو راضی رکھنے کے چکر میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی تھی، اور جو لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور ان کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے جن کو کہ اللہ کی رضا چاہنے میں ناراض کیا تھا، یہاں تک کہ ان کی نظر میں اس (خوش نصیب) شخص کے قول و عمل کو مزین و آراستہ اور خوبصورت بنا دیتا ہے۔ [2]

اور خلیلی نے حضرت عمرو بن شعیب سے عن ابیہ عن جدہ روایت کی ہے کہ: جو ساری مخلوقات کو ناراض کر کے رب کو راضی رکھے اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کی خوراک

(۱). (کنز العمال، الکتاب الخامس من حرف المیم فی المواعظ و الحکم، الباب الثانی فی الترھیبات، رقم ۴۳۷۰۵، جزء ۱۶/ ۱۰- تخریج احادیث احیاء العلوم، کتاب آداب العزلۃ، الجزء الثالث من الاجزاء، رقم ۱۹۴۱، ص ۱۲۸۲)

(۲). (تخریج احادیث الاحیاء، کتاب ذم الجاء و الریاء، رقم ۳۱۳۴، جزء ۵/ص ۱۹۸۵)

سے محفوظ رکھے، اور جو رب کو ناراض کر کے مخلوقات کو راضی رکھے اللہ تعالیٰ اس پر ساری مخلوقات کو مسلط فرمادے۔ (۱)

اور امام حاکم (المستدرک) و دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور علامہ علی متقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من ارضیٰ سلطانَہ بما یسخَط ربَّہ عز وجل خرج من دین اللہ عز وجل)) (۲)

ترجمہ: جس نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کر کے اپنے سلطان حکمران کو راضی کیا وہ اللہ عز وجل کے دین سے نکل گیا (معاذ اللہ رب العلمین)۔

اور امام طبرانی (الصغیر) و دیلمی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں آدابِ ایمان سے ہیں۔ جب آدمی ناراض ہو تو اس کی ناراضگی اسے باطل کے اندر نہ لے جائے، جب راضی ہو تو اس کی رضا اسے حق سے نہ نکالے اور جب طاقتور ہو تو اس چیز کو نہ لے جو اسکی نہیں۔ (۳)

علامت نفاق (نمبر ۴۰)

لوگوں کے سامنے یہ ڈھونگ کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا ہے اور خشیت الٰہی سے لرز جاتا ہے، یا جس قدر پرہیز گاری اس کے دل میں ہے اس سے زیادہ پارسائی کا اظہار کرنا دیلمی و ابن النجار نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور "فیض القدیر" (۸۳۸۳) میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من اری الناسَ فوقَ ما عندہ من الخشیة فھو منافق)) (٤)

(۱). (ایضا)
(۲). (الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۵۹۲۷، جزء ۳/۶۱۷- کنز العمال، رقم ۱۴۸۸۸، جزء ۶/۷۰)
(۳). (الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۲۴۶۶، جزء ۲/۸۷)
(٤). (ایضا، رقم ۵۸۸۰، جزء ۳/۶۰۰)

ترجمہ: جس نے جتنا خوف وخشیت الٰہی اس کے دل میں ہے اس سے زیادہ لوگوں کو دکھایا اور جتایا وہ منافق ہے۔

یہاں سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر اس خوبی کا اظہار کیا جو اس کے اندر بالکل بھی نہیں ہے، بلکہ اس کا الٹا ہے تو معاملہ کس قدر سنگین ہوگا۔

امام حاکم (فی تاریخه) نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ان کی طرف منسوب کر کے علامہ علی متقی ہندی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں کے سامنے تو اپنے قول ولباس سے لیس و درست وفٹ ہو مگر اعمال میں اس کے الٹ ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔[1] ـــــ یعنی جو اپنی تقوی وطہارت کی عمدہ باتوں اور صوفیانہ لباس کے زیب تن کرنے سے لوگوں کو سراپا متقی و پرہیز گار دکھائی دے، اور اس کے اعمال و کردار بالکل ان باتوں کے برعکس ہوں تو وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا حقدار ہے۔

علامت نفاق (نمبر ۴۱)

اللہ عزوجل کے ساتھ برا گمان کرنا اور برا عقیدہ رکھنا اللہ عزوجل نے فرمایا: {هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتٰبِیَهۡ اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَابِیَهۡ}[2] ترجمہ کنزالایمان: لو میرے نامۂ اعمال پڑھو (یہ بات مومن اپنی جماعت اور اپنے اہل واقارب سے کہے گا) مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔

اس آیت کے بارے میں امام فریابی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: ((ان المؤمن احسنَ الظنَّ بربه فاحسنَ العملَ و ان المنافق أساء الظن بربه فأساء العمل))[3] ترجمہ: بے شک مومن اپنے

(۱)۔(کنزالعمال، الکتاب الثالث من حرف الهمزة الخ، رقم ۵۲۷، جزء ۳/ ۴۸۲)
(۲)۔(سورة الحاقة/ ۱۹-۲۰، پ۲۹)
(۳)۔(صفة النفاق وذم المنافقين، باب ماروی فيمن كان يخاف النفاق، ص۸۰)

رب کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہے اس لئے وہ اچھا عمل کرتا ہے، اور بے شک منافق اپنے رب کے ساتھ برا گمان کرتا ہے اس لئے وہ برا عمل کرتا ہے۔

علامت نفاق (نمبر ۴۲)

مومن صالح کے ساتھ برا گمان کرنا اور ان کے نیک کاموں کو ریاکاری اور فاسد مقصد پر محمول کرنا

ابن مَرْدُویہ و ابن النجار (فی تاریخہ) و دیلمی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من اساء باخیه الظنَّ فقد اساء بربه لان الله عز وجل یقول: اِجۡتَنِبُوۡا کثیراً مِنَ الظَّنِّ)) [1] ترجمہ: جس نے اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ بدگمانی کی اس نے اپنے رب عزوجل کے ساتھ بدگمانی کی، کیونکہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے: بہت گمانوں سے بچو (کنزالایمان-الحجرات/۱۲)

اور قرآن حکیم فرقان حمید نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ برا گمان کرنے کے سلسلے میں منافقین کے اوصاف و احوال مذمومہ پر یوں ناطق ہے: {وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّلۡمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَ اِنۡ لَّمۡ یُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ یَسۡخَطُوۡنَ} [2] ترجمہ کنزالایمان: اور ان میں کوئی (یعنی منافقین میں ابوالجَوّاظ منافق—بیضاوی یہی مقام) وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے (یعنی عیب لگاتا ہے) تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں۔

(۱). (الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۵۸۲۵، جزء ۳/۵۸۳-الدر المنثور، سورۃ الحجرات: الآیۃ ۱۲، جزء ۱۳/۵۶۵-۵۶۸)
(۲). (سورۃ التوبۃ/۵۸، پ۱۰)

امام سُدّی نے فرمایا: منافقین میں ایک شخص جس کو ابو الجوّاظ کہا جاتا ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کہا: لم تقسم بالسویۃ، آپ نے برابر تقسیم نہیں فرمایا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (۱)

پھر امام بغوی نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے آگے فرمایا: (یعنی **ان المنافقین کانوا یقولون ان محمد الا یعطی الا من احب**) ترجمہ: یعنی سارے ہی منافقین کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے محبوب کو ہی عطا فرماتے ہیں۔ (۲)

دیگر روایات میں اس کی شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ آیت ذُو الْخُوَیْصَرَۃِ تَمِیْمِی کے حق میں نازل ہوئی، اس شخص کا نام حُرقُوص بن زُہیر ہے اور یہی خارجیوں کی اصل وبنیاد ہے۔ بخاری ومسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے، ذو الخویصرہ نے کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجئے۔ حضور نے فرمایا: تجھے خرابی ہو میں نہ عدل کروں گا تو عدل کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: **((دعنی یا رسول اللہ فَاَقتُلَ ھذا المنافق))** (۳) مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس کے اور بھی ساتھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر اور معمولی دیکھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس شان نزول کو مختلف الفاظ میں امام بخاری ونسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردودیہ کے حوالے سے حضرت ابو

(۱). (تفسیر البغوی، جزء ۴/۶۰)

(۲). (تفسیر البغوی، سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۵۸، جزء ۴/۶۱)

(۳). (الجامع الاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۵۸، جزء ۱۰/۲۴۴)

سعید خدری و داؤد بن ابو عاصم و عبداللہ بن مسعود و جابر رضی اللہ عنھم اجمعین سے نقل کیا ہے، اور واقعہ جنگ حنین کی مال غنیمت کا ہے۔[1]

مسئلہ: مسلمانوں کے نیک کاموں کو کمال اور اخلاص پر محمول کریں گے۔ مومن صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے، اسی طرح مومن کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجودیکہ اس کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو یہ بھی گمان بد میں داخل ہے۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گمان دو طرح کا ہے۔ ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے، یہ اگر مسلمان پر بدی کے ساتھ ہے گناہ ہے۔ دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل خالی کرنا ضروری ہے۔[2]

امام احمد بن حنبل (الزھد) نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: ((لا تُظُنَّنَّ بكلمة خرجت من اخيك سوءا و انت تجدلها في الخير محملا))[3] ترجمہ: تیرے بھائی کے منہ سے کوئی بات نکلے اور اس کا اچھا محمل (یعنی صحیح معنی) تیرے سامنے موجود ہو تو (فاسد معنی مراد لیکر) ہرگز اس کے ساتھ بدگمانی مت کرنا۔

اور امام بیہقی نے حضرت سعید بن مسیب سے اور زبیر بن بکار (الموفقیات) نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: مجھے بعض صحابہ نے تحریر بھیجی کہ اپنے بھائی کی بات احسن طریقہ پر رکھ جب تک کہ اس کی جانب سے تیرے پاس ایسی چیز نہ پہونچے جو تجھ پر غالب آجائے، اور کسی مسلمان کے منہ سے نکلے ہوئے کلام

(۱). (الدر المنثور، سورة التوبة: الآية ۵۸، جزء ۷/۴۰۵ تا ۴۰۷)
(۲). (خزائن العرفان، سورة الحجرات: الآية ۱۲، ص ۹۵۰)
(۳). (الدر المنثور، سورة الحجرات: الآية ۱۲، جزء ۱۳/۵۶۶)

کے ساتھ ہرگز براگمان مت کر جبکہ اس کا اچھا مَحمِل موجود ہو، اور جو تہمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے وہ خود کو ہی ملامت کرے، اور جو اپنا راز چھپائے تو یہ اس کی نجی پسند ہے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے، اور جو تیری شان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اس سے اتنا ہی بدلا لے جتنے میں تو خود اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنا رہے، اور تجھ پر سچے دوستوں کی سنگت لازم کہ تو ان سے نفع اٹھاتا رہے، کیونکہ وہ خوشحالی میں تیری ڈھال ہیں اور بڑی مصیبت کے وقت اس کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہیں گے، اور قسم کو ہلکا مت سمجھنا ورنہ اللہ عزوجل تجھے ذلیل و حقیر کر دے گا، اور جو چیز موجود نہیں اس کے بارے میں سوال مت کرنا جب تک کہ وہ وجود میں نہ آجائے، اور اپنی بات اسی کے پاس رکھ جو اس میں دلچسپی رکھے اور دل سے سننا چاہے، اور تجھ پر سچ بولنا لازم ہے اگرچہ سچ تیرا قتل کرا دے، اور اپنے دشمن سے کنارہ کشی اختیار کر، اور اپنے دوست سے محتاط رہ مگر جبکہ وہ امانت دار ہو، اور امانت دار وہی ہے جس کے اندر اللہ کی خشیت اور ڈر ہے، اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کر جو بن دیکھے یعنی دنیا میں خدا سے ڈرتے ہیں۔ (۱)

مسئلہ: گمان کی کئی قسمیں: ایک واجب وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ہے۔ ایک مستحب وہ مومن صالح کے ساتھ نیک گمان ہے۔ ایک ممنوع حرام وہ اللہ عزوجل کے ساتھ براگمان کرنا اور مومن کے ساتھ براگمان کرنا ہے۔ ایک جائز وہ فاسق مُعلن یعنی بے شرمی سے کھلم کھلا گناہ کرنے والے کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال و اعمال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔ (۲)

---

(۱).(شعب الایمان ۵۷۰- باب فی حسن الخلق/ فصل فی ترك الغضب، رقم ۸۳۴۵، جزء ۶/ ۳۲۳- ۳۲۴۔الدر المنثور،سورۃالحجرات: الآیة ۱۲،جزء ۱۳/ ۵۶۶-۵۶۷)

(۲).(خزائن العرفان،سورۃالحجرات: الآیة ۱۲،ص۹۵۰)

بلکہ حدیث شریف میں ہے جو بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ (رضی اللہ عنہ) مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاجر کی برائی کرنے سے ہچکچاتے ہو، لوگ اس کو کب پہچانیں گے؟ فاسق وفاجر کے فسق وفجور کو بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ (۱)

علامت نفاق (نمبر ۴۳)

دنیا حاصل ہونے کے وقت راضی ہونا اور اس کے بدل جانے سے ناراض ہو جانا

جیسا کہ منافقین کی یہ صفت علامت نفاق نمبر ۴۲ کے تحت سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۸ میں ابھی گزری جس میں فرمایا گیا کہ اگر انہیں کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ان کے حوالہ سے امام ھیثمی (مجمع الزوائد) نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا کا غم لیکر صبح کی اس نے اپنے رب پر ناراض ہو کر صبح کی، اور جو اپنے اوپر آئی مصیبت کا شکوہ کرتے ہوئے صبح کرے تو وہ صرف اللہ عزوجل کی شکایت کرتا ہے، اور جس نے کسی مالدار کے سامنے اس کا کچھ مال پانے کے لئے عاجزی وانکساری کی اس نے اپنے اوپر اللہ عزوجل کو ناراض کیا، اور جس کو قرآن (کا علم) عطا کیا گیا اور پھر وہ جہنم میں چلا گیا تو اللہ نے اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ (۲)

امام ترمذی وطبرانی وابونعیم (حلیۃ الاولیاء) وابن عدی (الکامل) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخرت جس کا مقصود ہو اللہ عزوجل غنیٰ ومالداری اس کے دل میں رکھ دے گا اور اس کا شیرازہ متحد

(۱). (ذم الغیبۃ لابن ابی الدنیا، باب الغیبۃ التی یحل لصاحبہا الکلام بہا، رقم ۸۴، ص ۸۸)
(۲). (المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمہ عیاش، رقم ۷۲۶، جزء ۳۱/۲)

فرمادے گا اور دنیا اس کے پاس آئے گی ذلیل ہوکر، اور جس کا دنیا مقصود ہو اللہ عزوجل تنگ دستی و محتاجی کو اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دے گا اور اس کا شیرازہ بکھیر دیگا اور دنیا اس کے ہاتھ نہیں آئے گی مگر اتنی جتنی کہ مقدر میں ہے۔ [1]

اور الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ بالکل اسی مضمون کو امام ابن ماجہ و طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے [2] اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کی ہے۔ [3] رضی اللہ عنہم اجمعین۔

خلاصہ یہ کہ حصول دنیا کے لئے ہمیشہ فکر مند رہنا اور بہت زیادہ ہاتھ پاؤں مارنا بے فائدہ ہے، ملنا اتنا ہی ہے جتنا قسمت میں لکھا جاچکا ہے۔

بلکہ دنیا کا زیادہ اہتمام کرنے والے کو اس پر سزا دی جاتی ہے کبھی تو بالکل ہی دنیا سے محروم رکھکر، کبھی بعض سے محروم رکھکر، کبھی زندگی کو اس میں مکدر کرکے اور شیرازہ بکھیر کر اور تنگ دستی کو آنکھوں کے سامنے کرکے۔ اور یہ چیزیں فوت شدہ دنیا پر انسان کو غمزدہ کر دیتی ہیں۔ اور جو دنیا ہاتھ نہیں آئی اس پر یوں غمگین ہونا یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے یہ اس سے ناراض ہے۔ اور یہی خطرناک بات ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

جس کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں: **((من رضی فله الرضیٰ و من سخِط فله السُّخطُ))** [4] ترجمہ: راضی کے لئے رضا اور ناراض کے لئے ناراضگی ہے۔

---

(۱) .(جامع الترمذي، ابواب صفة القيامة و الرقائق و الورع، رقم ۲۴۶۵، جزء ۴/ ۲۵۲-المعجم الاوسط، رقم ۵۹۹۰، جزء ۶/ ۱۲۳-و-رقم ۸۸۸۲، جزء ۸/ ۳۶۴)

(۲) .(سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب الهم بالدنيا، ۲/ ۳۰۲-المعجم الكبير، رقم ۴۸۹۱، جزء ۵/ ۱۴۳)

(۳) .(المعجم الكبير، رقم ۱۱۶۹۰، جزء ۱۱/ ۳۶۶)

(۴) .(ابن ماجه، ابواب الفتن، باب الصبر على البلاء، ۲/ ۲۹۲)

علامت نفاق (نمبر ۴۴)

غیر خدا کے کچھ دینے پر ان کی تعریف کے پل باندھنا اور دینے سے انکار کرنے پر عیب جوئی میں لگ جانا

امام فریابی نے زہیر بن عبداللہ بن جدعان ابو ملیکہ الذماری التیمی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: بے شک جو آدمی امام یعنی امیر و خلیفہ و حکمران کے پاس جاتا ہے وہ دو ہی صورت میں وہاں سے باہر نکلتا ہے یا تو مشرک بن کر یا منافق، اگر تو امیر نے اسے کچھ دیا تو جس ذات نے (در حقیقت) اس کو عطا فرمایا اس کو بھول کر امیر کی تعریف و توصیف میں لگ گیا، اور اگر امیر نے اسے خالی ہی واپس کر دیا تو اس کی مذمت اور عیب جوئی کرتے ہوئے باہر نکل گیا، تو جس شخص نے اپنے امیر کے ساتھ یہ حرکتیں کیں اس نے ضرور منافقت کی اور نفاق سے کام لیا اور وہ ضرور مشرک ہو گیا، کیونکہ محروم کرنے اور عطا فرمانے والی ذات صرف ایک خدا کی ذات ہے۔ (۱)

ایک عربی شاعر نے اس کو اپنے انداز میں کچھ یوں سمجھانے کی کوشش کی ہے ؎

لَا تَغْضَبَنَّ عَلٰی خَلْقٍ إِذَا مَنَعُوْا ۔۔۔ وَلَا تَرَیَ الْفَضْلَ مِنْهُمْ إِنْ هُمْ
بَلِ اشْهَدِ الْمَنْعَ مِنْ مَّوْلَاكَ وَارْضَ ۔۔۔ فَالْخَيْرُ فِيْ عَيْنِ مَنْعِ اللّٰهِ يُلْتَمَحُ
وَحَيْثُ أَعْطَاكَ بَعْضُ النَّاسِ نَافِلَةً ۔۔۔ فَاللّٰهُ أَعْطٰى وَمِنْهُ تُشْهَدُ الْمِنَحُ (۲)

ترجمہ: (۱) بندے جب کسی چیز سے محروم کر دیں تو ان پر ہرگز ناراض مت ہونا، اور اگر وہ کچھ دینا چاہیں اس کو ان کا کرم مت سمجھنا۔ بلکہ یہ اقرار کرنا کہ تجھے تیرے مولا نے محروم کیا ہے اور اس سے راضی رہنا، کیونکہ اللہ عزوجل کے محروم کرنے میں عین بھلائی ہے (اور در حقیقت یہ منع عطاء ہے) اس کو خفیف نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ (۳) اور جہاں تجھے کچھ لو

(۱). (صفة النفاق، باب ماروی فیمن کان یخاف النفاق، ص ۸۸)
(۲). (حسن التنبه، باب النهی عن التشبه بالمنافقین، جزء ۹/ ۲۱۷)

گوں نے عطیہ دیا، تو (درحقیقت یہ ان لوگوں نے نہیں دیا بلکہ) اللہ عزوجل نے عطا فرمایا اور اسی کی جانب سے تمام عطیات کی گواہی دی جاتی ہے۔

علامت نفاق (نمبر ۴۵)

کھیل کود اور فرحت و خوشی کا ایسا غلبہ ہونا گویا وہ عادت ثانیہ ہے امام احمد بن حنبل و فریابی نے حضرت حسن بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا ((لا تَلْقَیَ المؤمنَ الا شاحبا و لا تلقی المنافق الا وابصا))[1] ترجمہ: تو مومن کو پائے گا (خوف خدا کے سبب چہرے کا) رنگ بدلا ہوا اور منافق کو پائے گا چمکیلا۔

اور امام ابو عبد الرحمٰن السُلمی و ابو الفرج ابن الجوزی نے طبقۂ ثانیہ کے بزرگ حضرت محمد بن علی بن حسین الترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: ((المؤمن بِشرُہ فی جهه و حزنُه فی قلبه و المنافق حزنه فی وجهه و بشره فی قلبه))[2] ترجمہ: مومن کی خوشی اس کے چہرے میں ہے اور افسردگی و آزردگی اس کے دل میں۔ اور منافق کی افسردگی اس کے چہرے پر ہوتی ہے اور خوشی دل میں۔

یعنی مومن کا دل بہت وسیع اور قوی ہوتا ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی اس کے چہرے میں مسکراہٹ ہی ہوتی ہے، کسی کو اس کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا ہے، وہ سارا غم اپنے دل میں چھپالیتا ہے، ایسا اس لئے تاکہ رب کا شکر گزار بندہ بنے۔ یا موت و آخرت کو یاد کر کے اور خاتمہ کا حال معلوم نہ ہونے کے سبب مومن کا دل ہمیشہ مغموم رہتا ہے۔ مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے آگے اپنے اعمال کو حقیر سمجھتا ہے۔ اور

(۱). (کتاب الزهد، أحبار الحسن رحمه الله، رقم ۱۵۵۰، ص ۲۸۱- صفة النفاق، باب ماروی فیمن کان یخاف النفاق، ص ۹۱)

(۲). (طبقات الصوفیة لابی عبدالرحمٰن السُلمی، الطبقة الثانیة، ۱۲- محمد بن علی الترمذی، ص ۲۲۰- صفة الصفوة لابن الجوزی، ۷۱۱- محمد بن علی الترمذی، جزء ۲/ ۴۹۷)

منافق کے اندر یہ باتیں نہیں اس لئے اس کا دل شاد اور چہرہ مرجھایا رہتا ہے۔ جیساکہ مومن کی مذکورہ صفت پر "نھج البلاغۃ" کے حوالہ سے ایک حدیث شریف درج کر کے اس کی یہی توضیح "بحار الانوار" کے اندر علامہ مجلسی نے کی ہے۔

اور امام ابو بکر ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا:((ان المؤمنين عجّلوا الخوفَ في الدنيا فأمّنهم اللهُ يوم القيامة و ان المنافقين أخّروا الخوف، في الدنيا فأخافهم اللهُ يوم القيامة)) [1] ترجمہ: بے شک ایمان والوں نے دنیا میں اللہ عزوجل سے ڈرنے میں سبقت اور جلدی کی اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن امن واطمینان میں رکھے گا، اور بے شک منافقین نے دنیا میں ڈرنے میں تاخیر اور دیر کر دی اس لئے اللہ عزوجل انہیں قیامت کے دن خوف اور گھبراہٹ میں ڈالدیگا۔

علامت نفاق (نمبر ۴۶)

اللہ عزوجل کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا، برے خاتمے اور ایمان سے پھر کر نفاق میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ستانا اس تعلق سے بہت سی روایات ہم مقدمہ کے اندر اس عنوان "نفاق کو لیکر اسلاف کا خوف" کے تحت درج کر چکے ہیں۔ یہاں ان کے علاوہ مزید کچھ اور روایات بھی ملاحظہ کر لیں۔

امام فریابی نے حضرت معلی بن زیاد قردوسی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اسی مسجد میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر فرماتے سنا:((ما مضى مؤمن قط ولا بقي الا وهو من النفاق مشفق ولا مضى منافق قط ولا بقي الا وهو من النفاق آمن۔ قال: و كان يقول: من

(۱).(المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزهد، کلام الحسن البصری، رقم ۳۷۹۴۷، جزء ۵۴۱/۱۹)

لم يخف النفاق فهو منافق)) (١) ترجمہ: کوئی بھی مسلمان کبھی بھی ایسا نہ گزرا ہے نہ باقی بچا ہے جو نفاق سے خوف زدہ نہ ہو، اور کوئی بھی منافق کبھی بھی ایسا نہ گزرا ہے نہ باقی بچا ہے جو نفاق سے بے خوف نہ ہو۔ راوی کا بیان ہے: اور حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے: جو نفاق سے بے خوف ہو وہ منافق ہے۔

اور ابن المنذر نے حضرت محمد سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: اسلاف کے نزدیک اس آیت سے بڑھ کر کوئی بھی چیز خوف میں مبتلا کرنے والی نہ تھی:

{وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ} (٢)

ترجمہ کنزالایمان: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

نیز عبد بن حمید نے حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ آیت کے تعلق سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت سے گھبراتے تھے۔ (٣)

نیز عبد بن حمید نے حضرت یحیٰ بن عتیق سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ جب مشہور ظالم حَجّاج بن یوسف کا تذکرہ ہوتا تو حضرت محمد بن سیرین اسی آیت کی تلاوت کرتے اور فرماتے: میں اُس سے نہیں بلکہ اِس آیت سے ڈرتا ہوں۔ (٤)

---

(١). (صفة النفاق، باب ماروی فیمن کان یخاف النفاق، ص٣٧)
(٢). (الدر المنثور، سورة البقرة: الآية٨، جزء١/١٥٧)
(٣). (ایضاً)
(٤). (ایضاً/١٥٨)

علامت نفاق (نمبر ۴۷)

بے مروت و بے غیرت ہونا، دیّوث ہونا، گھر کی عورتوں کو بے لگام چھوڑ دینا اور ان کی صحیح قیادت و رہنمائی نہ کرنا

مسند بزار اور امام بیہقی دیلمی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نیز فیض القدیر، قرطبی، کشف الخفاء، مجمع الزوائد وغیرہ کتب احادیث میں انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الغیرۃ من الایمان و البَذَا من النفاق۔ البذا الذی لا یغار و یقال المِذَال ایضا))[1] غیرت اور شرم وحیا ایمان کا حصہ ہے، اور بے غیرتی و بے شرمی و بے حیائی نفاق کا حصہ ہے۔ بَذا اس شخص کو کہتے ہیں جو بے غیرت ہو، اور اس کو مِذال بھی کہتے ہیں۔

دیلمی کی اسی حدیث کے نیچے حاشیہ میں "جمع الجوامع" ۱۱۳۹۷ کے حوالہ سے بطریق سعید بن منصور عن ابی سعید لکھا ہے کہ کوفہ کے رہنے والے ایک شخص نے زید بن اسلم سے پوچھا: ما المَذّاء؟ مذّاء کا کیا معنی ہے؟ فرمایا: الذی لا یغار علی اھلہ، یہ وہ شخص ہے جو اپنی فیملی اور بیوی بچوں پر غیرت نہیں کھاتا ہے۔

اور ھیثمی نے بزار کے حوالہ سے حدیث کے الفاظ یہ نقل کئے ہیں: ((الغیرۃ من الایمان و المِذاءُ من النفاق)) [2] ترجمہ: غیرت ایمان کی علامت ہے اور بے غیرتی نفاق کی نشانی ہے۔

اور امام بیہقی نے حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرسلا ان الفاظ میں رویت کی ہے: ((ان الغیرۃ من الایمان و المَذَاء من النفاق و المذاء

(۱). (الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۴۳۲۶، جزء ۳/۱۱۷)
(۲). (مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، رقم ۷۷۹۵، جزء ۱۰/۳۱۸)

الدیوث)) (۱) ترجمہ: بے شک غیرت ایمان کی علامت ہے اور بے غیرتی نفاق کی نشانی ہے، اور مذاء کے معنی دیوث کے ہیں۔

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی شیرازی نے فرمایا کہ :مذاء، سماء کے وزن پر ہے، اس کے معنی ہیں: مردوں اور عورتوں کو جمع کر کے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملاعبت اور موج مستی کرنے کے لئے چھوڑ دینا جیسے میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ ملاعبت اور بوس و کنار کرتے ہیں جس کے نتیجے میں مذی نکلتی ہے۔ (۲)

نیز انہوں نے ہی فرمایا کہ :مِذاو مِذاء، کے معنی ہیں کہ آدمی جس بستر پر اپنی بیوی کے ساتھ لیٹتا ہے وہاں سے اسے چھوڑ کر اضطراب و بے قراری کے عالم میں دوسری جگہ منتقل ہو جائے یہاں تک کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص لیٹے۔ (۳)

خلاصہ یہ کہ بغیر طلاق دیئے ہوئے بیوی سے الگ ہونا، اس سے اعراض کرنا اور تعلق توڑ لینا یہ عمل سنت کے خلاف اور مکروہ ہے، اس میں عورت کو ایذا پہونچانا ہے۔ یہ عمل بسا اوقات عورت کو غیر مرد کے ساتھ تعلق بنانے کا سبب ہوتا ہے اور زنا کاری پر ابھارتا ہے۔

اور ابن حبان (**فی صحیحه و فی موارد الظمآن**) وطحاوی (مشکل الآثار) نے روایت کی ہے اور ھیثمی نے بروایت ابن ماجہ و بزار ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے بیوی بچے کے لئے بہترین ہو اور میں اپنے اہل کے لئے تم سب میں بہترین ہوں۔ (٤)

---

(۱).(شعب الایمان، ۷۲-باب فی الغیرۃ و المذاء، رقم ۱۰۷۹۷، جزء ۷/۴۱۱)

(۲)..... و المَذاءُ کسماء جمع الرجال و النساء و ترکهم یلاعب بعضهم بعضا او هو الدیاثة کالمماذاة فیها۔ (القاموس المحیط للفیروز ابادی، فصل المیم، باب الواو و الیاء، مادة: المذی، جزء ۴/۳۸۱)

(۳)..... و المِذَال المِذاء و ان یَقلَقَ الرجل بفراشه الذی یضاجع فیه حلیلته و یتحول عنه حتی یفترشها غیره۔ (القاموس المحیط، فصل المیم، باب اللام، مادة: مذل، جزء ۴/۵۰)

(٤).(مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب حق المرأة علی الزوج، رقم ۷۶۹۱، جزء ۱۰/۳۴۴)

نیز امام ھیثمی نے بزار کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنی عورتوں ک لئے بہترین ہے۔ [1]

اور علامہ عراقی نے فرمایا کہ ابن عساکر نے حضرت علی اور طبرانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنھما سے اس قدر زیادتی کے ساتھ روایت کی ہے: ((ما اکرم النساء الا کریم والا اھانھن الا لئیم)) [2] ترجمہ: عورتوں کی عزت نہیں کرتا مگر شریف اور ان کی بے عزتی نہیں کرتا مگر کمین۔

اور آپ پیچھے جان چکے ہیں کہ کمینہ پن یہ منافقین کی نشانی ہے۔

تنبیہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے تین لوگوں پر جنت حرام فرمادی ہے۔ عادی شرابی، ماں باپ کا نافرمان، والدیوث الذی یُقِرّ فی اھلہ الخُبث، اور دیوث جو کمینہ پن بدباطنیت اور برائی کو اپنی فیملی میں باقی رکھے۔ [3]

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! دیوث کیا ہے؟ فرمایا: ((الذی لایُبالی مَنْ دَخل علی اھلہ)) [4] ترجمہ: جسے اس بات کی پرواہ ہی نہ ہو کہ اس کی فیملی میں کون آتا جاتا ہے۔

(۱). (ایضا، رقم ۷۶۸۹، ص ۳۴۳)
(۲). (تخریج احادیث احیاء العلوم، کتاب آداب النکاح، رقم ۱۳۸۷، جزء ۹۸۸/۲)
(۳). (مسند امام احمد، رقم ۵۳۷۲، جزء ۲۷۲/۹ - ورقم ۶۱۱۳، جزء ۲۶۹/۱۰)
(٤). (مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب فیمن یرضی لاھلہ بالخبث، رقم ۷۷۹۲، جزء ۱۱۶/۱۰)

اور حضرت مالک بن اُحَیمِر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صَقُّور کا کوئی فرض ونفل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! **وما الصَّقُّورُ**؟ صقور کیا ہے؟ فرمایا: **((الذی یُدْخِل علی اهله الرجالَ))** (۱) ترجمہ: جو (غیر اور اجنبی) مردوں کو اپنی فیملی میں داخل کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل اپنے بندۂ مومن کی خاطر غیرت کھاتا ہے تو مسلمان کو بھی چاہئے کہ اپنے لئے غیرت کھائے۔ (۲)

اور حضرت علی و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں غیرت مند ہوں، اور اللہ عزوجل مجھ سے بھی بڑا غیرت مند ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے غیرت کو پسند فرماتا ہے۔ (۳)

اللہ تعالیٰ کے غیرت فرمانے سے مراد ہے اپنے امر ونہی کی مخالفت کو ناپسند فرمانا۔ چونکہ مومن اخلاق الٰہی سے موصوف ہوتا ہے اسلئے بندہ جب گناہ کرتا ہے تو رب کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولیٰ کو غیرت آتی ہے، جیسا کہ حدیث ابوہریرہ میں اسی معنی کی طرف یوں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ: اسی غیرت کے سبب اللہ تعالیٰ نے فواحش اور بری حرکتوں سے ممانعت فرمادی ہے۔ (٤) ورنہ تو غیرت کے معنی ہیں اپنے حق میں دوسرے کی شرکت کو گوارہ نہ کرنا اور نفس وجوش غضب کو ابھارنا۔

---

(۱). (المعجم الکبیر، رقم ۶۵۴، جزء ۱۹/ ۲۹۴- مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب فیمن یرضی لاهله بالخبث، رقم ۷۷۹۳، جزء ۱۰/ ۴۱۶)

(۲). (مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب الغیرة، رقم ۷۷۹۴، جزء ۱۰/ ۴۱۷)

(۳). (المعجم الاوسط، رقم ۸۴۴۱، جزء ۸/ ۲۱۵- ورقم ۹۰۰۵، جزء ۹/ ۲۰)

(٤). (مسند امام احمد، رقم ۸۳۲۱، جزء ۱۴/ ۶۹)

علامت نفاق (نمبر ۴۸)

شادی نہ کرنا امام احمد وابن الجوزی (العلل المتناھیۃ و تلبیس ابلیس و ذم الھوی) وعبدالرزاق (المصنف) نے حضرت ابوذر سے اور ابو یعلیٰ (المسند) وطبرانی و عقیلی (الصعفاء) وغیرھم نے حضرت عَطِیہ بن بِشر مازِنی رضی اللہ عنھما سے روایت کی ہے کہ: عکّاف بن بِشر تمیمی (اور حدیث عطیہ میں عکّاف بن وَدَاعہَ ھلالی ہے) نامی ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں آئے تو حضور نے ان سے پوچھا: کیا تیری کوئی بیوی ہے؟ عرض کی: نہیں! فرمایا: کوئی باندی بھی نہیں؟ عرض کی: نہیں کوئی باندی بھی نہیں! فرمایا: کیا تو صحیح سالم دولتمند ہے؟ عرض کی: ہاں میں دولتمند ہوں، فرمایا: تب تو شیطان کا بھائی ہے، اگر تو نصاریٰ میں ہوتا تو تیرا شمار ان کے راہبوں میں ہوتا، بے شک ہماری سنت ہے نکاح کرنا، تم میں سب سے خراب اور بد اخلاق و برے لوگ ہیں وہ جو غیر شادی شدہ اور کنوارے ہیں، اور تمھارے گھٹیا مُردے ہیں وہ جو غیر شادی شدہ ہی مر گئے، کیا تم لوگ شیطان کے ساتھ کھیلتے ہو!؟ نیکوکار لوگوں میں عورتوں سے بہتر شیطان کا کوئی ہتھیار نہیں سوائے ان صالحین اور نیکوکار لوگوں کے جو شادی شدہ ہوں (کہ ان میں شیطان کی دال نہیں گلتی)، یہی شادی شدہ صالحین لوگ ہی صاف ستھرے اور بدزبانی سے محفوظ ہیں، تجھ پر تعجب ہے اے عکّاف! بے شک یہی عورتیں ہی ایوب و داؤد و یوسف (علیھم السلام) وکُرسُف کی بیویاں تھیں۔ بِشر بن عطیہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کُرسُف کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس نے ایک ساحل سمندر میں لگاتار تین سو سالوں تک خدا کی عبادت کی تھی، وہ دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات میں نوافل پڑھتا تھا، پھر وہ ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہوکر عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کر بیٹھا (یعنی اس نے خدا کی نفی کر دی) اور اللہ عزوجل کی واجب و ضروری عبادت کو بھی ترک کر دیا اور چھوڑ دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے صادر ہونے والے بعض اچھے

کاموں کی بدولت اس کی اس غلطی کا تدارک اور تلافی فرمائی اور دوبارہ اس پر مہربان ہوا۔ اے عکّاف اللہ تجھ پر رحم کرے! جاکر شادی کر، **والا فأنت من المذبذبين** [1] ورنہ تو مذبذبین میں سے ہے۔ الحدیث۔

اور تذبذب یہ منافقین کی علامت ہے، مذبذبین، منافقین ہیں۔

اس لئے کہ اللہ عزوجل نے ان کے اوصاف میں فرمایا: {مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ} [2] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں (یعنی کفروایمان کے) نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے (یعنی نہ خالص مومن نہ کھلے کافر)

امام ابن جریر وابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: ((**هم المنافقون**)) [3] ترجمہ: مذبذبین، منافقین ہیں۔

تنبیہ: نکاح نہ کرنا علامت نفاق تبھی ہے جبکہ سنت سے اعراض کرتے ہوئے ایسا کرے۔ ورنہ جس کو نکاح کی حاجت نہیں، اور جو مالدار نہیں اس کے لئے ترک نکاح علامت نفاق نہیں۔ نکاح کرنے سے اعراض کی ترغیب مطلقا نہیں، جن حضرات سے بھی منقول ہے کچھ شرائط سے مشروط ہے۔ لیکن نکاح کرنے کی ترغیب مطلقا بھی ہے اور شرائط سے مشروط بھی۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح کے یہ پانچ فائدے:

(۱) اولاد (۲) شہوت کا خاتمہ (۳) گھر کی دیکھ بھال (۴) قبیلے کا بڑھنا (۵) عورتوں کے ساتھ رہنے کے ذریعہ مجاہدۂ نفس یعنی نفس کی صفائی ستھرائی،

اور نکاح کے درج ذیل تین نقصانات:

---

(۱). (مسند امام احمد، رقم۲۱۴۵۰، جزء ۳۵/ ۳۵۵- المعجم الکبیر، رقم۱۵۸، جزء ۱۸/ ۸۶- مجمع الزواید، کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح الخ، رقم۷۳۶۵-۷۳۶۶، جزء۱۰/ ۱۵۵ تا ۱۵۷)

(۲). (سورۃالنساء/۱۴۳، پ۵)

(۳). (الدر المنثور، جزء۵/ ۸۴)

(۱)حلال مال کمانے سے عاجز ہونا(۲)عورتوں کے حقوق کو پورا کرنے میں کوتاہی (۳)اولاد اور بیوی کا اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل کرکے طلب دنیا کی طرف متوجہ کر دینا،

ذکر کرکے جو تشریح کی ہے اس کو معیار بنا کر ہر شخص کو فیصلہ کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو اس کسوٹی پر پرکھنا چاہئے کہ اس کے لئے نکاح کرنا بہتر ہے یا مجرد رہنا، مطلقاً کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تفصیل کے لئے پڑھئے احیاء العلوم، کتاب النکاح، پہلا باب۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نکاح فرض، واجب، سنت، مباح، مکروہ، حرام سب کچھ ہے۔ جیسی صورت ویسا حکم۔ تفصیل کے لئے پڑھئے فتاوی رضویہ شریف مترجم، جلد ۱۲، ص ۲۹۱ تا ۲۹۵۔

علامت نفاق (نمبر ۴۹)

اجنبیوں کے سامنے عورت کا آراستہ ہوکر نکلنا حافظ ابونعیم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **((المختلعاتُ و المتبرّجاتُ هن المنافقاتُ))** [1] ترجمہ: جدائی اختیار کرنے والیاں اور بے پردہ پھرنے والیاں، منافقات ہیں۔

علامہ فیروز آبادی نے فرمایا: **"تبرّجت اظهرت زينتها للرجال"**[2] یعنی تبرجت کے معنی ہیں عورت کا اجنبیوں کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر کرنا۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے: **{وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى}** [3] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی (اگلی

(۱).(حلية الاولياء وطبقات الاصفياء ۴۴۸-وكيع بن الجراح، جزء ۱۲۳/۷)
(۲).(القاموس المحيط، فصل الهمزة والباء، باب الجيم، مادة-البروج، جزء ۱/۱۷۷)
(۳).(سورة الاحزاب/۳۳، پ۲۲)

جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں عورتیں اتراتی نکلتی تھیں، اپنی زینت و محاسن کا اظہار کرتی تھیں کہ غیر مرد دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں، اور پچھلی جاہلیت سے اخیر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہوجائیں گے۔)۔

ابن سعد و ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: عورت نکلتی تھی اور اجنبیوں کے بیچ چلتی تھی، تو یہ تھی اگلی جاہلیت کے بے پردگی۔ (۱)

اور امام بیہقی (فی سننہ) وغیرہ نے حضرت ابواُذَینہ الصَّدَفی و سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہما سے مرسلا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((شر نسائِکُم المتبرجاتُ المتخیلاتُ وهن المنافقات لایدخل الجنة منهن الامثلُ الغراب الأعصم)) (۲) ترجمہ: بدترین عورتیں ہیں بے پردہ پھرنے والیاں مغرور اور اترانے والیاں، وہ منافقات ہیں، ان کی بہت قلیل تعداد جنت میں داخل ہوگی۔

نہایہ میں ہے کہ غراب اَعصم اس کوے کو کہتے ہیں جس کے دونوں پر سفید ہوں، ایک قول یہ ہے کہ جس کے دونوں پاؤں سفید ہوں۔ مراد قلت کو بتانا ہے۔ یعنی جس طرح اس وصف کے کوے بہت کم تعداد میں پائے جاتے ہیں اسی طرح عورتیں بہت قلیل تعداد میں جنت میں جائیں گی۔ (۳)

---

(۱).(الدر المنثور، سورۃ الاحزاب: الآیۃ ۳۳، جزء ۱۲/۳۴)
(۲).(کنز العمال، کتاب المواعظ و الحکم، رقم ۴۴۵۶۹، جزء ۱۶/ ۲۹۷- الدر المنثور، سورۃ الاحزاب: الآیۃ ۳۳، جزء ۱۲/۳۴)
(۳).(حاشیہ کنز العمال/ایضا)

اور ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے پر خود حضور نے غُراب اَعصم کی یہ تشریح فرمائی: ((الذی احدی رجلیه بیضاءُ)) [1] یعنی جس کا ایک پاؤں سفید ہو۔

علامت نفاق (نمبر ۵۰)

بلا ضرورت مال دیکر عورت کا اپنے شوہر سے جدائی اختیار کرنا اور بے وجہ شوہر سے طلاق مانگنا

امام طبرانی وابن قطلوبغا (مسند عقبۃ بن عامر (رقم ۲۳۰)) وابن جریر طبری وابن کثیر (فی تفسیرهما) نے حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اور امام ابو یعلیٰ (مسند الموصلی (رقم ۶۲۳۷)) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((ان المختلعات و المنتزعاتِ هن المنافقاتُ)) [2] ترجمہ: بے شک خُلع یعنی مال دیکر اپنے شوہروں سے جدائی اختیار کرنے والیاں اور الگ ہونے والیاں منافقات ہیں۔

اور امام احمد وطبری (التفسیر) وترمذی (رقم ۱۱۸۷) وابوداؤد (رقم ۲۲۲۶) وطبرانی (الاوسط) وابن ابی شیبہ وغیرہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أیما امرة سألت زوجَها الطلاقَ من غیر بأس فحرام علیها رائحةُ الجنةِ)) [3] ترجمہ: جو عورت بلا ضرورت اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "فیض القدیر" میں فرمایا کہ: یہاں بأس کے معنی شدت کے ہیں، یعنی جب تک ایسی سخت حالت پیدا نہ ہو کہ عورت الگ ہونے پر مجبور ہو

(۱). (مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب فی المرأۃ الصالحۃ، رقم ۷۵۰۷، جزء ۱۰/ ۲۴۲)
(۲). (المجمع الکبیر، ثابت بن یزید عن عقبۃ بن عامر، رقم ۹۳۵، جزء ۱۷/ ۳۳۹)
(۳). (مسند امام احمد، رقم ۲۲۳۷۹، جزء ۳۷/ ۶۲ و رقم ۲۲۴۴۰-جامع الترمذی، ابواب الطلاق، باب ما جاء فی المختلعات، رقم ۱۱۸۷، جلد ۲/ ۴۷۸ وغیرہ)

جائے مثلا وہ اپنے شوہر سے نفرت کرتی ہے اس لئے اسے اندیشہ ہے کہ جو حسن صحبت و جمیل معاشرت مجھ پر واجب ہے اس سلسلے میں حدود الٰہی کو میں قائم نہیں کر سکوں گی، یا شوہر اس کو اس لئے ضرر پہنچاتا رہتا ہے تاکہ مجبور ہو کر وہ اس سے خُلع کر لے (ان صورتوں کے بغیر) خلع چاہنے والی پر جنت کی وہ پہلی خوشبو جس کو کہ متقی پرہیز گار حضرات سونگھیں گے، حرام ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ کبھی جنت کی خوشبو پائے گی ہی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ حدیث شریف میں حد درجہ ڈرایا اور دھمکایا گیا ہے۔

علامت نفاق (نمبر ۱۵)

بد اخلاق ہونا اور شوہر یا ساتھی یا ثواب یا ان باتوں سے اُکتا جانا جن کے ذریعے سے غرور، تکبر، ناشکری جیسی بری عادتوں کی اصلاح ہوتی ہے، کہ یہ بھی بد اخلاقی میں داخل ہے

خیال رہے کہ سوء خلق یعنی بد اخلاقی اور حِدَّة یعنی تیزی سختی اور غصہ جس سے کہ بہترین لوگ پاک وصاف ہوتے ہیں، میں فرق یہ ہے کہ حِدَّة آدمی کو باطل تک نہیں پہونچاتی ہے، اس کی واپسی قریب ہوتی ہے۔ اور بد اخلاقی انسان کو حق سے نکال دیتی ہے، اور اس کا انجام بغض و عداوت اور کینہ و حسد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا جس کی تخریج امام طبرانی نے کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ: "ہر چیز کی توبہ ہے سوائے بد اخلاق کے، کیونکہ وہ جس گناہ سے توبہ کرتا ہے اس سے بدتر میں پلٹ آتا ہے۔"(۱)

اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا پیچھے ذکر کر چکے ہیں: **((اللھم انی اعوذبك من الشقاق و النفاق و سوء الاخلاق))** جس میں برے اخلاق سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے —یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دعا میں اس بات پر دلیل موجود

(۱) (المعجم الصغیر، رقم ۵۵۳، جزء ۱/۳۳۳- تخریج احادیث الاحیاء، رقم ۲۲۴۲، ص ۱۸۵۳)

ہے کہ بداخلاقی نفاق کی علامت نہیں ہے کیونکہ سوء الاخلاق کا عطف، النفاق پر ہے، اور عطف غیریت کا تقاضہ کرتا ہے ـــــ وجہ یہ ہے کہ یہاں خاص کا عطف عام پر ہے اور یہ عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہے۔ یہ اس لئے تاکہ بداخلاقی سے بچنے کا حد درجہ اہتمام کیا جائے۔

امام محمد بن نصر المروزی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور بے شک آدمی ضرور مومن ہوتا ہے، اور بے شک اس کے اخلاق میں کچھ خرابی ہوتی ہے تو اس سے اس کے ایمان میں کمی آجاتی ہے۔"(۱)

علماء فرماتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کامل ترین منافق وہ ہے جس کے اخلاق سب سے برے ہیں۔(۲)

اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ تنہا بداخلاقی نفاق کی علامت نہیں ہے، ہاں اگر اس کے ساتھ بخالت کی بھی آمیزش ہوجائے تو وہ ضرور نفاق کی علامت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے جس کی تخریج امام ترمذی و مروزی نے حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

((خصلتان لا تجتمعان فی مؤمن البخل و سوء خلق)) (۳) ترجمہ: دو خصلتیں کسی مومن کے اندر جمع نہیں ہوسکتیں: ایک بخالت، دوسری بداخلاقی۔

امام احمد و ابوداؤد نے حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسن اخلاق برکت ہے اور بداخلاقی نحوست۔"(٤)

(۱).(کتاب تعظیم قدر الصلاۃ، رقم ۸۵۴، جزء ۱/ ۴۴۲)
(۲).(حسن التنبہ، جزء ۹/ ۲۲۷)
(۳).(کتاب تعظیم قدر الصلاۃ، رقم ۸۵۸، جزء ۱/ ۴۴۵)
(٤).(مسند امام احمد، حدیث رافع بن مکیث، رقم ۱۶۰۷۹' جزء ۲۵/ ۴۸۷)

امام طبرانی و خرائطی (مکارم الاخلاق) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ان العبد لیبلغ بحسن خُلُقه عظیم درجات الآخرۃ و شَرَفَ المنازل و انه لضعیفُ العبادۃ و انه لیبلغ بسوء خلقه اسفلَ درجۃ فی جهنم)) [1] ترجمہ: بے شک بندہ اپنے اچھے اخلاق کے سبب آخرت کے عظیم درجات اور باعزت مقامات تک رسائی حاصل کر لیتا ہے جبکہ وہ عبادت میں بڑا کمزور ہوتا ہے۔ اور بے شک بندہ اپنے برے اخلاق کے سبب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پہنچ جاتا ہے۔

اور بلاشبہ یہ منافقین کا ٹھکانہ ہے۔ رب فرماتا ہے: {اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ} [2] ترجمہ کنزالایمان: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عبدالعزیز بن حصین بن ترجمان کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "جس کے اخلاق برے اس نے اپنے کو عذاب دیا، جس کے جھوٹ زیادہ اس کا حسن و جمال اور نورانیت چلی گئی، اور جو لوگوں سے جھگڑے اس کی عزت و شرافت ختم ہوگئی، اور جس کے غم بڑھ گئے اس کا بدن لاغر و کمزور ہوگیا۔" [3]

امام ابن عساکر نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: ((لا اَمِلُّ ثوبی ما وسعی ولا اَمِلّ زوجتی ما احسنت عشرتی ولا املّ دابتی ما حملت رحلتی ان الملال من سئی الاخلاق)) [4] ترجمہ: میں

(۱).(المعجم الکبیر، رقم ۷۵۴، جزء ۱/۲۶۰)
(۲).(النساء/۱۴۵، پ۵)
(۳).(مداراۃ الناس، باب ذم سوء الخلق، رقم ۹۶، ص ۸۷)
(٤).(تاریخ دمشق، ۵۳۵۸-عمرو بن العاص، جزء ۴۶/۱۸۳)

اپنے کپڑے سے نہیں اکتاتا جب تک کہ اسے پہننے کی گنجائش ہو، اور اپنی بیوی سے تنگ دل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ میرے ساتھ اچھی طرح زندگی گزارے، اور میرے چوپائے سے میرا دل اچاٹ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ میرے کجاوہ کو اٹھائے، بے شک اکتانا اور دل تنگ ہونا برے اخلاق کی نشانی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل و عیال یا جانور یا کپڑے یا کھانے میں سے جو چیز بھی انسان کے ملائم و مناسب و موافق ہو اور اس کے لئے قابل انتفاع ہو اس سے دل تنگ ہونا اور اکتا جانا برا ہے۔

امام احمد و مسلم و ابو یعلی و بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے جدائگی اختیار نہ کرے، اگر اس کی ایک عادت ناپسند معلوم ہوگی تو دوسری عادت سے خوش ہو جائے گا۔" (۱)

یعنی اپنی بیوی سے بغض تام رکھنا اور اس کی مکمل ذات سے ہی اکتا جانا مناسب نہیں، اس لئے کہ عورتیں اگرچہ بہت زیادہ بداخلاق ہوتی ہیں مگر ان کے اندر اچھی بری دونوں طرح کی خصلتیں ہوتی ہیں، اگر شوہر اپنی عورت کی کسی عادت سے ناخوش ہوگا تو دوسری سے خوش ہو جائے گا۔ (۲)

امام طبرانی وغیرہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نکاح کرو، اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی

(۱)۔(مسند امام احمد، رقم ۸۳۶۳، جزء ۱۴/۹۹)
(۲)۔(شرح مسلم للنووی، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، جزء ۱۰/۵۸)

شک پیدا نہ ہو طلاق نہ دو! کہ اللہ تعالیٰ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا۔"[1]

امام بخاری و مسلم و ابو داود وغیرہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی برتی جائے اگرچہ وہ عمل تھوڑا ہو، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی عمل بجالاتے تو اس پر ہمیشگی برتتے۔"[2] ــــ یعنی پھر اس کو نہیں چھوڑتے، اس کو اس کے وقت پر ادا فرماتے۔

علامت نفاق (نمبر ۵۲)

جہالت و حماقت کے ساتھ عبادت کرنا، عبادت سے برا شگون اور بری فال لینا

یہ بد خلقی کی نشانیوں میں سے ہے اور بدترین تنگ دلی و اچاٹ قلبی کی علامت ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: {وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ﹰاطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ﹰانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ}[3] ترجمہ کنزالایمان: اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں پھر اگر انہیں کوئی بھلائی بن گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آپڑی منہ کے بل پلٹ گئے دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نقصان۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: من يعبدالله على حرف، میں من سے مراد منافق ہیں جو زبان سے اللہ کی بندگی کرتے ہیں دل سے نہیں۔[4]

---

(۱). (المعجم الاوسط، رقم ۷۸۴۸، جزء ۸/۲۴- کنز العمال، رقم ۲۷۸۷۳، جزء ۹/۶۶۱)
(۲). (الترغيب والترهيب، كتاب التوبة والزهد، الترغيب فى المداومة على العمل وان قل، جزء ۴/۵۹)
(۳). (سورة الحج/۱۱، پ ۱۷)
(٤). (تفسير البغوى، ۵/۳۶۸-۳۶۹)

تفسیر خزائن میں ہے کہ یہ آیت اعرابیوں کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو اطراف سے آکر مدینہ میں داخل ہوئے اور اسلام لائے تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ اگر وہ خوب تندرست رہے اور ان کی دولت بڑھی اور ان کے بیٹا ہوا تب تو کہتے تھے: اسلام اچھا دین ہے۔ اس میں آکر ہمیں فائدہ ہوا۔ اور اگر کوئی بات اپنی امید کے خلاف پیش آئی مثلاً بیمار ہوگئے، یا لڑکی ہوگئی، یا مال میں کمی ہوئی تو کہتے تھے: جب سے ہم اس دین میں داخل ہوئے ہیں ہمیں نقصان ہی ہوا، اور دین سے پھر جاتے تھے۔

اور اس مضمون کی تخریج امام بخاری و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کی ہے۔ (۱)

اور ابن مردویہ نے بطریق عطیّہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی اسلام لے آیا تو اس کی آنکھ پھوٹ گئی، مال برباد ہو گیا، اولاد مرگئی، تو اس نے اسلام سے برا شگون لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آکر بولا: مجھے اس کا جواب دیجئے! حضور نے فرمایا: اسلام سے جواب نہیں مانگا جاتا۔ وہ بولا: میں نے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں پائی۔ اسلام لاتے ہی میری آنکھ چلی گئی، مال برباد ہو گیا، اولاد مرگئی۔ آپ نے فرمایا: اے یہودی! اسلام لوگوں کے میل کچیل کو صاف کرتا ہے جیسے آگ، لوہے، سونے، چاندی کی گندگی کو دور کرتی ہے۔ (۲)

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: {وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتۡنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ ؕ وَ لَئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ مِّنۡ رَّبِّکَ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمۡ ؕ اَوَ لَیۡسَ اللّٰہُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِیۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِیۡنَ وَ

(۱).(الدر المنثو، سورۃ الحج: الآیۃ ۱۱ جزء ۱۰/۴۲۷-۴۲۸)
(۲).(ایضاً/۴۲۸-۴۲۹)

لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾[1] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے (یعنی دین کے سبب کوئی تکلیف پہنچتی ہے جیسے کہ کفار کا ایذا پہونچانا) تو لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں (اور جیسا اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے تھا ایسا خلق کی ایذا سے ڈرتے ہیں، حتی کہ ایمان چھوڑ دیتے ہیں اور کفر اختیار کر لیتے ہیں، یہ حال منافقین کا ہے۔) اور اگر تمھارے رب کے پاس سے مدد آئے (مثلا مسلمانوں کی فتح ہو یا انہیں دولت ملے۔) تو ضرور کہیں گے ہم تو تمھارے ساتھ تھے (یعنی ایمان و اسلام میں اور تمھاری طرح دین پر ثابت تھے تو ہمیں اس میں شریک کرو۔) کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو کچھ جہان بھر کے دلوں میں ہے (یعنی کفر یا ایمان۔) اور ضرور اللہ ظاہر کر دے گا ایمان والوں کو (جو صدق و اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اور بلا مصیبت میں اپنے ایمان و اسلام پر ثابت و قائم رہے۔) اور ضرور ظاہر کر دے گا منافقوں کو (اور دونوں فریقوں کو جزا دے گا۔)

امام فِریابی و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن جریر طبری و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو صرف زبانی طور پر اسلام قبول کرتے تھے، جب کافروں کی طرف سے ان کی ذات کو کوئی تکلیف دی جاتی یا ان کے اموال میں کوئی مصیبت ٹوٹ پڑتی تو فتنہ کے شکار ہو جاتے اور اس دنیاوی تکلیف کو عذاب آخرت کے برابر سمجھتے۔[2]

امام ابن جریر طبری نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے آیت نمبر ۱۰ کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں یہ آیت مکہ شریف کے کچھ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو ایمان لاتے تھے، پھر جب انہیں ایذا دی جاتی تھی اور مشرکین کی طرف سے

---

(۱).(سورۃ العنکبوت/۱۰-۱۱،پ۲۰)
(۲).(الدر المنثور، العنکبوت: الآیتان ۱۰-۱۱' جزء ۱۱/ ۵۳۲)

انہیں کوئی مصیبت پہنچتی تھی تو اس کے ڈر سے وہ ایمان چھوڑ کر کفر اختیار کر لیتے تھے، اور لوگوں کی ایذا کو عذاب الٰہی کے برابر سمجھتے تھے۔ [1]

نیز ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورۂ عنکبوت کی یہ آیات ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنہیں مشرکین عرب راستے سے پکڑ کر مکہ واپس لے آئے تھے، اور شروع سے لیکر یہ دس آیتیں مدنی ہیں، باقی مکی۔ [2]

علامت نفاق (نمبر ۵۳)

دنیا سے خوش ہونا، اس کے پشت پھیر لینے پر غمگین ہونا، اس کی خاطر غضبناک ہونا، اس پر فریفتہ ہونا

جب حدیث شریف سے ثابت ہے کہ "دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔" [3] تو یہی نفاق کا بھی منبع و مرکز ہے۔

حافظ ابو نعیم (حلیۃ الاولیاء) و دیلمی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مال و دولت کی محبت دل میں نفاق پیدا کرتی ہے جس طرح پانی سے تر گھاس اگتا ہے۔" [4]

نیز حدیث شریف میں ہے کہ: "مال و دولت اور جاہ و مرتبہ کی محبت سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے جس طرح پانی سے سبزی اگتی ہے۔" [5]

اور یہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ "کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔" [6] یعنی جب کسی چیز کی محبت اس کے دل پر غالب ہوتی ہے اور عقل یا دین کوئی

(۱). (تفسیر الطبری، رقم ۲۷۷۶۳، جلد ۹/۱۱)
(۲). (ایضا/رقم ۲۷۷۶۶)
(۳). (تخریج احادیث الاحیاء، رقم ۴۳۲-۱۴۶۸-۲۴۵۴-۲۹۳۹)
(٤). (تخریج احادیث الاحیاء، کتاب ذم البخل الخ، رقم ۲۹۸۳، جزء ۴۔)
(٥). (ایضا، کتاب ذم الجاہ الخ، رقم ۳۱۰۱، جزء ۵)
(٦). (المقاصد الحسنۃ، رقم ۳۸۱، ص ۲۹۴)

اس کو روکنے ٹوکنے والا نہیں ہوتا ہے تو ایسے میں یہ محبت اس آدمی کو راہ ہدایت کے دیکھنے سے اندھا کر دیتی ہے اور حق بات کو غور سے سننے سے بہرا کر دیتی ہے۔ (۱)

کیا آپ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول کے حال پر غور نہیں کیا کہ اس دنیا کی محبت نے اس کو اندھا بہرا کر دیا تھا؟ جس وقت اہل مدینہ اس کی تاج پوشی کرنے والے تھے اور اس کو اپنا بادشاہ بنانے ہی والے تھے کہ اتنے میں اسلام کے سورج نے طلوع اجلال فرمایا اور اس کے اور اہل مدینہ کے بیچ حائل ہو گیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ہجرت فرمائی تو وہ لوگ حضور کی طرف متوجہ ہو گئے اور عبداللہ بن اُبی کی تاج پوشی کے ارادے کو ترک کر دیا۔ تو یہی چیز یعنی مال و دولت کی محبت اور جاہ و مرتبہ کی چاہت اس کے نفاق تک پہونچنے کا سبب بن گئی۔ اور اس وجہ سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بغض عناد رکھنے لگا۔ اس نے اسلام کا اظہار زبان سے صرف اس لئے کیا تھا تاکہ اپنی قوم سے خارج نہ ہو جائے۔ اور پھر دیگر منافقوں نے اس کی اقتداء و پیروی کی اور نفاق کو اپنایا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: {وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ} (۲) ترجمہ کنزالایمان: اور ان میں کوئی وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں۔

یہ آیت ذُوالخُوَیصرہ تمیمی کے حق میں نازل ہوئی، اس شخص کا نام حُرقُوص بن زہیر ہے اور یہی خوارج کی اصل و بنیاد ہے۔ جنگ حنین کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! عدل کیجئے۔ حضور نے فرمایا:

(۱).(ایضاً/۲۹۵)
(۲).(سورۃالتوبۃ/۵۸،پ۱۰)

تجھے خرابی ہو میں عدل و انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ پورا واقعہ حوالہ جات کے ساتھ علامت نفاق نمبر ۴۲ کے تحت گزر چکا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں: اہل معانی نے فرمایا: یہ آیت ان منافقین کے اخلاق کی گراوٹ اور ان کی طبیعتوں کے گھٹیا پن پر دلیل ہے، اس لئے کہ اموال صدقات کو لینے کی حد درجہ حرص و لالچ کے سبب انہوں نے اللہ کے رسول کو عیب لگایا اور تقسیم میں ظلم و زیادتی کرنے کی نسبت آپ کی طرف کر دی، جبکہ آپ سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبت تھے۔ [1]

اور خطاب کے صیغہ سے تعبیر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ناراضگی ان کی صفت لازم ہے اور رضامندی صفت طاری کہ کچھ ملنے پر راضی ہو جاتے ہیں اور نہ ملنے کے سبب پھر سے اپنے مکر و فریب میں لگ جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اللہ سبحانہُ تعالیٰ نے اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اس گستاخی اور کفر صریح بکنے کی صرف اور صرف وجہ دنیا کی ہوس ہے، وہ کتوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں، اس کے ملنے پر خوش ہوتے ہیں اور نہ ملنے پر ناراض۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہوتے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے جو تقسیم فرما دیا اسی پر قناعت کرتے تو اللہ انہیں مالدار کر دیتا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ترجمہ کنزالایمان: "اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔" [2]

مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ نفاق ان پر غالب آ گیا تھا اور ایمان ان کے دلوں میں تھا نہیں تو وہ اللہ پر بھروسہ کیونکر کرتے؟

---

(۱).(تفسیر کبیر،سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۵۸، جزء ۱۶/۱۰۱)
(۲).(سورۃ التوبۃ/۵۹'پ۱۰)

امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس آیت میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ جس نے دنیاطلب کی اس کے دینی معاملات کا انجام نفاق سے، اور جس نے بقدر اذن الٰہی دنیا طلب کی، اور اس طلب میں اس کا مقصد مصالح دینیہ تک رسائی حاصل کرنا تھا تو یہی حق کا راستہ ہے، اور اصل اس باب میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر بلا چوں چرا کے راضی ہونا ہے۔ (۱)

اور یہی اہل ایمان کی صفت و خصلت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں فقر و محتاجی اور بلا و مصیبت میں مبتلا کرے تو صبر کرتے ہیں، جب امن و عافیت اور دنیا عطا کرے تو ادھر مائل نہیں ہوتے اور ان چیزوں سے دھوکہ نہیں کھاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ترجمہ کنزالایمان: "نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ کو آسان ہے اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی متکبر بڑائی مارنے والا۔" (۲)

اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ منافق زندگی بھر دو چیزوں کے درمیان رہتا ہے۔ ایک مال کے آنے کی خوشی اور دھوکہ، دوسرے اس کے ہاتھ سے جانے کا غم اور افسوس۔ یہاں تک کہ اسی حال میں اسے موٹ آجاتی ہے۔ تو اگر اس کے غم کی حالت میں موت نے آدبوچا تو موت کا غم فوت یعنی مال کے ہاتھ سے جانے کے غم کے ساتھ ملکر یہ غم دوبالا ہو گیا، اور اگر دھوکے کی حالت میں موت نے اسے آدبوچا تو یہ کتنی بڑی حسرت ہے!

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وہ نصیحت جو آپ نے بذریعہ تحریر یزید بن عبدالملک کو فرمائی کتنی بہترین نصیحت تھی! کہ "دھوکے کے وقت موت کے آدبوچنے سے بچنا کیونکہ پھر تجھے سنبھلنے کا موقع نہیں ملے گا اور تو رجوع نہیں کر سکے گا، نہ تو نے جو وراثت

(۱).(تفسیر کبیر،سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۵۹،جزء ۱۶/۱۰۱)
(۲).(سورۃ الحدید/ ۲۲-۲۳،پ۲۷)

چھوڑی اس پر تیرے پسماندگان تیری تعریفیں کریں گے، نہ جس میں تو مشغول ہوا اس پر کامیاب ہونے والے تجھے معاف کریں گے۔"(۱)

یعنی برے خاتمہ کے ڈر سے گناہوں اور غفلت سے بچتے رہنا ورنہ پھر مافات کی تلافی اور بھرپائی نہیں ہو سکے گی۔ یہی مطلب ہے اس فرمان الٰہی کا: ترجمہ کنزالایمان: "کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں یا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں کیا اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر ہیں تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔"(۲)

امام احمد بن حنبل وحافظ ابونعیم نے حضرت یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا جس نے ڈھیروں مال واولاد کو جمع کیا تھا، تو اس نے ان سب کو اکٹھا کیا اور ساری اولادوں کو بلا کر جمع کیا، پھر ان سب کی موجودگی میں اپنی جانب متوجہ ہوا اور کہا: اے نفس! اب تو میرے (بچے کھچے) چند سالوں کو آسودہ حال بنا! میں نے جو جمع کیا ہے وہ تیرے لئے کافی ہے۔ اتنے میں ملک الموت آگئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، لوگ باہر آئے، ملک الموت ایک مسکین کا روپ دھارے ہوئے تھے، ان سے فرمایا: گھر کے مالک کو میرے پاس بلا لاؤ، وہ بولے: ہمارے سردار آپ جیسے مسکین کے پاس آئیں گے؟ یہ کہکر ملک الموت کو الوداع کہا اور وہ لوگ اندر داخل ہو گئے، پھر ملک الموت تھوڑی دیر وہیں ٹھہرے اور دوبارہ دروازہ کھٹکھٹایا، لوگوں نے اس بار بھی پہلے کی طرح سلوک کیا، تب ملک الموت نے فرمایا: اپنے سردار کو جاکر بتاؤ کہ میں ملک الموت ہوں، جب ان کے سردار نے سنا تو گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا: ان سے نرمی سے بات کرو۔ تو انہوں نے عرض

---

(۱).(الزھد و الرقائق للامام عبداللہ المبارک المروزی، باب التخصیص علی طاعۃ اللہ عز وجل، رقم ۱۴، ۱/۱۱۴)

(۲).(سورۃ الاعراف/۹۷تا۹۹، پ۹)

کی: کیا آپ ہمارے سردار کے علاوہ کسی دوسرے کو پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ آپ میں برکت عطا فرمائے؟ فرمایا: نہیں!

پھر اس شخص کے پاس جاکر فرمایا: اُٹھ اور جو وصیت کرنے والا ہے وصیت کر، کیونکہ میں یہاں سے جانے سے پہلے تیری جان نکالنے والا ہوں۔

یہ سن کر گھر والوں نے چیخ و پکار شروع کردی اور رونے دھونے لگے۔ پھر اس شخص نے گھر والوں سے کہا کہ میرے سامنے الماریوں، صندوقوں، مال و دولت کے برتنوں، سونے چاندی کے تجوریوں سب کچھ کھول کر رکھدو۔ لوگوں نے سارا کچھ کھول کر اس کے سامنے رکھدیا۔ اب وہ مال کی طرف متوجہ ہوکر اس پر لعن طعن کرنے لگا، وہ کہنے لگا: اے مال و دولت تجھ پر لعنت ہو، تونے ہی مجھے میرے پروردگار کو فراموش کرایا اور آخرت کے لئے عمل کرنے سے غافل رکھا یہاں تک آج موت کا وقت آگیا۔

پھر مال نے کلام کرنا شروع کردیا تو بولا: مجھے کھری کھوٹی مت سنا! کیا تو لوگوں کی نگاہوں میں خسیس اور گھٹیا نہ تھا اور میں نے تیرا مقام و مرتبہ بلند نہ کیا؟ کیا تجھ پر میرا اثر نہ دکھائی دیا؟ اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہوکر ان سے ملاقات نہیں کرتا تھا، جبکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان کے دربار میں حاضر ہوکر ان سے نہیں مل سکتے تھے؟ کیا تو بادشاہوں اور سرداروں کی بیٹیوں کو نکاح کا پیغام پہنچا کر ان سے نکاح نہیں کرتا تھا، جبکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان سے نکاح نہیں کرسکتے تھے؟ کہا تو مجھے برے راستے پر خرچ کرکے نافرمانی نہیں کرتا تھا، اگر تونے مجھے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوتا تو میں تیری نافرمانی کیوں کرتا؟ سچائی یہ ہے اور تو آج مجھے ملامت کرتا ہے؟ اے آدم علیہ السلام کی اولادو! سن لو مجھے اور تمہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، تو میں نیکی و بدی دونوں کے ساتھ چلنے والا ہوں۔

پھر حضرت یزید بن میسرہ نے فرمایا: مال تو یہی کہتا ہے لہذا تم بچو! [1]

(۱).(حسن التنبہ، ۲۳۳/۹ تا ۲۳۵-حلیۃ الاولیاء، ۳۲۸۔ یزید بن میسرۃ، ۲۷۱/۴-۲۷۱)

جب عُرَفاء کے سامنے یہ حقیقت کھل گئی تو انہوں نے اس فانی دنیاوی زندگی پر ہمیشہ کی اخروی زندگی کو ترجیح دی، دنیا کی عزت کے پیچھے نہیں بھاگے، اس کی ذلت سے مایوس اور پریشان نہیں ہوئے۔ بلکہ اگر اس پر انہیں قدرت حاصل ہوئی تو اسے ترک فرمادیا اور اس سے پیچھا چھڑایا، اور اگر دنیا نے انہیں بلایا تو اس سے روگردانی کی۔ لہذا وہ جنت کے عیش و آرام کو پانے میں آگے رہے اور عظیم انعام و اکرام کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان پر خدائے تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ (آمین)

امام احمد و ترمذی وغیرھما نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سلّام حَبشی کے پاس قاصد بھیجا کہ ان کو سہارا دے کر قاصد کے ساتھ آپ کے پاس لایا جائے تاکہ آپ ان سے حوض کوثر کے بارے میں دریافت کریں، چنانچہ ان کو آپ کے پاس لایا گیا اور آپ نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

بے شک میرا حوض عدن سے لیکر عُمّانِ بَلْقاء (یعنی شام والا عمان شہر) تک ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا، اس کے کوزے آسمان کے تاروں کے برابر ہیں، جو ایک گھونٹ پئے گا اس کے بعد پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا، لوگوں میں سب سے پہلے وہاں پہنچنے والے وہ مہاجر فقیر ہیں جن کے بال پراگندہ ہیں کپڑے میلے، جو امیر عورتوں سے نکاح نہ کرسکیں اور جن کے لئے دروازے نہ کھولے جائیں۔

یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا: یقیناً میں نے تو امیر عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے اور میرے لئے دروازے بھی کھولے گئے ہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے! خدا کی قسم! خواہ نخواہ (یقینا) میرے بال جب تک پراگندہ نہ ہوں میں اپنے سر میں

تیل نہیں لگاتا ہوں اور جب تک میرے کپڑے میلے نہ ہو جائیں میں انہیں نہیں اتارتا ہوں اور نہیں دھلتا ہوں۔ (۱)

یہاں فقراء سے صالحین مومنین مراد ہیں جو علم و عبادت میں مشغول ہونے کے سبب مال و عزت حاصل نہ کر سکیں، اپنے کو خدمت دین کے لئے وقف کر رکھیں۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے واضح فرمادیا کہ یہاں اشعث وغیرہ یعنی پراگندہ بال، میلے کپڑے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ گندے رہتے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ہر وقت جسمانی صفائی کے پیچھے نہیں لگتے، اس صفائی میں مشغول ہو کر آخرت کو نہیں بھولتے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہے کہ صفائی و طہارت بہت اعلیٰ چیزیں ہیں، طہارت آدھا ایمان ہے۔ نیز اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ لوگوں کے دروازے پر جاتے ہیں مگر ان کے لئے دروازے نہیں کھلتے۔ یہ فرض و تقدیر کا بیان ہے کہ اگر بالفرض وہ کسی دنیا دار کے دروازہ پر جائیں تو وہ ان بیچاروں کی طرف توجہ بھی نہ کریں۔ (۲)

ورنہ یہ فقراء تمام عالم سے بے نیاز ہوتے ہیں ؏

کیوں نہ رہے بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: دنیا مومن کے لئے بہترین گھر ہے اس لئے کہ اس نے تھوڑا عمل کر کے جنت میں جانے کا سامان حاصل کر لیا۔ اور کافر و منافق کے لئے دنیا بدترین گھر ہے اس لئے کہ وہ اس کی دلچسپ بنادی گئی اور خوب لطف اٹھانے کا موقع دیا گیا (لہذا زندگی برباد گئی) اور یہی اس کے جہنم میں جانے کا سامان بنا۔ (۳)

(۱).(مسند امام احمد بن حنبل، ومن حديث ثوبان، رقم ۲۲۳۶۷، جزء ۳۷/۵۰-۵۱)
(۲).(مرأة المناجيح، ۳۳۵/۷)
(۳).(الزهد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن رحمه الله تعالى، رقم ۱۶۳۷، ص ۲۹۱)

امام عبداللہ بن مبارک نے حضرت مالک بن دینار سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری (رضی اللہ عنھم) سے پوچھا: عالم کی سزا کیا ہے؟ فرمایا: دل کی موت۔ میں نے پوچھا: قلب کی موت کیا ہے؟ فرمایا: آخرت کے کام کرکے ان کے بدلے میں دنیا طلب کرنا۔ (۱)

دل کی موت ہر خیر و بھلائی سے خالی ہونے سے کنایہ ہے جس طرح نفاق کی تعبیر مرض و بیماری سے کی گئی ہے، اور موت سب سے سخت مرض ہے۔

علامت نفاق (نمبر ۵۴)

آخرت کے کام اور ذکر الٰہی کے بدلے دنیا طلب کرنا، ذکر الٰہی کو اغراض فاسدہ کے حصول کا ذریعہ بنانا اور حالت یہ ہو کہ دل معصیت و گناہ پر بضد ہو

ایمان والے کے دل کو خدا کے ذکر سے چین و سکون ملتا ہے، اس سے اس کا مقصود غیر خدا نہیں ہوتا، نہ وہ کسی دوسرے کے لئے کوئی عمل کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن امام احمد بن حنبل (زوائد الزھد) نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب زبور شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: منافق صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے، اس کے کسی بھی قصد و ارادے میں خدا نہیں ہوتا۔ (۲)

بعض عرفاء نے فرمایا: مومن کا مقصد نیکی ہے منافق کا مقصود دنیا۔ (۳)

---

(۱). (الزھد والرقائق للامام عبداللہ بن المبارک، رقم ۱۱۵۵، جزء ۸۶۶/۱۱)
(۲). (حسن التنبہ، باب النہی عن التشبہ بالمنافقین، ۲۳۷/۹)
(۳). (ایضاً)

امام طبرانی وابونعیم (مصرفۃ الصحابۃ) نے حضرت جارود بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نیز علامہ عراقی نے قوت القلوب کے حوالہ سے انہیں سے اور کنزالعمال میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من طلب الدنیا بعمل الآخرۃ طُمِسَ وجھُہ و مُحِقَ ذکرُہ و اثبِتَ اسمُہ فی النار)) [1] ترجمہ: جوآخرت کے کام کے بدلے دنیا طلب کرے تو آخرت میں اس کی صورت بگاڑ دی جائے گی (یا مراد وجہ سے قلب ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کے دل پر مہر لگادی جائے گی) اس کا ذکر مٹا دیا جائے گا (یعنی دنیا میں یوں کہ اس کی بدباطنیت کو واضح کرنے کے لئے لوگوں کی زبانوں پر اس کی برائی رہ جائے گی) اور جہنمیوں میں اس کا نام درج کرلیا جائے گا۔

دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی دوری سے محسوس ہوگی اور جس نے آخرت کے عمل کے بدلے دنیا طلب کی وہ یہ خوشبو نہیں سونگھے گا۔ [2]

بعض اسلاف نے فرمایا: دُف (ایک قسم کا باجہ) و مزامیر (بانسری، بین) بجاکر دنیا طلب کرنا یہ آسان ہے اس سے کہ آدمی آخرت کے اعمال کرکے دنیا طلب کرے۔ [3]

امام ابن ابی الدنیا وابونعیم نے حضرت شمیط بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ مجھے سے میرے والد نے فرمایا: ((الدنانیر و الدراھم اَزِمَّۃ المنافقین بھا یُقادون الیٰ النار)) [4] ترجمہ: درھم و دینار منافقوں کی لگام ہیں وہی لگام ڈالکر انہیں جہنم تک لے جایا جائے گا۔

---

(۱).(المعجم الکبیر، ۲۰۲-الجارود بن عمرو بن المعلی، رقم۲۱۲۸، جزء ۲/۲۶۸- تخریج احادیث الاحیاء، رقم ۱۴۵۶)

(۲).(الفردوس بما ثور الخطاب، رقم۳۲۶۱، جزء ۲/۲۶۱)

(۳).(حسن التنبہ، ۹/۲۳۸)

(٤).(اصلاح المال لابن ابی الدنیا، باب اخذ المال من حقہ، رقم۳۶، جزء ۱/۱۵۹-شمیط بن عجلان، ۲/۴۰۹)

حافظ ابو نعیم نے حضرت علاء بن زیاد عدوی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک بری عورت کو دیکھا جس پر ہر قسم کی زینت و آرائش تھی، میں نے کہا: اے اللہ کی دشمن تو کون ہے؟ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں دنیا ہوں، اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو مجھ سے اپنی پناہ میں رکھے تو درہموں سے نفرت کرو۔ (۱)

نیز حافظ ابو نعیم نے انہیں سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ کسی چیز کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں تو میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک عمر دراز سامنے کے جڑے سے ٹوٹے ہوئے دانتوں والی کانی بڑھیا ہے، جس پر ہر قسم کے جوڑے ہیں اور جو زینت و آرائش سے مزین ہے۔ میں نے کہا: تو کیا ہے؟ بولی: دنیا، میں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے نزدیک تجھے مبغوض رکھے اور میرے اندر تیری نفرت و دشمنی پیدا فرمائے! وہ بولی: ہاں اگر تم دراہم سے نفرت کرو۔ (۲)

نیز ابو نعیم نے شمیط بن عجلان رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ: منافق کی علامت اللہ عزوجل کا تھوڑا ذکر کرنا ہے۔ جعفر کا بیان ہے کہ میں نے عبّاد کو حضرت شمیط سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا: کیا منافق گریہ کرتا ہے (یعنی خوف خدا سے لرز کر کبھی روتا ہے)؟ تو آپ نے فرمایا: ((یبکی من راسه فاما قلبه فلا)) (۳) ترجمہ: وہ محض سر کی آنکھوں سے روتا ہے دل سے نہیں (کیونکہ دل میں خوف خدا ہی نہیں)۔

نیز ابو نعیم نے انہیں سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ: اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ منافق کیسے مجھے دھوکا دیا

(۱). (حلیة الاولیاء، ۱۸۷-العلاء بن زیاد، ۱۳۸/۲)
(۲). (حلیة الاولیاء، ۱۸۷-العلاء بن زیاد، ۱۳۷/۲-۱۳۸)
(۳). (حلیة الاولیاء، ۲۳۴-شمیط بن عجلان، ۴۰۹/۲)

چاہتا ہے اور میں کس طرح اس کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں؟ وہ صرف زبان کے ایک کنارہ سے میری پاکی بیان کرتا ہے اور اس کا دل مجھ سے بہت دور ہے۔ اے داؤد! گروہ بنی اسرائیل سے کہدو: گناہوں اور خطاؤں کو اپنے بغل اور پہلو کے درمیان اٹھائے ہونے کی حالت میں مجھ سے دعا نہ مانگیں، پہلے انہیں اتار پھینکیں پھر مجھ سے دعا مانگیں میں قبول کروں گا۔ (۱)

تنبیہ: منافقین کی یہ مذکورہ بالا صفت و خصلت آج عالمگیر وبا کی طرح پوری دنیا میں پھیل چکی ہے، اس دور میں بہت کم لوگ ایسے بچے ہیں جو اہل نفاق کی اس خصلت سے محفوظ ہیں۔ اور آنے والے ادوار اس سے بھی خطرناک ہونے والے ہیں۔ یقینا ایسے زمانے میں دنیا کی آلودگیوں سے اپنے دامن کو بچا کر یہاں سے رخصت ہونے والا انسان ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہے۔

امام ابو عبداللہ السلمی نے اور ان کے حوالہ سے علامہ علی متقی نے، اور دیلمی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ ان کو صرف اپنے پیٹ کی ہی فکر رہ جائے گی —— اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے معبود ان کے پیٹ ہونگے —— ان کے شرف و عزت کے باعث ان کے مال و متاع ہونگے، ان کا قبلہ ان کی عورتیں ہونگی، ان کا دین ان کے دراہم و دنانیر ہونگے، وہ بدترین لوگ ہونگے جنکا اللہ تعالیٰ کے یہاں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ (۲)

امام ابو بکر اسماعیلی نے اپنے "معجم" میں اور دیلمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ان کے حوالہ سے علامہ علی متقی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا دور بھی آنے والا ہے کہ عام لوگ قرآن پڑھیں

(۱). (ایضاً)
(۲). (الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۸۶۸۸، جزء ۵/ ۴۴۴- کنز العمال، رقم ۳۱۱۸۶، جزء ۱۱/ ۱۹۲)

گے اور عبادت میں پوری طاقت جھونک دیں گے، بدمذ ہبوں کے ساتھ مشغول و مصروف ہو جائیں گے ـــــ اور ایک روایت میں ہے کہ بدمذ ہبوں کو اپنا حاکم و والی بنائیں گے ـــــ وہ شرک کریں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی، وہ تلاوت قرآن اور علم دین پر رزق حاصل کریں گے ـــــ اور ایک روایت میں وَرِق بمعنی چاندی کا لفظ ہے ـــــ وہ دین کے بدلے دنیا کما کھائیں گے، وہ کانا دجال کے نقش قدم پر چلیں گے۔ (1)

یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کانا دجال کے پیروکاروں کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ دین کے بدلے دنیا حاصل کریں گے۔

اور امام ابن السنی و دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے علامہ متقی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((یاتی علی الناس زمان یستخفی فیهم المؤمن کما یستخفی فیکم المنافق)) (2) ترجمہ: لوگوں پر ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ایمان والا ان کے اندر ایسا چھپے گا جیسے تم میں منافق چھپتا پھرتا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ منافقین بکثرت ہونگے، لوگوں میں نفاق کا رواج ہوگا، اور ایمان والے تھوڑے ہونگے اس کے باوجود ان کا طور طریقہ منافقین سے الگ ہوگا، ان کی سَمت و جہت و راستہ اور مطلوب و مقصود سب کچھ بالکل ان سے مختلف ہوگا۔

حافظ ابو نعیم نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: ((اقسم لکم لو نَبَتَ للمنافقین اذناب ما وجد المؤمنون ارضا یمشون علیها)) (3) ترجمہ: میں تمھارے سامنے قسم اٹھا کر کہتا ہوں! اگر منافقوں کی دُمیں

---

(۱).(الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۸۶۸۵، جزء ۵/۴۴۳- کنزالعمال، رقم ۲۹۰۹۳، جزء ۱۰/۲۰۷)
(۲).(الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۸۶۷۹، جزء ۵/۴۴۱- کنزالعمال، رقم ۳۱۱۱۱، جزء ۱۱/۱۷۶)
(۳).(حلیة الاولیا، ۲۰۴-مالك بن دینا، ر ۲/۲۶۷)

ہوتیں تو ایمان والوں کو چلنے کے لئے کوئی زمین میسر نہ ہوتی (یعنی اندازہ لگالو کہ زمین میں کتنی کثرت سے منافقین پائے جاتے ہیں۔)

نیز حافظ ابو نعیم نے انہیں سے روایت کی ہے فرماتے ہیں: **((لا یصطلح المؤمن و المنافق حتی یصطلح الذئب و الحَمَلُ))** [1] ترجمہ: مومن اور منافق میں سمجھوتا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ بھیڑیا اور بکری کے بچہ میں رضا مندی اور سمجھوتا ہو جائے۔ (یعنی منافقین کی کثرت اور مومنین کی قلت کے باوجود ان کے طور طریقے اور مطلوب و مقصود میں ہمیشہ تضاد ہی رہے گا۔)

اور ان منافقین کو اپنی ان حرکتوں پر زیادہ خوش ہونے کے ضرورت نہیں ہے کیونکہ بہت جلد اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینے والا ہے۔

چنانچہ حافظ ابو نعیم و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے زبور شریف میں پڑھا ہے کہ مسکین آدمی منافق کے تکبر کے سبب سوزش میں رہتا ہے، اور میں نے زبور شریف میں پڑھا ہے: بے شک میں ضرور منافق کے ذریعہ ہی منافق سے انتقام لوں گا، پھر میں سارے ہی منافقین سے انتقام لوں گا، اس کو اللہ عزوجل نے فرمایا: **{وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ}** [2] ترجمہ کنزالایمان: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں بدلہ ان کے کئے کا۔

علامت نفاق (نمبر ۵۵)

<u>ہمیشہ ایسے کام کرنا جن سے معذرت کرنا پڑتی ہے اور جنہیں انجام دیتے ہوئے لوگ شرم و حیا کرتے ہیں، اور ان کے نتائج و انجام کو بھول جانا، اور</u>

(۱).(ایضاً)
(۲).(ایضاً)

امام احمد نے (الزھد) حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: مجھ سے کچھ خرمافروشوں نے اس ایک کھجور کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا جس کا ایک حصہ صاف ستھرا ہوتا ہے اور دوسرا حصہ ٹوٹا ہوا، وہ لوگ ایسے کھجوروں کو چھانٹ کر الگ کرتے ہیں اور صاف ستھرے حصے کو اوپر رکھتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے حصے کو نیچے حالانکہ وہ ایک ہی کھجور ہوتا ہے؟ تو میں نے ان سے کہا: مجھے نہیں معلوم، میں حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھ کر بتاؤں گا، اس کے بعد میں حضرت حسن کی بارگاہ میں آکر آپ سے دریافت کیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الا أُخبرکم بالنفاق)) (۱) ترجمہ: کیا میں تمہیں نفاق کے بارے میں نہ بتاؤں؟

یہ فرماکر آپ نے اپنے سر اور چہرہ مبارک کو ڈھانک لیا اور ایک آنکھ کو کھلی چھوڑ دیا، پھر فرمایا: ((الا أُخبرکم بالایمان)) ترجمہ: کیا میں تمہیں ایمان کے بارے میں نہ بتاؤ؟ اس کے بعد آپ نے اس آنکھ کے اوپر کپڑا اڈالکر اس کو بھی چھپادیا۔ (۲)

اور امام حاکم نے حضرت سعد بن وقاس سے، امام طبرانی نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہم) سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ایاك و ما تُعتذرُ منه)) (۳) ترجمہ: اس کام اور بات سے بچو جس سے معافی مانگنا پڑے۔

(۱).(حلیة الاولیاء، ۲۰۴-مالك بن دینار، ۲/۲۶۷-الدر المنثور، سورة الانعام: الآية ۱۲۹، جزء ۶/۲۰۳)
(۲).(حسن التنبه، باب النهی عن التشبه بالمنافقین، ۹/۲۴۰)
(۳).(المستدرك للحاکم، ۴۴- کتاب الرقاق، رقم ۸۰۰۹، جزء ۴/۴۷۱-المعجم الاوسط، رقم ۴۴۲۷، جزء ۴/۳۵۸)

اور اسی کو امام ضیاء المقدسی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے: ((ایاك و كلَّ ما یعتذر منه)) [1] ترجمہ: ہر اس امر سے بچو جس سے معذرت کرنا پڑے۔

کیونکہ ہر عذر نہ تو صحیح ہوتا ہے اور نہ قابل قبول۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین نے جنگ سے پیچھے رہ جانے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرنے اور صحابہ کرام کا مذاق اڑانے پر جو عذر پیش کیا وہ مقبول نہ ہوا۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا: {یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ} [2] ترجمہ کنزالایمان: منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورۃ ایسی اترے جو ان کے دلوں کی چھپی جتا دے، تم فرماؤ ہنسے جاؤ اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے، اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر، اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لئے کہ وہ مجرم تھے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طائفۃ کا لفظ ایک سے ہزار تک کے لئے ہے۔ [3] یہ لفظ اُمّت کی طرح ہے جو واحد اور جماعت دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہاں پہلے

(۱).(الاحادیث المختارة، رقم ۲۱۹۹، جزء ۶/۱۸۸، مسند انس بن مالك)
(۲).(سورة التوبة/۶۴ تا ۶۶، پ۱۰)
(۳).(الدر المنثور، جزء ۷/۴۲۹)

طائفۃ سے ایک شخص مراد ہے۔ حضرت محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس سے وہی شخص مراد ہے جو ہنستا تھا مگر اس نے اپنی زبان سے کوئی کلمہ گستاخی نہ کہا تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے نفاق سے توبہ کی اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا اور اس نے دعا کی کہ یارب! مجھے اپنی راہ میں مقتول کرکے ایسی موت دے کہ کوئی یہ کہنے والا نہ ہو کہ میں نے غسل دیا، میں نے کفن دیا، میں نے دفن کیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کا پتہ ہی نہ چلا۔ ان کا نام مَخشّیُ بن حُمَیّر اشجعی تھا۔ چونکہ انہوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بدگوئی سے زبان روکی تھی اس لئے انہیں توبہ وایمان کی توفیق ملی۔ [1]

اور امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، عقیلی (الضعفاء)' ابوالشیخ، ابن مردویہ، خطیب (رواۃ مالک) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن اُبی کو دیکھا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے بہت تیز چل رہا تھا، پتھر اس کے پیر کو زخمی کر رہے تھے، وہ یہ کہتا جاتا تھا: اے محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام یہ فرماتے جاتے تھے: کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو؟[2]

اور امام ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو منافقین جنگ میں نہیں گئے اور مدینے ہی میں رک گئے ان میں سے ایک وَداعہ بن ثابت تھا جو نبی عمرو بن عوف کا آدمی تھا، اس سے پوچھا گیا: تجھے کس چیز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رکھا؟ بولا: ہنسی کھیل نے۔ اس پر اللہ عزوجل نے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے حق میں {وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ} سے {مُجْرِمِيْنَ} تک نازل فرمایا۔ [3]

---

(۱). (تفسیر البغوی، سورۃ التوبۃ: الآیۃ ٦٦، جلد ٧٠/٤- خزائن، آیت مذکورہ)
(۲). (الدر المنثور، جزء ٤٢٦/٧)
(۳). (ایضاً/٤٢٩)

یہاں سے معلوم ہوا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ منافق اور جھوٹے کو عذر مقبول کی توفیق نہیں ملتی ہے، بلکہ کبھی منافق اور جھوٹے کا عذر ان کے فعل سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔ کیا آپ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَي اور اس کے ساتھیوں کے پیش کردہ عذر پر غور نہیں کیا کہ انہوں نے کیا کہتے ہوئے معافی مانگی انما کنا نخوض و نلعب؟ یعنی ہم تو یونہی ہنسی اور کھیل میں تھے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور قرآن اور رسول سے ہنسنا کفر ہے، اس لئے ان کا عذر ان کے فعل سے بھی قبیح تھا۔

علامت نفاق (نمبر۵۶)

برا اعتقاد رکھنا، موعود الٰہی میں شک کرنا، حکم الٰہی کو ہلکا جاننا اللہ عزوجل نے فرمایا: {وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا}[1] ترجمہ: کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا (یعنی ضعف اعتقاد) ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا تھا مگر فریب کا (یہ بات مُعَتِّب بن قُشَیر نے کفار کے لشکر دیکھ کر کہی تھی کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہمیں فارس و روم کی فتح کا وعدہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی یہ مجال بھی نہیں کہ اپنے ڈیرے سے باہر نکل سکے، تو یہ وعدہ نرا دھوکا ہے۔)۔

اور معتب کی اس بات کو محمد بن اسحاق، ابن جریر طبری، ابن المنذر، بیھقی (الدلائل) نے حضرت عروہ بن زبیر اور محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔[2]

علامت نفاق (نمبر۵۷)

دشمن کے لشکر کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہونا اور میدان جنگ سے پیٹھ پھیر لینا، مضبوطی کے بعد عہد کو توڑ دینا وغیرہ وغیرہ، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {وَ

(۱).(سورۃالاحزاب/۱۲'پ۲۱)
(۲).(الدر المنثور،سورۃالاحزاب:الآیۃ:۱۲'جزء۱۱/۴۳۵)

لَقَدْ کَانُوْا عَاھَدُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ کَانَ عَھْدُ اللّٰہِ مَسْئُوْلًا قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَکُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً ؕ وَ لَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا}(۱) ترجمہ: کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور بے شک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا تم فرماؤ ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو (کیونکہ جو مقدر ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا) اور جب بھی دنیا نہ برتنے دیئے جاؤ گے مگر تھوڑی (یعنی اگر وقت آیا ہے تو بھی بھاگ کر تھوڑے ہی دن جتنی عمر باقی ہے اتنے ہی دنیا کو برتو گے اور یہ ایک قلیل مدت ہے۔) تم فرماؤ وہ کون ہے جو اللہ کا حکم تم پر سے ٹال دے اگر وہ تمھارا برا چاہے (یعنی اس کو تمھارا قتل و ہلاک منظور ہو تو اس کو کوئی دفع نہیں کر سکتا۔) یا تم پر مہر (رحم) فرمانا چاہے (امن وعافیت عطا فرما کر) اور وہ اللہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے نہ مددگار۔

اور جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس و ابن عمر و علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہے۔(۲)

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: {یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ وَ مَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ مَاْوٰىہُ جَھَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ}(۳) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اے ایمان والو جب کافروں کے لام (لشکر) سے تمھارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو (یعنی اگر کفار تم سے زیادہ بھی ہوں تو ان کے

(۱).(سورۃالاحزاب/۱۵تا۱۷،پ۲۱)
(۲).(الدر المنثور،سورۃالانفال:الآیۃ۱۶،جزء۶۸/۷)
(۳).(سورۃالانفال/۱۵-۱۶،پ۹)

مقابلہ سے نہ بھاگو۔)اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (یعنی مسلمانوں میں سے جو جنگ میں کفار کے مقابلہ سے بھاگا وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہوا، اس کا ٹھکانا دوزخ ہے سوائے دو حالتوں کے: ایک تو یہ کہ لڑائی کا ہنر یا کرتب کرنے کے لئے پیچھے ہٹا ہو وہ پیٹھ دینے اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ دوسرے جو اپنی جماعت میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹا وہ بھی بھاگنے والا نہیں ہے۔)

علامت نفاق (نمبر ۵۸)

جہاد وغیرہ اعمال خیر سے لوگوں کو روکنا اور باز رکھنا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا-وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ-فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ اُولٰٓىٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا}[1] ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ جانتا ہے تمھارے ان کو جو اَوروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں ہماری طرف چلے آؤ اور لڑائی میں نہیں آتے مگر تھوڑے تمھاری مدد میں گئی (کوتاہی) کرتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آئے تم انہیں دیکھو گے تمھاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے تمہیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے مال غنیمت کے لالچ میں یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے عمل اکارت کر دیئے۔

حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کے پاس یہودیوں نے خبر بھیجی تھی کہ تم کیوں اپنی جانیں ابوسفیان کے ہاتھوں ہلاک کروانے

---

(۱).(سورۃ الاحزاب/۱۸-۱۹،پ۲۱)

پر تلے ہوئے ہو؟ اس کے لشکری اس بار اگر تمہیں پا گئے تو تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں تمھاری فکر ہے، تم ہمارے بھائی اور ہمسائے ہو، لہذا ہمارے پاس آجاؤ، یہ خبر پاکر عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق اور اس کے ساتھی مومنین کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے خوف دلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے روکنے لگے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بہت کوشش کی، وہ کہنے لگے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تم کس چیز کی امید رکھتے ہو؟ ان کے پاس (نعوذ باللہ) کوئی بھلائی نہیں رکھی ہے، وہ تو یہاں لاکر ہم سب کا قتل کرانا چاہتے ہیں چلو ہم سب اپنے بھائی یہودیوں کے پاس چلے چلتے ہیں۔ لیکن انہوں نے جس قدر کوشش کی ایمان والوں کا استقلال اور ثابت قدمی اتنی ہے بڑھتی گئی۔ (۱)

اور ابن جریر طبری وابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: یہ روکنے والے منافق لوگ تھے۔ یہ اپنے بھائیوں سے کہا کرتے تھے: ما محمد و اصحابه الا اَکَلَۃُ راسٍ ولو كانوا لحما لا لتَهَمَهُمْ ابو سفيان و اصحابه دعُوا هذا الرجلَ فانه هالك (۲) یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اتنے قلیل ہیں کہ ایک آدمی کی خوراک کافی ہیں (نعوذ باللہ)، اگر وہ سب گوشت ہوتے تو ابوسفیان اور اس کے ساتھی سب کو نگل لیتے، تم لوگ اس شخص کا ساتھ چھوڑ دو کیونکہ وہ ہلاک ہونے والے ہیں۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

نیز ان دونوں نے ہی انہیں سے قول باری تعالیٰ: فَإِ ذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ، کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: رہا مال غنیمت کے پاس تو وہ سب سے بڑے لالچی اور تقسیم کرتے وقت سب سے بڑے فسادی و بدتمیز ہیں، کہتے ہیں ہمیں دو ہمیں دو کیونکہ ہم تمھارے ساتھ موجود تھے، اور رہا لڑائی کے وقت تو وہ سب سے بڑے بزدل وڈرپوک اور حق کی بہت مدد چھوڑنے والے ہیں۔ (۳)

(۱).(تفسیر البغوی،سورۃ الاحزاب: الآیۃ۱۸،جزء ۶/ ۳۳۴)
(۲).(الدر المنثور،سورۃ الاحزاب: الآیۃ۱۸،جزء ۱۱/ ۷۵۶)
(۳).(ایضا/ ۷۵۷)

تو آیت کریمہ میں اس بات پر بھی دلیل موجود ہے کہ منافقین کی ایک صفت و خصلت طمع وشحؔ یعنی حرص ولالچ ہے، اور یہ بخل سے اعم ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا((ایاکم و الطمعَ فانه هو الفقر الحاضر)) [1] ترجمہ: لالچ سے بچو کیونکہ اس سے جلد محتاجی آتی ہے۔

اور امام ابوداؤد وحاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا: ((ایاکم و الشُّحَّ فانما هلك من كان قبلكم بالشح اَمَرَهم بالبخل فبخلوا و امرهم بالقطيعة فقطعوا و امرهم بالفجور ففجروا)) [2] ترجمہ: لالچ سے بچو اس لئے کہ اسی لالچ کے سبب تم سے پہلے کے لوگ ہلاک وبرباد ہوگئے، اس لالچ نے انہیں بخیلی کرنے کو کہا تو انہوں نے بخالت سے کام لیا، اس نے انہیں رشتہ کاٹنے کا حکم دیا تو انہوں نے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرلیا، اس نے انہیں جھوٹ بولنے اور سچائی سے منحرف ہونے کو کہا تو وہ منحرف ہوگئے۔

امام خطابی نے فرمایا: لفظ "شح" بخالت سے روکنے میں زیادہ بلیغ اور کارگر ہے، یہ لفظ بمنزلۂ جنس ہے اور لفظ "بخل" بمنزلۂ نوع، اکثر کہا جاتا ہے کہ بخالت کچھ مخصوص چیزوں میں ہی ہوتی ہے، جبکہ شح عام ہے۔ یہ طبعی اعتبار سے انسان کے لئے وصف لازم کی طرح ہے، الخ۔ [3]

علامت نفاق (نمبر۵۹)

(۱). (المعجم الاوسط، رقم ۷۷۵۳، جزء ۷/۳۷۰)

(۲). (ابو داؤد، كتاب الزكاة، باب فی الشح، رقم ۱۶۹۸- المستدرك للحاكم، كتاب الزكاة، رقم ۱۵۱۶، جزء ۱/ ۵۷۵)

(۳). (عون المعبود، كتاب الزكاة، باب فی الشح، رقم ۱۶۹۵، جزء ۵/۹۱)

عُجب و خود پسندی میں مبتلا ہونا، مغرور و سرکش ہونا، قوتِ جسم و دوامِ صحت و کثرتِ اموال و اولاد پر پھولتے ہوئے فساد مچانا، گھمنڈ میں چور رہنا، اپنی بڑائی ہانکنا بڑائی وعظمت وکبریائی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے اور اسی کو زیب دیتی ہے، حدیث قدسی میں ہے:((الكبرياء ردائی و العظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما قذفته فی النار ـــ و فی رواية: قصمته ـــ و فی رواية: عذّبته)) [1] ترجمہ: کبریائی میری چادر اور عظمت میرا البادہ ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو جو ان دونوں میں سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کو جہنم میں پھینک دونگا، ایک روایت میں ہے کہ میں اس کی نخوت کی گردن کو مروڑ کر رکھ دونگا، ایک اور روایت میں ہے کہ میں اس کو سخت عذاب دونگا۔

اور قرآن کریم میں ہے: {وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ} [2] ترجمہ کنزالایمان: اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔

یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی نصرت فرمائی گئی اور انہیں فتح دی گئی اور حق کے معاند، سرکش، کافر نامراد ہوئے، ان کے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہ رہی۔ (خزائن)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے یہاں "جَبّار" کی تفسیر لفظ "عیّار" سے کی ہے [3] جسکے معنی ہیں بہت زیادہ پھرنے والا، آوارہ گرد، گویا وہ غرور و تکبر کی وجہ سے ایک حالت پر خوش نہیں رہتا ہے، یہ عار البعیر یعیر سے بنا ہے، یہ تب بولتے ہیں جب وضع حمل کے کچھ مہینوں کے بعد اونٹنی کا دودھ خشک ہوجائے اور وہ مستی میں دُم اٹھاکر دوسرے اونٹ کے پاس جائے جیسا کہ تاج العروس کی جلدے میں ہے۔ اور شک نہیں یہی صفت منافق کی

(۱).(کنزالعمال، رقم۷۷۴۰-۷۷۴۱-۷۷۴۲)
(۲).(سورۃ ابرھیم/۱۵، پ۱۳)
(۳).(الدر المنثور، سورۃ ابراھیم: الآیۃ ۱۵، جزء ۵۰۲/۸)

ہے جیسا کہ ہم پیچھے بحوالہ حدیث نقل کر چکے ہیں کہ منافق اس بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے بیچ میں پھرے۔

بہر حال غرور تکبر، ہٹ دھرمی، جان بوجھ کر حق کی مخالفت وغیرھا یہ سب منافقین کے اوصاف ہیں۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ هِیَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ}[1] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں بس (کافی) ہے اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے جیسے وہ جو تم سے پہلے تھے تم سے زور میں بڑھ کر تھے اور ان کے مال اور اولاد تم سے زیادہ تو وہ اپنا حصہ (لذات و شہوات دنیویہ کا) برت (فائدہ اٹھا) گئے تو تم نے اپنا حصہ برتا جیسے اگلے اپنا حصہ برت گئے اور تم بیہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے (اور تم نے اتباع باطل اور تکذیب خدا و رسول اور مومنین کے ساتھ استہزا یعنی ٹھٹھا مذاق کرنے میں ان کی راہ اختیار کی۔) ان کے عمل اکارت (ضائع) گئے دنیا اور آخرت میں اور وہی لوگ گھاٹے میں ہے۔ (انہیں کفار کی طرح اے منافقین! تم ٹوٹے میں ہو اور تمھارے عمل باطل ہیں۔)

(۱).(سورۃالتوبۃ/۶۸-۶۹،پ۱۰)

اور اللہ عزوجل نے منافقین کے بارے میں فرمایا: {وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَ نَلۡعَبُ‌ؕ} (۱) ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔

اور "سَقَر" جو جہنم میں سب سے نچلے طبقے کا نام ہے اور یہی منافقین کا ٹھکانا ہے اس میں رہنے والے جہنمی کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: {وَ كُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِيۡنَ} (۲) ترجمہ کنزالایمان: (وہ بولے) اور ہم بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے۔

یعنی ہم اہل باطل کے ساتھ ان کے باطل کاموں میں مل جاتے تھے۔ حضرت ابن زید نے فرمایا: یعنی ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بیہودہ بکنے والوں کے ساتھ بیہودگی کرنے اور حضور کو کاہن، مجنون، شاعر، ساحر کہنے میں شریک رہتے تھے (نعوذ باللہ تعالیٰ)۔ امام سُدّی نے فرمایا: یعنی ہم جھٹلانے والوں کے ساتھ جھٹلاتے تھے۔ حضرت قتادہ نے فرمایا: یعنی جب بھی کوئی خواہشات کا غلام گمراہ ہوتا اس کے ساتھ ہم بھی گمراہ ہوجاتے، یعنی وہ مقتدیٰ ہوتا اور ہم پیروکار۔ (۳)

امام احمد و ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نمودار ہوگی، اس کی دو آنکھیں ہونگی جن سے وہ دیکھے گی، دو کان ہونگے جن سے سنے گی، ایک زبان ہوگی جس سے بولے گی۔ وہ کہے گی مجھے تین قسم کے لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے: ایک ہر سرکش ہٹ دھرم پر، دوسرے اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کے پجاریوں پر، تیسرے تصویر بنانے والوں پر۔ (۴)

---

(۱)۔(سورۃ التوبۃ/۶۵،پ۱۰)
(۲)۔(سورۃ المدثر/۴۵،پ۲۹)
(۳)۔(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ المدثر: الآیۃ ۴۵، جزء ۳۹۸/۲۱)
(۴)۔(جامع الترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب ما جاء فی صفۃ النار، رقم ۲۵۸۳، جلد ۳۳۰/۴)

امام ابن ابی شیبہ، دارمی، ابویعلی، حاکم، ابن ابی الدنیا (التواضع)، طبرانی وغیرہ نے حضرت بلال بن ابی بردہ کے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ان فی جهنم وادیا فی الوادی بئرٌ یقال له هبهب حق علی الله ان یُسکن فیه کل جبار عنید)) (۱) ترجمہ: بے شک جہنم میں ایک وادی ہے، وادی میں ایک کنواں ہے جسے ہبہب کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ ہر سرکش ہٹ دھرم کو اس میں رکھے۔

اور امام احمد نے (الزھد) حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: جس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے قریب ترین عاجزی کرنے والے لوگ ہوں گے اسی طرح اللہ تعالیٰ (کی رحمت) سے سب سے دور سرکش لوگ ہوں گے۔ (۲)

اور تواضع و انکساری انبیائے کرام علیہم السلام کی صفت ہے۔ کیا آپ غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی شان کو کس انداز سے بیان فرما رہا ہے: {وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ} (۳) ترجمہ کنزالایمان: اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں۔

اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے: {وَ لَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا} (٤) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اور (وہ یعنی یحیٰ علیہ السلام) زبردست و نافرمان نہ تھا (آپ نہایت تواضع کرنے والے اور خوب خوش اخلاق تھے)۔

---

(۱).(المعجم الاوسط، رقم ۳۵۴۸، جزء ۴/ ۳۷- المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجنة، ما ذکر فیما اعد لاهل النار وشدته، رقم ۳۶۸۷۲، جزء ۱۹/ ۱۹۴)

(۲).(حسن التنبه، ۹/ ۲۴۸)

(۳).(سورة ق/ ۴۵، پ ۲۶)

(٤).(سورة مریم / ۱۴، پ ۱٦)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے: {وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا}[1] ترجمہ کنزالایمان: اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا۔

تنبیہ اول: امام ابن ابي الدنیا نے حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کی ہے: ((لا كبر مع السجود ولا نفاق مع التوحيد)) [2] ترجمہ: سجود کے ساتھ کوئی بڑائی و تکبر نہیں اور توحید کے ساتھ کوئی نفاق نہیں۔

اس کو اس اثر سے سمجھئے جسے امام موصوف نے ہی حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کی ہے: ((السجود يذهب بالكبر و التوحيد يذهب بالرياء)) [3] ترجمہ: تکبر کے ساتھ سجدے بے کار ہیں اور ریا سے توحید جاتی رہتی ہے۔

نیز امام موصوف نے حضرت ثابت رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! فلاں آدمی کتنا بڑا متکبر ہے! فرمایا: ((اليس بعده الموت)) [4] ترجمہ: کیا اس کے بعد موت نہیں؟!

نیز امام موصوف نے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: اس آدمی پر تعجب ہے جو تکبر کرتا ہے حالانکہ وہ دوبار پیشاب کی جگہ سے نکلا ہے۔[5]

یہی بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوران خطاب انسان کی پیدائش کے ابتدائی مراحل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ الفاظ یہ ہیں: ((خرج من مجرى البول مرتين)) [6]

---

(۱).(سورہ مریم/۳۲،پ۱٦)
(۲).(التواضع والخمول لابن ابی الدنیا، باب فی الکبر، رقم ۲۳۱، ص۱۱)
(۳).(ایضا/۲۱۰، رقم ۲۲۷)
(٤).(ایضا/۲۰۱، رقم ۲۰۵)
(٥).(ایضا/۱۹۹، رقم ۲۰۱)
(٦).(ایضا/رقم ۲۰۰)

تنبیہ دوم: امام ابن ابی الدنیا نے حضرت یحی بن جعدہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: جس نے اللہ عزوجل کے حضور عاجزی کے ساتھ سر کو سجدے میں رکھ دیا وہ تکبر سے بری ہوگیا۔ (۱)

نیز امام موصوف نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: جو اپنا جوتا سیے، کپڑے پر پیوند لگائے، اپنا چہرہ اللہ عزوجل کے حضور مٹی میں لتھیڑ دے وہ تکبر سے بری ہوگیا۔ (۲)

نیز امام موصوف نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تکبر سے برائت یہ ہے کہ تو مفلس مسلمانوں کے پاس بیٹھے۔ (۳)

علامت نفاق (نمبر ۶۰)

گناہ کو چھوٹا اور ہلکا سمجھنا، اس کے انجام سے بے خوف ہونا اور سارے ہی احوال میں خدا سے نہ ڈرنا

اللہ عزوجل نے تہمت لگانے والوں کے بارے میں فرمایا: {وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ} (٤) ترجمہ کنزالایمان: اور اسے سہل سمجھتے تھے (اور یہ خیال کرتے تھے کہ اس میں بڑا گناہ نہیں۔ خزائن) اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے (جرم عظیم ہے)۔

یہ آیت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت و فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ اور اس طوفان کو اٹھانے والا، بہتان

(۱). (ایضاً/۲۰۶، رقم ۲۱۷)
(۲). (ایضاً/۲۰۲، رقم ۲۰۷)
(۳). (ایضاً/۲۰۵، رقم ۲۱۶)
(٤). (سورۃ النور/۱۵، پ ۱۸)

گھڑنے والا، اس کو مشہور کرنے والا وہی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ (خزائن وغیرہ)

امام احمد و بخاری و ترمذی و بیہقی (السنن الکبری/۲۰۷۶۷) وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا:((ان المؤمنین یری ذنوبہ کانہ قاعد تحت جبل یخاف ان یقع علیہ و ان الفاجر (و اوردہ نجم الدین الغزی فی "حسن التنبہ" ۹/ ۲۴۹ بلفظ: و المنافق) یری ذنوبہ کذباب مرّ علی انفہ فقال بہ ھٰکذا)) [1] ترجمہ: بے شک مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ سمجھتا ہے جس کے نیچے وہ بیٹھا ہے، اسے ڈر ہے کہ کہیں وہ اس پر گر نہ جائے۔ اور بے شک منافق اپنے گناہوں کو مکھی کی مانند سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر سے گزری تو اس کو اڑادیا اور دفع کردیا ـــــ یعنی منافق کے نزدیک گناہ کوئی بڑی بات نہیں۔

اور امام ابن ابی الدنیا (الاخلاص) نے حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ سے مرسلا روایت کی ہے آپ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ (کی رحمت) سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہو گا جو خفیہ طور پر خدا سے نہیں ڈرتا ہے، اور وہ شخص جو حکمرانوں کے پاس بیٹھتا ہے، جب بھی وہ کچھ کہتے ہیں تو یہ کہتا ہے: ((صدق الامیر)) [2] امیر نے سچ فرمایا۔

علامت نفاق (نمبر۶۱)

(۱).(صحیح البخاری بشرح الکرمانی، کتاب الدعوات، باب التوبۃ، رقم ۵۹۲۷، جزء ۱۲۵/۲۲- مسند امام احمد، رقم ۳۶۲۷، جزء ۱۳۱/۶- ترمذی، رقم ۲۴۹۷، جلد ۲۷۲/۴)

(۲).(حسن التنبہ، باب النہی عن التشبہ، المنافقین، ۲۵۰/۹)

گناہوں پر ڈٹے رہنے کے باوجود مغفرت کی آرزو رکھنا امام عبداللہ بن المبارک المروزی و حافظ ابونعیم (حلیۃ الاولیاء) نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: مومن وہ ہے جسے یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے فرمایا، اور مومن سب سے زیادہ اعمال حسنہ کرنے والا اور خدائے تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوتا ہے، اگر وہ مال و دولت کا پہاڑ بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دے پھر بھی وہ بے خوف نہیں ہوتا ہے، نہ یہ کہ اسی کی آس لگا کر بیٹھا رہے، وہ جس قدر کار خیر اور عبادت و ریاضت کرتا ہے اس کے ڈر اور گھبراہٹ میں اتنا ہی اضافہ ہوتا رہتا ہے، وہ یہ کہتا رہتا ہے: لا انجو لا انجو، میں نجات نہیں پاؤں گا، میری رہائی نہیں ہوگی۔ اور منافق یہ کہتا ہے: لوگوں کی بڑی تعداد ہے، میری تو ضرور بخشش ہوگی، مجھ کو کوئی خوف نہیں، یہ کہکر وہ بدی کرتا ہے اور خدا سے جھوٹی امیدیں باندھتا ہے۔ (۱)

امام ابن ابی الدنیا (کتاب الحذر) نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: بے خوفی اور خوف یہی دو چیزیں تو ہیں (جو مومن و منافق میں فرق کرتی ہیں) لہذا مومن ڈر اور خوف میں مبتلا رہتا ہے اگرچہ وہ نیکوکار ہو، اور منافق بے خوف و نڈر اور جھوٹی آرزوئیں رکھنے والا ہوتا ہے اگرچہ وہ گنہگار و بدکار ہو۔ (۲)

امام عبداللہ بن المبارک (الزھد و الرقائق) و ابن جریر طبری و ابن ابی حاتم نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: بے شک مومن نیکی اور خوف کے ساتھ مہربانی کو جمع کرتا ہے، اور بے شک منافق بدی اور بے خوفی کو جمع کرتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ وَ الَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ وَ الَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ وَ الَّذِينَ

---

(۱). (الزھد والرقائق، باب ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل، رقم ۴۸۸، ص ۴۴۳-۴۴۴)
(۲). (حسن التنبہ، ۲۵۰/۹)

يُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰى رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ} ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔ المؤمنون / ۵۷ تا ۶۰، پ ۱۸)ــــــ یعنی یہ سب ایک مؤمن کے اوصاف جمیلہ ہیں۔

اور منافق کے بارے میں فرمایا: {اِنَّمَاۤ اُوۡتِيۡتُهٗ عَلٰى عِلۡمٍ عِنۡدِىۡ} ترجمہ کنزالایمان: یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ القصص/۷۸، پ۲۰)[1]

علامت نفاق (نمبر ۶۲)

عذر گناہ بدتر از گناہ لانا یعنی اپنے گناہ اور ظلم و زیادتی پر عذر بیان کرتے وقت ایسی دلیل لانا جو در حقیقت دلیل نہیں بلکہ ایک بیہودہ پن ہو۔ جیسے بہت سے لوگ دنیا حاصل کرنے کے لئے حرام ذرائع کو اختیار کرتے ہیں اور روکنے پر اہل و عیال کی مجبوری بیان کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی ظالم لوگ اپنی حرکت مذمومہ پر ظلم کے عام ہونے اور اس کے رواج پڑ جانے کا حوالہ دے دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس و مجاہد رضی اللہ عنھم سے مروی ہے کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کا ارادہ فرمایا تو مدینہ شریف کے آس پاس کے گاؤں والے اور اہل بادیہ جو کہ قبیلۂ غفار و مُزَینہ و جُہَینہ و اشجع و اسلم کے لوگ تھے، قریش کے خوف سے آپ کے ساتھ جانے سے رکے، جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، قربانیاں ساتھ تھیں، جس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے، پھر بھی بہت سے اعراب پر جانا بار رہا۔ وہ لوگ کام کاج کا حیلہ بہانہ کر کے مدینے

(۱) (تفسير الطبرى، رقم ۲۵۸۸۱، جزء ۲۹۶/۸- الدر المنثور، المؤمنون: الآية ۵۷، جزء ۵۹۹/۱۰)

ہی میں رہ گئے۔ ان کا خیال یہ تھا قریش بہت طاقتور ہیں، مسلمان ان سے بچ کر نہ آئیں گے، سب وہیں ہلاک ہوجائیں گے۔ اب جبکہ مدد الٰہی سے معاملہ ان کے گمان کے بالکل برعکس ہوا تو انہیں اپنے نہ جانے پر افسوس ہوا اور یوں معذرت کرنے لگے کہ ہمیں ہمارے مال اور گھر والوں نے روک رکھا، حالانکہ وہ اپنے اس قول میں جھوٹے تھے۔ تب اللہ عزوجل نے درج ذیل کی آیت کریمہ نازل فرمائی۔[1]

{سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا}[2] ترجمہ کنزالایمان: اب تم سے کہیں گے جو گنوار (دیہاتی) پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا اب حضور ہماری مغفرت چاہیں۔

یہاں امام رازی نے فرمایا: انہوں نے صرف مال کا حیلہ پیش نہیں کیا کیونکہ مال جمع کرنا عذر صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس کی کوئی انتہا نہیں، اس لئے انہوں نے مال کے ساتھ اہل کو بھی شامل کر لیا تاکہ عذر قابل قبول ہو سکے کہ گھر والوں کی نگہداشت اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔ پھر انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ عاجزی دکھاتے ہوئے طلب استغفار بھی کیا، اس سب کے باوجود اللہ عزوجل نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا اور جھوٹا قرار دیا۔[3]

چنانچہ فرمایا عزوجل: {يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ}[4] ترجمہ کنزالایمان: اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔

امام قرطبی نے فرمایا: " هذا هو النفاق المحض "[1] یعنی ان کا اعتذار و طلب استغفار محض نفاق تھا، در حقیقت ان چیزوں سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔

---

(۱).(تفسیر البغوی، سورۃ الفتح: الآیۃ ۱۱، جزء ۷/۳۰۰-۳۰۱۔ الجامع لاحکام القرآن، سورۃ الفتح: الآیۃ ۱۱، جزء ۱۹/۳۰۷)

(۲).(سورۃ الفتح/۱۱، پ۲۶)

(۳).(تفسیر کبیر، جزء ۲۸/۸۸)

(٤).(سورۃ الفتح/۱۱، پ۲۶)

علامت نفاق (نمبر ۶۳)

توبہ کو ٹالنا (یعنی بار بار کہنا کہ عنقریب توبہ کر لونگا) یہاں تک کہ موت آجائے

اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا: {اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا}(۲)

ترجمہ کنزالایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کر لیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان کی جو کافر مریں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امام عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: آیت کا اتنا حصہ {اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ} الآیۃ، یہ مؤمنین کے لئے ہے۔ اور {وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ} یہ منافقین کے لئے، اور {وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ} یہ مشرکین کے لئے ہے۔(۳)

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

(۱)۔(الجامع لاحکام القرآن، جزء ۱۹/۳۰۷)

(۲)۔(سورۃ النساء/۱۷-۱۸، پ ۴)

(۳)۔(الدر المنثور، سورۃ النساء: الآیۃ ۱۷-۱۸، جزء ۴/۲۶۸-۲۶۹)

اور امام ابن جریر طبری نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: آیت کا پہلا حصہ ایمان والوں کے حق میں نازل ہوا ہے، درمیانی حصہ منافقین کے حق میں اور آخری حصہ کفار کے حق میں۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ گناہوں پر برقرار رہنا اور توبہ میں تاخیر کرتے جانا یہاں تک کہ موت کا معائنہ کرلے اور حالت نزع میں جا پہنچے، جس وقت کی توبہ نفع بخش نہیں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے [2] یہ نفاق کی علامت اور منافقین کی شان وصفت ہے۔

علامت نفاق (نمبر ٦٤)

زبان سے توبہ کا اظہار کرنا اور نیک لوگوں سے دعا کروانا اور دل میں اس کے برعکس ہونا اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ [3] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: اب تم سے کہیں گے جو گنوار (دیہاتی) پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا اب حضور ہماری مغفرت چاہیں (اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب فرماتا ہے) اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں (یعنی وہ اعتذار یعنی معذرت چاہنے و طلب استغفار یعنی بخشش کی دعا کروانے میں جھوٹے ہیں)۔

(١).(تفسیر الطبری، رقم ٨٨٧٥، جزء ٣/ ٦٩٧-٦٩٨)
(٢).(جامع الترمذی، ابواب الدعوات، رقم ٣٥٣٧، جلد ٥/ ٥٠٧)
(٣).(سورہ الفتح/ ١١، پ ٢٦)

امام غزالی و امام نووی وغیرھما نے نقل کیا ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((الاستغفار بلا اقلاع توبة الكذابين)) [1] ترجمہ: معصیت و گناہ کو چھوڑے بنا بخشش چاہنا یہ جھوٹوں کی توبہ ہے۔

کچھ اسی طرح حضرت رابعہ عدویہ رحمھا اللہ نے فرمایا: ((استغفارنا يحتاج الى استغفار كثير)) [2] ترجمہ: ہمارے استغفار کو بھی بہت سے استغفار کی ضرورت ہے۔

علامہ زبیدی نے اس کی تشریح یوں فرمائی: یعنی صرف زبان سے توبہ توبہ کرنا اور دل میں جس گناہ سے توبہ کی اس کی طرف پھر سے پلٹنے کا اعتقاد ہونا یہ خود ایک گنا ہے، اس کا تسلسل تبھی ٹوٹے گا جب دل میں اس سے باز رہنے کا پختہ ارادہ ہو اور اس پر نادم بھی ہو اور اس کی طرف کبھی نہ لوٹے۔ [3]

اور اس میں شک نہیں کہ منافقین اکذب الکاذبین یعنی سب سے بڑے جھوٹے ہیں۔

علامت نفاق (نمبر ۶۵)

اپنے سے پہلے کے یہود و نصاریٰ، مشرکین، منافقین اور فسّاق و فجّار کے مشابہ و ہم وصف ہونا یہ منافقین کی بدترین خصلت اور ان کے ہر طرح کے فتنہ و فساد کو جامع ترین وصف ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: {فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ

(۱).(احياء علوم الدين بشرح الزبيدی، كتاب الاذكار و الدعوات، الباب الثانی، فضيلة الاستغفار، جزء ۵/۲۹۴)
(۲).(ايضاً)
(۳).(اتحاف السادة المتقين، كتاب الاذكار و الدعوات، الباب الثانی، جزء ۵/۲۹۴)

خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ} (۱) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: تو وہ اپنا حصہ (لذات و شہوات دنیویہ کا) برت گئے تو تم نے اپنا حصہ برتا جیسے اگلے اپنا حصہ برت گئے اور تم بیہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے (اور تم نے اتباع باطل و تکذیب خدا اور سول اور مومنین کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کرنے میں ان کی راہ اختیار کی۔) ان کے عمل اکارت (ضائع) گئے دنیا اور آخرت میں اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔ (انہیں کفار کی طرح اے منافقین! تم ٹوٹے میں ہو اور تمھارے عمل باطل ہیں۔)

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: {اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ} الاٰیات۔ (۲) ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: کیا تم نے منافقوں (عبداللہ بن اُبی بن سلول اور اس کے رفیقوں) کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں (یعنی یہود بنی قریظہ و بنی نضیر) سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے (مدینہ شریف سے) تو ضرور ہم تمھارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہر گز تمھارے بارے میں کبھی کسی کی نہ مانیں گے (یعنی تمھارے خلاف کسی کا کہا نہ مانیں گے نہ مسلمانوں کا نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔) اور تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں، الاٰیات۔

پھر اللہ عزوجل نے اس کے بعد کی آیات میں منافقین کے حال کی خبر دی اور فرمایا کہ یہودی سے منافقین کے یہ سب وعدے جھوٹے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہود نکالے گئے

(۱) (سورۃالتوبۃ/۶۹،پ۱۰)
(۲) (سورۃالحشر/۱۱،پ۲۸)

اور منافقین ان کے ساتھ نہ نکلے اور یہود سے لڑائی ہوئی اور منافقین نے ان کی مدد نہ کی۔ اس کے بعد یہود کی ایک مثل ارشاد فرمائی۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: {بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ}[1] ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان: آپس میں ان کی آنچ سخت ہے (یعنی جب وہ آپس میں لڑیں تو بہت شدت اور قوت والے ہیں لیکن مسلمانوں کے مقابل بزدل اور نامرد ثابت ہونگے۔) تم انہیں ایک جتھا (جماعت) سمجھو گے اور ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لئے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے (یعنی ان کا حال مشرکین مکہ کا سا ہے کہ بدر میں) انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنے اور کفر کرنے کا کہ ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کئے گئے۔) اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قول باری تعالیٰ: 'كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا' کے تعلق سے ایک قول آپ نے پڑھا کہ اس سے مراد بدر کے کفار قریش ہیں یہی ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے۔[2]

اور امام عبدالرزاق و ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہود کا قبیلۂ بنو نضیر ہے۔[3] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

(۱). (سورۃ الحشر/۱۴-۱۵، پ۲۸)
(۲). (الدر المنثور، جزء ۳۸۸/۱۴)
(۳). (ایضاً/۳۸۸-۳۸۹)

نے فرمایا: اس سے مراد قبیلۂ یہود بنی قینقاع ہے۔ اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد قبیلۂ یہود بنی قریظہ ہے۔ [1]

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس تک قبیلۂ بنو نضیر سے پہلے کے وہ سارے کفار ہیں جنہیں ان کے کفر پر سزا دی گئی۔ [2]

علامات متفرقہ جاننا چاہئے کہ منافقین کی بری خصلتیں اور قبیح اعمال و افعال انہیں میں منحصر و محدود نہیں جنہیں ہم نے شمار کی ہیں، بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں۔ مثلاً:

ایک علامت گانے باجے کی محبت ہے۔ چنانچہ امام دیلمی وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**الغناء و اللهوُ ينبتان فى القلب النفاق كما ينبت الماءُ العُشبَ ـــ و رواه الديلمى من حديث ابى هريرة بلفظ : حب الغناء ينبت النفاق الخ**)) [3] ترجمہ: گانا اور کھیل کود سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے جیسے پانی سے تر گھاس اگ آتی ہے۔ اور حدیث ابوہریرہ میں یہ ہے کہ گانے کی محبت دل میں نفاق پیدا کرتی ہے الخ۔

نفاق کی ایک علامت حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بغض رکھنا ہے۔ چنانچہ امام دیلمی نے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**على باب علمى و مبيّن لامتى ما أُرسلتُ به من بعدى حبه ايمان و بغضه نفاق و النظر اليه رأفة و مودته عبادة**)) [4] ترجمہ: علی

(۱). (تفسیر البغوی، جزء ۸/۸۱)

(۲). (الجامع لاحکام القرآن، جزء ۲۰/۳۴۹)

(۳). (الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۴۳۱۹، جزء ۳/ ۱۱۵- تخریج احادیث الاحیاء، رقم ۳۱۰۱، کتاب ذم الجاه و الریا، جزء ۵/۱۹۶۶)

(٤). (الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۴۱۸۱، جزء ۳/۶۵)

میرے علم کا دروازہ ہیں، جن پیغامات کے ساتھ مجھے بھیجا گیا میرے بعد میری امت کے سامنے انہیں واضح کرنے والے اور کھول کر بیان کرنے والے ہیں، ان کی محبت ایمان کی علامت ہے، ان سے بغض وعداوت نفاق کی علامت ہے، انہیں دیکھنا رحم دلی کا سبب ہے، ان سے دوستی اور تعلق رکھنا عبادت میں شمار ہے۔

نیز اس کی ایک علامت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا ہے۔ چنانچہ امام ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے اور دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **((حسان حجاز بين المومنين و المنافقين لايحبه منافق و لا يبغضه مؤمن))** [1] ترجمہ: حسان مومنین و منافقین میں حد فاصل ہیں، انہیں منافق محبوب نہیں رکھتا اور مومن ان سے بغض نہیں رکھتا۔

نیز اس کی ایک علامت انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض و عداوت رکھنا ہے۔ چنانچہ حضرت امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **((حب الانصار ايمان و بغضهم نفاق))** [2] ترجمہ انصار کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض وعداوت نفاق۔

نیز اس کی ایک علامت عربی لوگوں سے بغض و نفرت کرنا ہے۔ چنانچہ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل (الزوائد علی المسند) نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **((لا يُبْغض العَرَبَ الا منافق))** [3] ترجمہ: باشندگان ملک عرب سے منافق ہی نفرت کرتا ہے۔

---

(۱).(کنزالعمال، رقم ۳۳۲۴۵، جزء ۶۷۱/۱۱-الفردوس بماثور الخطاب، رقم ۲۷۴۲، جزء ۱۴۵/۲)
(۲).(مسند امام احمد، رقم ۱۱۶۶۸، جزء ۲۰۸/۱۸)
(۳).(مجمع الزوائد، تتمة كتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل العرب، رقم ۱۶۵۶۴، جلد ۶۹۸/۱۹)

تنبیہ: اس نفرت سے ممانعت کا حکم تبھی ہے جبکہ وہ عرف سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہو، ورنہ نجدی وہابی عرب سے عداوت تو ایمان کا تقاضہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

میں باہر تنہا تھا۔ گلی میں سے ایک عربی صاحب نظر آئے۔ جب قریب آئے میں نے چاہا ان کے لئے قیام کرتا کہ اہل عرب کے لئے قیام میری عادت تھی مگر اس بار دل کراہت کرتا۔ جبراً قہراً قیام کیا وہ آکر بیٹھے۔ میں نے نام پوچھا کہا: عبدالوھاب۔ مقام پوچھا کہا: نجد۔ اب تو میں کھٹکا اور میں نے اس سے مسائل متعلقہ وہابیت پوچھے۔ اتنا اشد وہابی نکلا کہ یہاں کے وہابیہ اس کی شاگردی کریں۔ بار بار حضور اقدس صی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لیتا، نہ اول میں کلمہ تعظیم نہ آخر میں درود۔ میں اسے ہر بار روکتا اور کلمات تعظیم اور درود شریف کی ہدایت کرتا اور وہ نہ مانتا۔ آخر میں نے سختی کے ساتھ اس سے کہا تو مجبور ہو کر بولا: میں تمھارے کہنے سے کہتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میں نے اسے دفع کیا۔ اخیر فقرہ یہ تھا کہ ہمارا رخصتی کا انعام دو۔ میں نے شہر کے دو ایک وہابیوں کا پتہ بتا دیا کہ ان کے پاس جا یہاں تیرے لئے کچھ نہیں۔ بالآخر وہ خائب و خاسر دفع ہوا۔ میں نے اپنے دل کو شاباش دی کہ تو نے ہی ٹھیک کہا تھا۔ (۱)

نیز اس کی ایک علامت دوسرے کی خوشی دیکھ کر جلنا، دوسرے کی نعمت کا زوال اور اپنے لئے خواہش کرنا ہے۔ چنانچہ حافظ ابونعیم (حلیۃ الاولیاء) نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں: ((**المومن یغبط ولا یحسد و المنافق یحسد ولا یغبط و المومن یستر و یعظ و ینصح والفاجر یھتك و یغیظ و یشین و یعیر**)) (۲) ترجمہ: مومن رشک کرتا ہے یعنی دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر ویسا ہی

(۱). (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص۱۶۹)
(۲). (تخریج احادیث الاحیاء، رقم ۲۹۲۴، کتاب ذم الغضب الخ، جزء ۴/ ۱۸۴۲)

اپنے لئے بھی تمنا کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے یعنی دوسرے سے نعمت کے زوال اور اپنے لئے حصول کی تمنا کرتا ہے۔ اور مومن پردہ پوشی کرتا ہے، توبہ کرانے والی اور اصلاح اخلاق پر برانگیختہ کرنے والی باتیں یاد دلاتا ہے، مخلص ہوتا ہے اور فاجر عزت کا پردہ چاک کرتا ہے، غصہ دلاتا ہے، عیب لگاتا ہے اور عار دلاتا ہے۔

نیز اس کی ایک علامت محض اعضائے بدن سے عاجزی و فروتنی دکھاتا ہے جسے خشوع نفاق کہتے ہیں۔ چنانچہ امام حکیم ترمذی و بیہقی (شعب الایمان) نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور امام حاکم نے (فی تاریخہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**تعوّذوا بالله من خشوع النفاق، قيل: يا رسول الله! وما خشوع النفاق؟ قال: خشوع البدن و نفاق القلب**)) [1] ترجمہ: خشوعِ نفاق سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! خشوعِ نفاق کیا ہے؟ فرمایا: بدن فروتنی دکھائے اور دل میں نفاق چھپا ہو۔

اور وہ تمام باتیں بھی نفاق کی علامات و نشانیاں ہیں جو ایمان کی ضِد یعنی مخالف و مقابل ہیں، کیونکہ ایمان اور نفاق یہ دونوں دل کی وہ صفات وکیفیات ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف و مقابل ہیں۔ تو جو بھی کیرکٹر یا عمل ایمان کے تحت داخل ہوگا وہ اس پر نشان یا اس کا تتمّہ ہوگا جس سے ایمان پایۂ تکمیل کو پہونچے گا، اور اس کا مخالف و مقابل نفاق کے تحت داخل ہوگا یا اس کی نشانی و علامت۔ اور چونکہ چیزیں اپنی ضِد سے پہچان جاتی ہیں اس لئے یہاں ان آیات کریمہ و احادیث طیبہ کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے جو مومن کی صفات حمیدہ میں وارد ہیں تاکہ ان صفات حمیدہ کے ذریعہ ان کے اضداد پر استدلال کرکے ان سے

(۱).(نوادر الاصول للحكيم الترمذی، رقم ۱۳۰۴، الاصل السادس و الاربعون و المئتان، ۵/ ۵۰۳- تخريج احاديث الاحياء، رقم ۳۱۶۳، كتاب ذم الجاه و الرياء، جزء ۵/ ۲۰۰۲)

بچا جا سکے۔ ہم نفاق کی ان نشانیوں کو دوسری قسط بنام "مؤمنین کی نشانیاں" میں تفصیل سے بیان کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ منافق کوئی بھی نیکی نہیں کرتا مگر دل برداشتہ ہوکر ہارے جی سے گویا وہ بیمار ہے، اور کسی بھی معصیت و گناہ سے کنارہ نہیں کرتا مگر تقیّہ کے طور پر یعنی مسلمانوں کے ڈر سے یا صرف ظاہری طور پر، اسی لئے اللہ عز وجل نے فرمایا: {إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ}[1] ترجمہ کنزالایمان: بے شک منافق وہی پکے بے حکم (نافرمان) ہیں۔

یعنی وہ فسق میں کامل ہیں[2] کیونکہ وہ در حقیقت حکم الٰہی کے مخالف ہیں۔ بخلاف مومن کے کہ اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو وہ بطور لغزش و خطاء ہوتا ہے، اگر اس کے دل کو ٹٹولا جائے تو ضرور یہ محسوس ہوجاتا ہے کہ اس میں حکم خدا کو ماننے اور تصدیق میں کوئی کمی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مومن اپنے گناہ سے خوفزدہ ہوتا ہے، اسے اپنے کئے پر ندامت ہوتی ہے اور اسے اپنے نفس کی شامت سمجھتا ہے۔ تو فسق ظاہر کے لحاظ سے ہے اور ایمان اس کے دل میں ہے۔ اسی لئے اگر وہ کوئی کبیرہ گناہ کرے یا صغیرہ کا بار بار مرتکب ہو تو کلمۂ شہادت کا لحاظ رکھتے ہوئے بطور زجر و توبیخ اسے فاسق کہتے ہیں تاکہ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع لائے اور گناہوں سے سچی توبہ کرلے۔ اسی لئے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ فاسق غیر منافق مومن ہے۔ برخلاف خوارج و معتزلہ کے؛ کہ خوارج تو اسے کافر مانتے ہیں، جبکہ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ نہ تو مومن ہے نہ کافر بلکہ وہ بیچ کا ہے۔ اس کو ہم مقدمہ میں تفصیل سے بیان کرچکے ہیں۔

---

(١).(سورة التوبة/٦٧،پ١٠)
(٢).(تفسیر کبیر،سورة التوبة: الآیة ٦٧،جزء ١٦/١٢٩)

اور امام احمد و ترمذی و ابن حبان (فی صحیحہ) نے حضرت عمر سے اور امام احمد و ابن حبان و حاکم نے حضرت ابو امامہ سے اور طبرانی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من سرّته حسنته و ساءته سيّئته فهو مومن)) [1] ترجمہ: جسے نیک عمل خوش کرے اور برائی ناگوار گزرے تو وہ مومن ہے۔

مشائخ عظام سے منقول ہے کہ حافظ ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا اِملاء کرانے کے بعد اپنے لئے یہ اشعار پڑھے:

المرء يذهَلُ حين يفعلُ سيّئاً ويَعُودُ بالايمانِ والاحسان

فَاِذا نَدِمتَ عَلىَ الخطأ وَفَرِحتَ بال حسنىٰ فَذَاكَ عَلاَمَةُ الايمَان [2]

ترجمہ: (ا) انسان گناہ کرتے وقت غفلت کا شکار ہو جاتا ہے، پھر ایمان اور بھلائی و احسان کے ساتھ لوٹ آتا ہے۔ (۲) تو جب تجھے خطاء پر ندامت و شرمندگی اور نیکی سے خوشی محسوس ہو تو یہی ایمان کی نشانی ہے۔

اور امام احمد و ابن حبان و ابو نعیم (حلیۃ الاولیاء) و ابن المبارک (الزھد) و بغوی (شرح السنہ) وغیرھم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مثل المؤمن و مثل الايمان كمثل الفرس فى آخيّتهِ يجول ثم يرجع الىٰ آخيّته و ان المؤمن يسهو ثم يرجع الى الايمان فأطعموا طعامكم الاتقياءَ)) الحديث۔ [3] ترجمہ: مومن اور ایمان کے مثال رسّی کے حلقہ میں بندھے ہوئے گھوڑے کی سی ہے جو آس پاس تھوڑی دور

(۱).(مسند امام احمد، رقم ۱۱۴، جزء ۱/۲۶۹- جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، رقم ۲۱۶۵- المستدرك للحاكم، كتاب الايمان، رقم ۳۴، جزء ۱/۵۴- كنز العمال، رقم ۶۹۹ و ۷۰۰، جزء ۱/۱۴۴)

(۲).(حسن التنبه، جزء ۹/۲۵۵)

(۳).(مسند امام احمد، رقم ۱۱۵۲۶، جزء ۱۸/۸۶)

تک چکّر لگا کر پھر اس حلقہ کے پاس واپس آجاتا ہے، یہی حال مومن کا ہے، بے شک اس سے بھول چوک ہوجاتی ہے، پھر وہ ایمان کی طرف پلٹ آتا ہے، تواپنے کھانے پرہیز گاروں کو کھلاؤ۔ الحدیث۔

علامہ سندی نے فرمایا: آخیۃ، مد اور یا کی تشدید کے ساتھ اس کے معنی ہیں رسّی جس کے دونوں سرے زمین میں گاڑ دیتے ہیں اور اوپر کو حلقہ سا نکلا ہوا ہوتا ہے جس میں جانوروں کو باندھتے ہیں۔ اور جول کے معنی ہیں اس حلقہ کے آس پاس گھومنا۔ اب حدیث کا ایک مطلب یہ ہے کہ مومن کا اصل ایمان تو ثابت و قائم ہے، ہاں وہ گناہوں کے سبب اپنے رب سے دور ہوجاتا ہے، یا ایمان سے مراد ایمان کے شعبے اور حصے ہیں۔ تو جیسے جانور اس حلقۂ رسّی سے دور ہوجاتا ہے پھر اس کی طرف پلٹ آتا ہے ایسے مومن کبھی بعض شعبہائے ایمان کو ترک کردیتا ہے پھر ان کا تدارک کرلیتا ہے اور نادم و شرمندہ ہوتا ہے۔ (۱)

اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ان لکل مومن ذنبا قد اعتاہ الفَیْنَۃَ بعد الفینۃِ و ذنبا لیس بتارکہ حتی یموت او تقوم الساعۃ ان المؤمن خُلِق مُذنِبا خطّاء نَسِیّاً اذا ذُکِّرَ ذَکَرَ)) (۲) ترجمہ: بے شک مومن کا کوئی گناہ ایسا بھی ہوتا ہے جس کا وہ وقتاً فوقتاً عادی ہوچکا ہوتا ہے اور کوئی گناہ ایسا بھی ہوتا ہے جو اس سے مرتے دم تک یا قیامت تک نہیں چھوٹتا، بے شک مومن گناہ گار بہت خطا کار بہت بھولنے والا پیدا کیا گیا ہے، تو جب اسے یاد دلایا جائے یعنی وعظ و نصیحت کی جائے اسے یاد آجاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے لگتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔

(۱). (حاشیہ نمبر ۲ تحت حدیث رقم ۱۱۳۳۵ مسند امام احمد، جزء ۱۷/۴۳۶)

(۲). (شعب الایمان، السابع و الاربعون من شعب الایمان وھو باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، رقم ۱۲۴، جزء ۵/۴۱۹)

حاصل کلام یہ ہے کہ مومن پر اگرچہ حکم فسق و گناہ عاید ہوتا ہے تاہم وہ تصدیق قلبی و ایمان سرّی کی طرف رجوع کرلیتا ہے، گویا وہ ہر وقت اور ہر حال میں توبہ و استغفار کرتا رہتا ہے۔

رہا منافق اگرچہ کیسا ہی خالص وکھرا اور نفاق کے دلدل میں گھسا پڑا ہو توبہ کا دروازہ اس کے لئے بھی کھلا ہوا ہے جیسے تمام کفار و مشرکین کے لئے کھلا ہوا ہے اگرچہ وہ نفاق کے تمام اقسام اور منافقوں کے جملہ اوصاف میں انتہا کو پہونچے ہوئے ہوں۔

حتی کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر زندگی بھر منافقوں والی حالت اور بے دینی کی سی کیفیت طاری رہتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے اور ایمان مقبول و توبہ صحیحہ کی برکت سے گزشتہ احوال کی تلافی و تدارک فرماتا ہے اگرچہ یہ توبہ وقت نزع سے کچھ پہلے ہی کیوں نہ ہو۔

اور بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایمان والوں کے اخلاق حسنہ سے مزین ہوتے ہیں اور زندگی بھر مسلمانوں کے سے کام کرتے رہتے ہیں اور پھر ان کا خاتمہ کفر و نفاق پر ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس کا مصداق حدیث صحیح میں موجود ہے کہ: بلا شبہ ایک آدمی جنتیوں والے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز یا ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے، اب خدا کا نوشتہ اس پر غالب آتا ہے اور وہ جہنمیوں والے کام کرنے لگتا ہے پھر جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور بے شک ایک آدمی جہنمیوں والے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، اتنے میں خدا کا نوشتہ اس پر غالب آتا ہے اور وہ جنتیوں والے کام کرنے لگتا ہے پھر وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔[1]

(۱).(مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، الفصل الاول، رقم ۸۲- تخریج احادیث الاحیاء، کتاب الرجاء والخوف، رقم ۳۵۱۵)

خاتمہ

نفاق سے برائت کی علامت امام ابو یعلیٰ (فی مسندہ برقم ۳۳۰۴) وضیاء الدین المقدسی وغیرھما نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ:

ایک دن کچھ صحابہ کرام صبح سویرے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! رب کعبہ کی قسم ہم ہلاک و برباد ہوگئے! فرمایا: اس کی وجہ؟ عرض کی: نفاق نفاق!! فرمایا: کیا تم یہ گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ ایک اکیلی ذات ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں؟ عرض کی: کیوں نہیں، یعنی ہم اس بات کی ضرور گواہی دیتے ہیں۔ فرمایا: ((لیس ذاك النفاق)) تب تو یہ نفاق نہیں۔

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ دوسری دفعہ وہ پھر آئے اور وہی بات دہرائی اور وجہ ہلاکت نفاق کو بتایا، حضور نے بھی ان کو وہی مذکورہ بالا جواب دیا۔ تیسری مرتبہ انہوں نے اس کے علاوہ ایک بات اور کہی، وہ عرض کرنے لگے کہ جب ہم آپ کی بارگاہ میں ہوتے ہیں تو ایک حال پر ثابت و قائم رہتے ہیں اور جب آپ کی بارگاہ سے جاتے ہیں تو دنیا اور گھر والوں میں پڑجاتے ہیں۔ فرمایا: جس حالت و کیفیت میں تم میرے پاس ہوتے ہو اگر یہاں سے نکلنے کے بعد بھی تم اسی حال پر برقرار رہو تو مدینے کی گلیوں میں تم سے فرشتے مصافحہ کریں۔ (۱)

اس حدیث کا کچھ حصہ حدیث حنظلہ میں یوں مروی ہے: حضرت حنظلہ اُسیدی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا: اے حنظلہ! تم کیسے ہو؟ میں نے

(۱).(الاحادیث المختارہ، رقم ۱۷۶۲، جزء ۳/۱۳۸-۱۳۹- مجمع الزوائد، کتاب الزھد، رقم ۱۸۱۶۲، جزء ۲۱/۵۱۸)

کہا: حنظلہ منافق ہوگیا، حضرت ابوبکر نے کہا: سبحان اللہ! تم کیسی بات کررہے ہو؟ میں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی نصیحت کرتے ہیں، حتی کہ ہم گویا جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھو سے دیکھتے ہیں، پھر جب ہم حضور کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں کے معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت ساری چیزیں بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! اس قسم کا معاملہ تو ہمیں بھی پیش آتا ہے، پھر میں اور حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے کہا: یارسول اللہ! حنظلہ منافق ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور نار کی نصیحت کرتے ہیں، حتی کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور نار کو دیکھتے ہیں، اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم میرے پاس ذکر وفکر کی جس کیفیت میں ہوتے ہو اگر تمھاری وہ کیفیت ہمیشہ رہے تو تمھارے بستروں اور راستوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! یہ کیفیت ایک آدھ ساعت رہتی ہے، یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ [(۱)]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف سے اٹھنے کے بعد بال بچوں میں مشغولیت کے سبب فکر آخرت کی وہ کیفیت نہ رہتی تھی، اور نفاق کی اصل یہی ہے کہ دل میں چھپے شر کے برعکس خیر کا اظہار کرے، اس لئے حضرت حنظلہ کو خوف ہوا کہ کہیں وہ منافق تو نہیں ہوگئے، تب حضور انور نے ان کو بتایا کہ یہ نفاق نہیں ہے۔ [(۲)]

(۱).(صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب التوبۃ، باب فضل دوام الذکر و الفکر فی امور الآخرۃ، جزء ۱۷/ ۶۶-۶۷)

(۲).(شرح النووی/ایضاً)

امام ابن عساکر نے عمران القمی سے روایت کی ہے ان کا کہنا ہے کہ ایک شخص حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے ابو عبداللہ! سچ مچ مجھے اس بات کا ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں میں منافق تو نہیں، آپ نے فرمایا: کیا جب تو تنہا ہوتا ہے تو نماز پڑھتا ہے، اور جب تجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو تو استغفار کرتا ہے؟ عرض کی: ہاں! فرمایا: ((إذهبْ فما جعلك اللهُ منافقا)) [1] تب تو جا اللہ تعالیٰ نے تجھے منافق نہیں بنایا ہے۔

نفاق سے توبہ کرنے کا طریقہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ اور تمام گناہ گاروں کی طرح منافقوں کے لئے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ صرف نفاق عملی ہی نہیں بلکہ نفاق اعتقادی سے بھی سچی توبہ کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے جیسا کہ ابھی میں عرض کر چکا۔

اور اسکی سب سے بڑی دلیل حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قصہ ہے۔ کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیسی کیسی اذیتیں پہنچائیں، آپ کو مارا، گہرے کنوئیں میں گرایا، فقط بیس درہم کے عوض بیچ ڈالا، والد ماجد سے جدا کیا، آپ کی طرف چوری کی نسبت کی اور آپ کے بعد آپ کے بھائی بنیامین کو تنگ رکھا، پریشان کیا اور اپنے والد ماجد سے جھوٹ بولا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا نے کھا لیا ہے۔ بلا شبہ یہ سارے منافقوں کے سے کام ان سے سرزد ہوئے مگر جب وہ اسی تصدیق قلبی و ایمان سرّی کی طرف واپس ہوئے اور توبہ و استغفار کیا تو اللہ عزوجل نے انہیں معاف فرما دیا۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، اچانک حرملہ بن زید آیا اور

(۱).(تاریخ دمشق، ۷۷۶۸-موسی بن یوسف بن موسیٖ بن راشد ابو عوانة الرازی، جزء ۲۵۱/۶۱)

حضور کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میرا ایمان یہاں ہے اور اپنے ہاتھ سے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا، اور نفاق یہاں ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا، اور کچھ کہا کہ حرملہ اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اس کے بعد حرملہ نے حضور کے سامنے یہی بات بار بار دہرائی پھر خاموش ہو گیا، تب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرملہ کی زبان کا کنارہ پکڑ کر فرمایا: اے اللہ! اس کی زبان کو سچی اور دل کو شکر کرنے والا بنادے، اسے میری محبت اور جو مجھ سے محبت کرے اس کی محبت عطا فرما اور اس کے معاملہ کو بھلائی کی طرف پھیر دے۔ اس پر حرملہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے اور بھی کچھ منافق ساتھی ہیں جن کا میں سردار تھا: تو کیا میں انہیں یہ بتانہ دوں کہ میں آپ کے بارگاہ میں آکر توبہ کر چکا ہوں؟ حضور نے فرمایا: نہیں، ہاں! جو تیری طرح ہماری بارگاہ میں آئے ہم اس کے لئے بھی ویسے ہی بخشش طلب کریں گے جیسے تیرے لئے کی، اور جو اپنے گناہ پر اصرار کرے اور باز نہ آئے تو اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ طاقت وقدرت ہے کہ اسے راہ پر لائے یا سزا دے) اور تو کسی کا پردہ چاک مت کرنا (یعنی دوسرے کے سامنے کسی کا عیب کھول کر اسے رسوا مت کرنا۔)(۱)

اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوتا ہے جو اپنے اندر کے نفاق کو پہچان لے یا اس کا گمان ہو یا اپنے اندر منافقوں کے اوصاف میں سے کسی وصف کے ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے بھی چاہئے کہ حرملہ کی طرح سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے۔ اگر اس کی توبہ میں بھی وہ سچائی رہی جو حرملہ کی توبہ میں تھی تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے عزت وشرف عطا فرمائے گا۔

(۱)۔(المعجم الکبیر،۳۰۸-حرملة بن زید الانصاری،رقم ۳۴۷۵،جزء ۵/۴)

ہاں! منافق کی توبہ میں یہ ضروری ہے کہ اس کی توبہ دوسرے کی نسبت بلیغ تر ہو یعنی انتہا تک پہنچا دی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور گناہ گاروں کی توبہ کی تو دو شرطیں لازم کی ہیں مگر نفاق سے توبہ کرنے والوں کے لئے چار شرطیں لازم کی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے: {اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔}(۱) ترجمہ کنزالایمان: مگر وہ جنہوں نے توبہ کی (یعنی نفاق سے -خزائن) اور سنورے (اپنی اصلاح کی) اور اللہ کی رسّی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کر لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ان کی ابتر حالت تبھی ٹھیک ہوگی جب وہ یہ چار کام کریں: پہلے تو توبہ کرکے برائی کو چھوڑ دیں، پھر نیکیاں کرکے اپنی اصلاح کریں، تیسرے یہ کہ اس ترک وفعل سے ان کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہو، نہ کہ مصلحت وقت کے پیش نظر جلب منفعت ودفع مضرت مقصود ہو، چوتھے یہ کہ وہ غرض ومقصد صحیح (یعنی رضائے الٰہی کو طلب کرنا) بھی خالص ہو، اس میں کسی دوسری غرض کی ملاوٹ نہ ہو۔(۲)

تنبیہ: امام ابن ابی الدنیا وابونعیم (حلیۃ الاولیاء) نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: مخلص وصاف دل

---

(۱).(سورۃ النساء ۱۴۶، پ۵)

(۲).--- اعلم ان هذه الآية فيها تغليظات عظيمة على المنافقين و ذالك لانه تعالىٰ شرط فى ازالة العقاب عنهم امورا اربعة: اولها التوبة و ثانيها اصلاح العمل فالتوبة و اصلاح العمل عبارة عن الاقدام على الحسن و ثالثها الاعتصام بالله و هو ان يكون غرضه من التوبة و اصلاح العمل طلب مرضاة الله تعالىٰ لا طلب مصلحة الوقت و رابعها الاخلاص و السبب فيه انه تعالىٰ امرهم اولا بترك القبح و ثانيا بفعل الحسن و ثالثا ان يكون غرضهم فى ذالك الترك و الفعل طلب مرضاة الله تعالىٰ و رابعا ان يكون ذالك الغرض و هو طلب مرضاة الله تعالىٰ خالصا و ان لا يمتزج به غرض اخر، الخ. مختصرا.(تفسیر کبیر، جزء ۸۹/۱۱)

والوں کے لئے خوشخبری ہے، وہ ہدایت کے چراغ ہیں، انہیں کی برکت سے ہر تاریک فتنے کا بادل چھٹتا ہے۔ (۱)

امام بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن بھیجنے لگے تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے کچھ وصیت کیجئے، توفرمایا: ((اخلص دينك يكفيك القليل من العمل)) (۲)
ترجمہ: اپنے دین کو خالص یعنی ملاوٹ سے پاک کر تھوڑا عمل ہی تیرے لئے کافی ہوگا۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: دین کی علامت اس کو اللہ کے لئے خالص کرنا، اور علم کی نشانی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ (۳)

نیز امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو ثمامہ حجازی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا: ((ما الاخلاص لله؟)) اللہ کے لئے خالص کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: ((الذی يعمل العمل لا يحب ان يحمده عليه احد من الناس)) (٤) نیک عمل کرنے والے کو یہ پسند نہ ہو کہ لوگ اس پر اس کی تعریف کریں۔

حکیم ترمذی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((من قال: لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة)) جس نے خلوص کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کلمہ

(١). (الاخلاص والنيه، رقم ۱، ص ۳۱)
(٢). (شعب الايمان، رقم ۶۸۵۹، جزء ۵/ ۳۴۲)
(٣). (الاخلاص والنية، رقم ۳، ص ۳۳)
(٤). (ايضا، رقم ۴، ص ۳۴)

طیبہ کا اخلاص کیا ہے؟ فرمایا: ((ان تحجزہ عن المحارم)) [1] اس کا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے دفاع کرنا ہے۔

امام ابن ابي الدنیا نے عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ بن سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: ((الاجابة مقرونة با لاخلاص لا فرقة بينهما)) [2] ترجمہ: قبولیت اخلاص کے ساتھ ملی ہوئی ہے، ان دونوں میں کوئی جدائیگی نہیں۔

نیز امام ابن ابي الدنیا نے عبدالملک بن عتاب سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے اہل بصرہ کے سب سے بڑے زاہدوں میں سے ایک حضرت عامر بن عبداللہ بن قیس رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا: آپ نے اعمال میں سب سے افضل کونسا عمل پایا؟ فرمایا: ((ما اريد به وجه الله)) [3] ترجمہ: جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔

نیز امام ابن ابي الدنیا نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: بے شک اگر عمل خالص ہو اور درست نہ ہو (یعنی شرعی اصول کے مطابق ادا نہ کیا جائے) تو مقبول نہیں، اور اگر درست ہو اور خالص نہ ہو تو بھی مقبول نہیں۔ عمل مقبول تبھی ہے جبکہ وہ خالص بھی ہو اور درست بھی۔ خالص تب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اور درست تب ہے جبکہ سنت کے مطابق ہو۔ [4]

اہم فائدہ: حضرت حرملہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی توبہ کے واقعہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو کوئی توبہ کرتے ہوئے معافی چاہتے ہوئے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(۱) (نوادر الاصول، الاصل السادس، رقم ۴۶، جلد ۱/۶۶)
(۲) (الاخلاص والنية، رقم ۸، ص ۳۷)
(۳) (ایضاً، رقم ۱۳، ص ۴۲)
(٤) (الاخلاص والنية، رقم ۲۲، ص ۵۰)

شفاعت کی نعمت سے مالا مال ہوگا کیونکہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، اور آپ نے اپنے فرمان: من جاء نا كما جئتنا الخ میں آنے کو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا ہے۔[1]

اس کی مکمل وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان میں موجود ہے: {وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا}[2] ترجمہ کنزالایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (معصیت و نافرمانی کرکے) تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس کی تفسیر میں حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت حاجت روائی کا ذریعہ ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور روضۂ شریفہ کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے " وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا " میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے، اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔

---

(۱)۔۔۔ ثم انی رأیت فی قوله صلی اللہ علیه وسلم لحرملة: من جاءنا كما جئتنا استغفرنا له، حیث لم یقید المجئ بالظرف بان یقول: من جاءنا من اخوانك او منهم اشارة الی حصول تلك السعادة لكل من جاء النبي صلی اللہ علیه وسلم من امته فی حال حیاته صلی اللہ علیه وسلم و بعد مماته ثائنا مستغفرا فانه حی فی قبره۔ (حسن التنبه، ۹/۲۸۱)

(۲)۔(سورة النساء/۶۴، پ۵)

اس کے علاوہ اس حکایت کو الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ علامہ ابن قدامہ حنبلی، ابن کثیر نے "تفسیر ابن کثیر" میں، ماوردی نے "الاحکام السلطانیۃ" میں، ابن عبد الھادی نے "الصارم المنکی" میں حضرت عُتبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، اس روایت کے آخر کے الفاظ یہ ہیں: ((فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال: یا عُتبیُ الحقِ الأعرابیّ فبشرہ ان اللہ قد غفر لہ)) [1] ترجمہ: (جب وہ اعرابی حضور کے روضۂ انور پر کچھ اشعار پڑھ کر واپس ہوئے تو مجھے نیند آگئی) پھر مجھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو حضور نے فرمایا: اے عُتبی! اس اعرابی سے ملو اور اس کو خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی ہے۔

نیز اسی واقعہ کو امام بیھقی نے الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ حضرت ابو حرب ھلالی سے روایت کی ہے۔ [2]

ہم اپنے تمام گناہوں خصوصا منافقوں کے سے اعمال و اخلاق و اوصاف مذمومہ سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت رب العزت کی بارگاہ میں شفیع لاتے ہیں۔ یا رسول اللہ! ہمارے رب سے ہمارے گناہوں کی بخشش کرائیے۔ انا نسئلك الشفاعة یا رسول الله! اللهم انك عفو كريم تحب العفو فاعف عنا۔ اللهم انا نعوذ بك من الشقاق والنفاق و سوء الاخلاق۔ اللهم ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم۔ اللهم ارزقنا شفاعة النبی الكريم صلی الله عليه وسلم و يسر حصول تلك السعادة لكل من جاء النبی

(۱). (المغنی لابن قدامه المقدسی، کتاب الحج، فصل: و یستحب زیارہ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جزء ۵/۴۶۶)
(۲). (شعب الایمان، ۲۵-باب فی المناسك، فصل فی الحج و العمرۃ، رقم ۴۱۷۸، جزء ۳/۴۹۵-۴۹۶)

صلی اللہ علیہ وسلم تائبا مستغفرا و تقبلها منهم۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔